النجات

لاہل سنت والجماعت

تاریخی جائزہ اور عقائد

مؤلف:
محمد اشرف نقشبندی مراوی

لاثانی پبلی کیشنز لاہور

اَلنَّجاتِ

لِاَھلِ سُنّت وَالُجمَاعَتُ

تاریخی جائزہ اور عقاید

............مؤلف............

محمد اشرف بوبک نقشبندی مرالوی
فاروق آباد

............ناشر............
لاثانی پبلیکیشنز
اردو بازار لاہور

111660

نام کتاب : اَلنَّجاتِ لِاَھلِ سُنّت وَالْجَمَاعَۃْ
مؤلف : محمد اشرف بوبک نقشبندی مرالوی فاروق آباد
ناشر :
تعداد : ایک ہزار
صفحات :
قیمت : -/200 روپے

............ملنے کے پتے............

لاثانی پبلیکیشنز
اردو بازار لاہور

فہرست مضامین

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ خالق کائنات نے اپنی مخلوق کے مناسب حال سہولیات فراہم کرنے میں کسی قسم کی بخیلی ہرگز نہیں کی مالک نے مخلوق کے لیے ہر طرح سے رہنمائی فرمائی ہے کہ وہ اپنی منزل اپنا مقصد بہ احسن طریق حاصل کر سکے بنی نوح انسان کی رہنمائی کی خاطر اور اس کے لیے آسانی فرمانے میں بھی ہرگز کوتاہی نہیں کی انسان کے لیے اس کی ضرورت کی ہر چیز پیدا فرمائی ہے اور اس کی رہنمائی کے لیے انبیاء ورسل بھیجے ہیں کہ طریق زندگی کی مثالیں مہیا فرمائیں جو دیگر انسان پیروی کر سکیں اور یوں فلاح دارین سے ہمکنار ہو سکیں۔

جملہ انبیاء علیہم السلام کے ادوار گزر جانے کے بعد سید الانبیاء امام الرسل رہبر کل حبیب خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین مکمل فرما دیا اور آنحضور نے رہنمائی کا فی الحقیقت حق ادا کر دیا جو مطلوب تھا آپ نے انسانوں کے درمیان ایک مثالی زندگی گذار کر دیکھا دیا کہ پاکیزہ و پوتر طرز حیات یوں ہے جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آگا فرما دیا کہ فلاح دارین آپ حضور کی پیروی میں ہی مضمر ہے اور یہی صراط مستقیم ہے آپ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور پھر اس کے اِدھر اُدھر دائیں بائیں چند لکیریں لگائیں اور فرمایا کہ صراط مستقیم صرف ایک ہی ہے سیدھی ہے باقی تمام نہیں ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سیدھی راہ صرف ایک ہی ہے جو صراط مستقیم ۔ہے دیگر تمام راہیں گمراہی کی ہے۔

قرآن کریم میں بھی سورہ فاتحہ میں صراط مستقیم کی وضاحت فرمائی گئی ہے یہ

سیدھی راہ وہی ہے جو ان لوگوں کی راہ یعنی طریق زندگی ہے جن پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ہوئے ہیں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اور صدیقین یعنی صحابہ کرام اور صالحین (نیک لوگ) یعنی اولیاء کرام اور شہداء مراد یہ ہے کہ اولیاء وصحابہ کا عقیدہ وطرز عمل ہی انبیاء کا طرز عمل اور جناب سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا طرز عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے علاوہ ازیں کوئی طریق مقبول نہیں۔

آج اکابر صحابہ اور اولیاء کرام کی سوانح حیات ہمارے سامنے ہیں حضرت غوث پاک سید عبداللہ القادر جیلانی، حضرت داتا گنج علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری، حضرت عبداللہ شاہ غازی کراچی، حضرت پیر جماعت شاہ لاثانی علی پوری خواجہ نور محمد صاحب چورہ شریف، جناب شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی، خواجہ معین الدین چشتی، حضرت بہاول حق ذکریا ملتان، جناب حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور میاں شیر محمد صاحب شرقپور شریف وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی سوانح حیات دیکھ لیں یہ تمام اولیاء کرام اہل سنت والجماعت تھے اور یہی عقیدہ وایمان جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا اور یہی وہ صراط مستقیم ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کو عطا فرمائی اور آنحضور نے اسی طرز حیات کی وضاحت اپنے ارشاد گرامی میں ان الفاظ میں فرمائی تھی اور فرمایا تھا ما انا علیہ واصحابی یعنی یہی طریق جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ مراد یہ کہ میری سنت اور میرے صحابہ کی سنت ہی صحیح راہ ہے دیگر ایک ارشاد میں بھی یہی فرمایا کہ علیکم بسنتی و سنت خلفاء راشدین (تمہارے لیے میری سنت اور میرے راشد خلفاء کی سنت پیروی کے لیے ہے)

مختصر یہ کہ آج صرف اہل سنت والجماعت لوگوں کا طریق ہی سیدھی راہ

ہے انبیاء و اولیاء والا راستہ ہے باقی تمام دیگر فرقہ جات گمراہ ہیں دوزخی ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بھی یہ راہ راست سوجھا دے۔

آج کل ایک فرقہ ہے جو کفار کا ساتھ دیتے ہیں وہابیت کے عقاید رکھتے ہیں سوائے چند ایک ظاہری اعمال کے جو لوگوں کو دکھانے کے لیے ہیں اور خود کو اہل سنت و جماعت بیان کرتے ہیں جو ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور کے مترادف ہے یہ فی الحقیقت اہل سنت والجماعت نہیں ہیں ان سے بچنا ہی بہتر ہے یہ اولیاء کرام اور اہل سنت والجماعت کے دشمن ہیں زیر نظر کتاب میں اہل سنت والجماعت اور ان کے عقاید پر مختصر بیان ہے شاید کہ اتر جائے کسی کے دل میں میری بات۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے آمین بجاہ سید الانبیاء رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

اولیاء کرام کے مزارات کو آگ لگاتے ہیں زائرین کو قتل کرتے ہیں یہ اور ان کے بانی رہنما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے آنحضور کو بشر اپنے جیسا مانتے ہیں نور نہیں مانتے آپ حضور کو خداداده علم غیب نہیں مانتے بلکہ آپ کے علم کو معاذ اللہ جانوروں کے علم کی مانند مانتے ہیں تلبیس کر کے روپیہ بٹورنا جائز گردانتے ہیں علاوہ ازیں اور بہت کچھ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان گھٹانے کے لیے جبکہ اللہ تعالیٰ آنحضور کی شان ہر لحہ زیادہ سے زیادہ کرتا جاتا ہے فرمایا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (اور ہم نے آپ کا ذکر (ثانی) بلند فرما دیا)۔ (القرآن)

گدائے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

محمد اشرف مرالوی فاروق آبادی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت پر وہی حالات وارد ہوں گے جیسے بنی اسرائیل پر ہوئے جس طرح جوتی سے جوتی کی برابری حتی کہ اگر کسی نے اپنی ماں سے زنا کیا علانیہ تو وہ میری امت میں بھی ہوگا جو اس طرح کرے گا۔

اِنَّ بنی اِسرَائیل تفرقت عَلٰی الثنین وَ سَبِحینَ مِلَّۃَ وتفرق امّتی ثلٰث وسبحین مِلّۃ کُلُّھُمُ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَۃ واحِدۃ قالُوا مَنْ ھیُ یارسول اللہ! قالَ مااَنا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی (ترمذی احمد)

تحقیق بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک کے سوا باقی تمام جہنمی ہوں گے لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ! وہ ایک فرقہ کون ہے فرمایا وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سیدنا ومولانا محمدٍ وّعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین.

اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کے ساتھ اپنی مخلوق کی رہنمائی کے لیے اپنے برگزیدہ انبیاء ورسل علیہم السلام کو بھی تبلیغ وہدایت کی خاطر مبعوث فرمایا کہ ان کی اتباع واطاعت کے ذریعے زندگی کامیاب بسر کریں اور اُخروی فلاح پائیں انبیاء کرام کا دنیا میں طرز حیات ہی عوام الناس کے لیے نمونہ ہے اسی کے مطابق عمل پیرا ہو کر ہم سب اس ظلمت کدہ میں روشنی سے اپنے دلوں کو منور کر سکتے ہیں۔ انبیاء ہی نور اور روشنی کے مینار ہیں انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں انہیں نہایت برگزیدہ بلند و برتر مقام وقرب حاصل ہے۔ انبیاء کرام نے ہی دنیا وآخرت سے متعلق عوام الناس کو علم عطا فرمایا ہے کتاب وحکمت سے آگاہی اور بشری کدورتوں سے نجات و پاکیزگی انہی نفوس قدسیہ کے ذریعے حاصل ہوئی یہ انبیاء ورُسل سراپا نور اور پاکیزہ ومعصوم نفوس ہیں انہوں نے ہی بنی نوع انسان کو آگاہی بخشی کہ بتاؤ پیدا کرنے والا وحدہٗ لاشریک اللہ تعالیٰ ہے اور صرف وہ ہی عبادت کے لائق ہے بنی نوع انسان کو انہوں نے ہی کتاب الٰہیہ کا علم عطا فرمایا انہوں نے ہی حکمت دانائی کے چراغ روشن کیے ہدایت کے قمقمے انہوں نے ہی جلائے یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ یہ تمام تر عطائیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ مگر تقسیم واشاعت کا ذریعہ انبیاء ورسل علیہم السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بلاواسطۂ رسل انسان کا ملنا وہم کلام ہونا ناممکن ہے قرب خداوندی کا

ذریعہ یہی انبیاء ہیں مخلوق کی دوڑ انبیاء تک ہی ہے جیسے کہ ایک صحابی جناب رسالت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بایں الفاظ دہائی دیتا اور فریاد کرتا ہوا حاضر ہوا

لیس جوالنا الا الیک فرارنا

ولیس فرار الخلق الا الی المرسل

لہٰذا ہمارے لیے یہ ضروری ہوا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہی سچ وہی خیال اور وہی ایمان وعقیدہ اپنائیں جو ہمارے محبوب آقا و مولیٰ ور اللہ تعالیٰ کے حبیب ورسول محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنانے کے لیے ارشاد فرمایا: ہماری محبت تامہ ہمارے خالق ومعبود سے ہونی چاہیئے مگر وہ محبت اللہ تعالیٰ کے نائب اعظم اور خلیفۂ اعظم یعنی ختمی مرتبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی ہونے سے ہو سکتی ہے آنحضور ہی اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم ہیں۔ اگر انبیاء کرام کو ہم اپنے جیسا بشر ہی یقین کریں جو غلطی و بے رہروی کا ارتکاب بھی کرتے ہیں کمزوریوں اور کوتاہیوں سے مبرا نہیں تو پھر جو کچھ انبیاء کرام نے تبلیغ کی جو ہدایت دی جو کتاب الٰہی ہمیں دی ان تمام کی صحت پر بھی حرف آتا ہے لہٰذا یہ ازبس واجب ہے کہ ہم انبیاء علیہ السلام کو معصوم عن الخطاء جانیں ان سے محبت رکھیں جو ہر دیگر چیز سے فائق ہو ان کے بارے میں عقیدہ وایمان درست رکھیں انبیاء کو تمام دیگر انسانوں سے افضل جانیں۔

؎ محبت بخشدی روشن ضمیری   بناوے رومی جامی تے نذیری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ رَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

اللہ رب العزت خالق کائنات نے محبت کی بنیاد پر کائنات کی تخلیق فرمائی انواع واقسام کی مخلوق وجود میں آئی ایک اور عالم رنگ و بو میں اشرف المخلوقات کا تاج انسان کے سر پر سجایا اور دنیا میں ابلیس کی شر انگیزیوں اور گمراہ کن کاوشوں کے باعث گم گشتۂ راہ ہدایت انسانوں کی رہنمائی کے لیے اس ظلمت کدہ جہان میں فیض نبوت کے چراغ روشن فرمائے جو اس کارگہ حیات میں عالم انسانیت کے لیے نور کے مینار ہوئے جن سے بنی نوع انسان کو ہدایت و رہنمائی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں متعدد انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے جنہوں نے زندگی کی راہوں کو اپنے نور نبوت سے روشن فرما دیا منزل ہدایت کی راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کو دور کرنے اور اس سے بچنے کا طریقہ بھی واضح فرما دیا زندگی کا کوئی شعبہ تشنہ ہدایت نہ چھوڑا دنیوی زیست کے ہر مرحلہ پر پوشیدہ وظاہر چیز جو انسان کی کجروی کا باعث ہوسکتی ہو واضح طور پر اس کی نشاندہی فرما دی جہاں عقل وشعور انسان کی حدود ختم ہو جاتی ہیں اس سے آگے کے حالات بھی اپنے نور نبوت کے ذریعے ظاہر کر دیے۔ ختمی مرتبت جناب سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہر برائی اور اس سے بچنے کا طریقہ بتا دیا ہے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی صحیح درست اور کامل آگاہی بخشی ہے اخروی نجات کا ذریعہ بھی بتا دیا کہ نیک اعمال

کی بنا پر ہی ممکن ہے اور فرما دیا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ نیتوں کا دارومدار عقیدہ وایمان پر ہوتا ہے اگر عقیدہ ہی غلط ہو جو کہ ایمان کا دوسرا نام ہے تو کیا نیت اور کیا عمل کچھ بھی کام نہ آئے گا یہ پھر واضح رہے کہ ایمان کو ہی دوسرے الفاظ میں عقیدہ کہا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن پاک میں عمل سے پہلے ہر مقام پر ایمان کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

عقیدہ اور اس کی اہمیت

عقیدہ وایمان کو اولیت اور بنیادی حیثیت حاصل ہے اخروی نجات کے لیے صحیح و درست عقیدہ بنیاد ہے اعمال صالح کم ہوں یا زیادہ ان کی صحت و بقا اور باعث اجر وثواب ہونا عقیدہ پر منحصر ہے عقیدہ ہی بنیادی طور پر غلط ہوگا تو تمام اعمال غارت و برباد ہوں گے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جہاں اعمال کا ذکر فرمایا ہے ساتھ ہی پہلے ایمان کا ذکر ہے جیسے کے فرمایا ہے :"اِن الَّذِیْنَ آمَنوا وَ عَمِلُوا الصَالِحات نیز فرمایا ہے وَالعَصْرِ اِنَّ الانسانَ لَفِی خُسرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوا بِالحَقِّ وَتَوَاصَو بِالصَّبْر"۔ یہاں چار چیزیں مذکور ہیں جن پر انسانی نجات موقوف ہے یعنی ایمان ، نیک عمل، صحیح امور کی اشاعت اور مصائب وآلام اور مشکلات میں صبر یہاں اول کو اول ہی فرمایا گیا ہے اسی طرح ذرا حدیث پاک پر بھی غور فرمائیں فرمایا ہے:

قُل آمَنتُ بِاللہِ ثُمَّ استَقِم

(کہہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور پھر اس پر استقامت پذیر ہو جا)

قرآن پاک میں اس مفہوم کی بہت سی دیگر آیات ہیں جن میں ایمان و

عقیدہ کو اعمال پر تقدم حاصل ہے۔ اِس ساری بحث سے مراد یہ ہے کہ عقیدہ کی صورت بنیاد ہے عمل کی صحت کی۔ عقیدہ میں نقص ہوگا یہ صحیح نہ ہوگا تو اعمال سب برباد اور بے اثر ہوں گے اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر عقیدہ وایمان کا حامل نہ ہو یا آنحضرت کی دل سے عزت نہ کرتا ہو یا آنحضور کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دل وجان سے عزت نہ کرے یا اگر کوئی آدمی رسول مقبول کی حدیث صحیحہ کو تاریخ سے زیادہ حیثیت ومقام نہ دیتا ہو تو ان میں سے ہر امر اسقدر مذموم اور برا ہے کہ اس کی یہ قباحت ہر حسن عمل وکردار کا دفتر عظیم بھی کم نہیں کرسکتا ایسی کسی بھی قباحت کی موجودگی میں صالح اعمال کے پہاڑ بھی ہوں گے تو ان کا اعتبار نہ ہوگا۔

کسی بدعقیدہ فرد کی تحریر یا تقریر کتنی ہی پُرکشش اور چکنی چپڑی دینی گفتگو ہو وہ ظلمت میں ملفوف ہوتی ہے عقیدہ صحیح نہ ہونے کے باعث نہ اس کی گفتگو ثمر بار ہوگی اور نہ ہی اس کی تحریر کردہ باتیں ظلمت سے مبرا ہونگی اُس کے تمام اچھے اعمال بھی برباد ہوں گے دینی اُس کا مکمل کردار عنداللہ مردود ہوگا حضور سید المرسلین وجہ تخلیق کائنات فخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہراً موجود ہوتے بھی مدینہ شریف کے متعدد منافقین نماز، روزہ وغیرہ میں پابند تھے زکوٰۃ وصدقہ بھی ادا کرتے تھے مگر اُن کے وہ تمام اعمال نامقبول ونامنظور ہوئے صرف اور صرف اِس لیے کہ ان کا عقیدہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں درست نہ تھا اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے فی الدرک لاسفل کی وعید فرمائی ان المنافقین فی درک الاسفل (بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوں گے) اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے بدعقیدہ وبدمذہب لوگوں کی تقریریں سننی نہیں چاہئیں اور نہ ہی ان کی تحریر کردہ کتابیں پڑھیں کیونکہ اس میں نقصان ہی نقصان ہے اور شیطانی چکر بازیاں

111 ص

ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اِن بد مذہبیوں سے بچائے رکھے اور ہمارا انجام درست عقیدہ کے ساتھ ہو۔

یاد ہے کہ شروع اسلام سے تاہنوز صحیح اور درست عقیدہ صرف اور صرف اہل سنت والجماعت کا ہے اِس کے علاوہ دیگر تمام فرقہ جات غلط عقیدہ کے حامل ہیں جبکہ ان میں سے ہر فرقہ ہی جانتا ہے کہ وہ درست عقیدہ پر ہے حالانکہ وہ فی الحقیقت غلط عقیدہ پر ہیں مگر لایشعرون (وہ سمجھتے نہیں یعنی ان کو اس بات اور حقیقت کا شعور ہی نہیں) ہم آئندہ صفحات میں انشاء اللہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں عقیدہ اہل سنت والجماعت کی تاریخی اہمیت بیان کریں گے کہ قرون اولیٰ سے یہی عقیدہ درست اور صحیح چلا آتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے لیکر صحابہ وتابعین اور دیگر علماء ومتصوفین اور جمہور اہل اسلام عقیدہ اہل سنت والجماعت پر ہی چلے آرہے ہیں اور یہی حق ہے۔

حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: اِنَّ اللہَ لایجمعُ اُمَّتِی عَلَی الضلالۃِ (بے شک میری امت کو اللہ تعالیٰ کسی گمراہی اور ضلالت پر جمع نہیں کرے گا) (ترمذی) وَ یدُاللہ عَلَی الجماعت (عام اہل اسلام کی جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جو اس سے علیحدگی اختیار کرے گا وہ دوزخ میں ڈالدیا جائے گا۔

من فارق الجماعۃ شبراً فَقَد خَلَعَ رِبقَۃَ الاسلامِ مِنْ عُنُقِہٖ

ترجمہ:۔ جو شخص اہل اسلام کی مشہور اور عام جماعت سے ایک بالشت بھی علیحدہ ہوگا اس نے اپنی گردن کو علاقہ اسلام سے قطعاً آزاد کرلیا یعنی اس کا رابطہ اسلام سے ختم ہوگیا۔

اور قارئین کے سامنے اظہر من الشمس ہے کہ شروع سے آج تک پوری دنیا

میں سب سے بڑی اور سب سے زیادہ معروف جماعت اہل سنت والجماعت ہی ہے اور اہل سنت والجماعت والا راستہ ہی صراط مستقیم ہے۔ اسی اہل سنت والجماعت میں سے نکل نکل کر دیگر بدعتی فرقے چھوٹے بنتے رہے ہیں جن میں سے اکثر وقت کے ساتھ اپنی موت خود مر گئے ہیں آج ان کا نام ونشان باقی نہیں۔

عقیدہ کی صحت ودرستگی مستقل اور دائمی ہونا لازم ہے

موجودہ پُر آشوب دور میں شیطان مختلف صورتوں میں مومنین کو گمراہ کرنے اور بہلانے پھسلانے کے لیے سامنے آتا ہے شیطانی لشکر کے کارکن مختلف فرقوں کے افراد کے روپ میں مبلغ بن کر خوش عقیدہ انسانوں کو ورغلاتے پھرتے ہیں لہٰذا مخلصین لہ الدین اور حق کے پرستاروں کو ان سے بچنا چاہئے اور ہوشیار رہنا چاہیے کہ عقیدہ میں بگاڑ پیدا نہ کر دیں ان بدعقیدہ لوگوں کی شکلوں کو دیکھ کر غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائیں جو فی الحقیقت مومنانہ شکل اپنائے ہوئے خارج از اسلام اور دوزخ کا ایندھن ہیں۔ مومن صادق ومخلص کا عقیدہ دائمی اور مستقل درست رہنا چاہئے اگر کسی وقت بھی عقیدہ میں خلل آجائے تو سابقہ تمام نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں اور تاحال کمائی گئیں نیکیاں سب رائیگاں ہو جاتی (حَبِطَت اعمَالُهُم) ہیں۔

"حدیث پاک میں ہے کہ قرب قیامت میں ایسا وقت آئے گا کہ انسان شرعی احکام کی ناواقفیت کی بنا کر صبح مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر (معاذ اللہ)

مطلب یہ کہ دین ومذہب کی ناواقفیت کی وجہ سے صبح وشام وہ بعض ایسی حرکات وافعال کا ارتکاب کرے گا کہ کافر ہو جائے گا خلاصہ یہ کہ مومن کو لازم ہے کہ اپنی دولت ایمان کو ضائع نہ ہونے دے۔ شیطان اور گمراہ افراد کے تاثرات

سے بچتا رہے اور شب و روز دھیان رکھے کہ کوئی حرکت ایسی سرزد نہ ہو جس سے متاع ایمان خورد برد ہو جائے اور ہمیشہ کے لیے انسان جہنم رسید ہو جائے اور تاریخ میں ایسے واقعات موجود ہیں قرآن و حدیث اس پر شاہد عدل ہیں کہ بسا اوقات ایسا ہوا کہ بعض آدمیوں کا ایمان جاتا رہا اور نجات دائمی سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئے اور یہی وجہ ہے کہ حدیث پاک میں وارد ہے انما العبرہ بالخواتیم (نجات انجام پر موقوف ہے) اگر خدا کے فضل سے خاتمہ ایمان پر ہو گیا تو نجات ورنہ.......... اللہ تعالیٰ سب ایمانداروں کو آخر دم تک ایمانی دولت کو محفوظ رکھنے کی سعادت سے مالا مال فرمائے آمین ثم آمین۔

بزرگان دین نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایمان کے حصول کے بعد اپنے اعمال پر فخر نہ کرے جو کارِ خیر نصیب ہو یہ جانے کہ میرے مولیٰ کریم کی توفیق سے ہے اسی کا کرم ہے اعمال صالح کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اعمال کے ضائع ہونے سے ڈرتا رہے اور علماء کرام سے پوچھتا رہے کہ کونسی باتوں اور کاموں سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے شیطان اور گمراہ لوگوں کے وساوس اور خیالات سے بچتا رہے دعا مانگتا رہے کہ اے اللہ دولت ایمان جو تو نے مجھے محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائی ہے تا آخر میرے ہمراہ رہے اسی پر میرا خاتمہ ہو تو اُمید ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ ایمان محفوظ رہے گا۔'' (بہار جنت)

عقیدہ اہل سنت والجماعت کے بارے میں مفسرین و محدثین اور بزرگوں کے ارشادات

ہر شخص خیال کرتا ہے کہ میرا عقیدہ درست ہے مگر حقیقت اس کے برعکس

ہے کیونکہ صحیح عقیدہ صرف اور صرف اہل سنت والجماعت کا ہی ہے باقی سب ہلا کی اور ناری ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ اکابرین مفسرین ومحدثین اور دیگر بزرگان دین کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

تفسیر مظہری:۔

حنفی مالکی شافعی اور حنبلی ان چار مذاہب پر مجتمع ہی جماعت اہل سنت والجماعت ناجیہ جماعت ہے اور جو کوئی بھی ان چار مذاہب سے خارج ہے وہ اہل بدعت و نار سے ہے (ترجمہ)

تفسیر روح البیان:۔

زیر آیت: وعلی اللہ قصد السبیل فرمایا ہے (ترجمہ) اِس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ہی سیدھا راستہ ہے اور یہ وہی طریقہ اہل سنت والجماعت ہے۔

تفسیرات احمدیہ صفحہ 227:۔

مگر تحقیق یہ ہے کہ حق اہل سنت والجماعت میں ہی ہے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں:۔

الفرقة لناجية هم اهل السنت (یعنی اہل سنت والجماعت ہی وہ جماعت ہے جو ناجی ہے (فتوحات وہبیہ شرح اربعین نوویہ صفحہ 179)

شیخ المحدثین شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:۔

فرماتے ہیں کہ احادیث متواتر اور آثار کثیرہ سے سلف صالحین صحابہ کرام و تابعین اور ان کے بعد والوں کا مذہب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب اہل سنت و الجماعت عقیدہ اور طریقہ پر ہے۔ (اشعۃ اللمعات صفحہ 14)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ:۔

میں نے تدبر کیا کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مذہب فقہ یعنی حنفی مالکی شافعی حنبلی میں سے کس مذہب کی جانب میلان رکھتے ہیں تاکہ میں بھی اسی مذہب کو اپناؤں پس معلوم ہوا آنحضور کے نزدیک یہ تمام مذاہب فقہ صحیح ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں اسماعیل فقیہہ فرماتے ہیں میں نے حافظ ابواحمد حاکم کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے نزدیک زیادہ نجات پانے والا کونسا فرقہ ہے تو انہوں نے کہا اہل سنۃ۔ (شرح الصدور صفحہ ۱۱۹)

حضرت مرزا جانجاناں رحمۃ اللہ:۔

ترجمہ:۔اُخروی نجات محض اس پر ہی موقوف ہے کہ تمام افعال واعمال اور اقوال اور اصول وفروغ میں فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہی کی اتباع کریں اِس لیے کہ اہل سنت ہی واحد جنتی فرقہ ہے اس کے علاوہ دیگر تمام فرقے زوال اور ہلاکت کے کنارہ پر کھڑے ہیں آج یہ بات کوئی جانے یا نہ جانے کل روز قیامت ہر کوئی جان لے گا لیکن اس وقت کا جاننا بے فائدہ ہوگا۔

(مکتوبات شرح ب 86 ومکتوب ب 69 نیز مکتوبات فارسی صفحہ 740 وصفحہ 75)

حضرت عبدالوہاب شعرانی:۔

بلاشبہ تم اس کتاب (میزان کبریٰ) کو انصاف کی نگاہ سے دیکھو گے تو اس سے صحیح عقیدہ کی تحقیق ہوجائے گی بلاشبہ یہ چاروں امام اوران کی تقلید کرنے والے یعنی حنفی شافعی مالکی اور حنبلی ظاہراً اور باطناً من جانب ہدایت پر ہیں۔(المیز ان الکبریٰ صفحہ 7)

حضرت علامہ ابن العابدین رحمۃ اللہ علیہ:۔

آپ کا ارشاد ہے کہ جو کوئی اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف بات کرتا ہے وہ بدعتی ہے۔(درالمختار ج نمبر 3 صفحہ 254)

یہ بھی یاد رہے کہ مخالفین اہل سنت والجماعت کے اکابرین بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا طریقہ ہی حق اور سچا و صحیح ہے اس کے خلاف بات کرنے والے بدعتی ہیں نوٹ فرمائیں۔

مولوی رشید احمد گنگوہی:۔

یہ حضرت فرماتے ہیں جو کوئی عامل الحدیث اپنے زعم کے مطابق مجتہدین راسخین پر سب وشتم کرتے ہیں اور مسائل عن النصوص استنباط کردہ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے زشت وزبوں جائیں ایسے لوگ خارج از فرقہ ناجیہ اہل سنت اور ہوائے انسانی کی پیروی کرنے والے اور گروہ اہل ہوا میں داخل ہیں۔(سبیل الرشاد صفحہ 25)

علامہ ابن تیمیہ:۔

ترجمہ:۔اہل سنت والجماعت ایک پرانا مذہب ہے یہی مذہب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مذہب تھا جو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سیکھا تھا۔اس کی مخالفت کرنے والا عند اہل سنت والجماعت بدعتی ہے۔(منہاج السنت صفحہ 25، ج 1)

مندرجہ بالا تمام حوالجات سے اظہر من الشمس ہے کہ جملہ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین، بزرگان دین، سلف صالحین ہی صرف نہیں بلکہ مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ و مذہب حق اور سچا اور راست ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کی جماعت ہی نجات یافتہ ہے دیگر تمام فرقے جو اس کے مخالف ہیں

صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں دوزخی ہیں بدعتی ہیں اوران کی اتباع شریعت حقہ کی مخالفت ہے ان کا طریقہ جنت کی راہ نہیں۔

واضح ہو چکا ہے کہ راہ نجات طریق اہل سنت والجماعت ہی ہے اسی کی اتباع جنت رساں ہے یہی صراط مستقیم ہے یہی طریقہ وعقیدہ اللہ تعالیٰ اور حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قدسی بارگاہ میں مقبول ہے پس ناظرین پر لازم ہے کہ وہ طریقہ اہل سنت والجماعت کو ہی اپنا کر اپنی دنیوی واخروی فلاح ونجات پائیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی عقیدہ اہل سنت والجماعت پر قائم رکھتے ہوئے خاتمہ بالخیر سے مشرف فرمائے اور اپنے فضل وعنایات اور احسانات سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:۔

اما مذاہب مختلفہ اہل سنت والجماعۃ مثل اشعریہ و ماتریدیہ در عقاید و مثل حنفی شافعی مالکی و حنبلی در فقہیات و مثل قادری چشتی نقشبندی و سہروردی در سلوک ایں ہمہ را فقیر برحق می داند۔ ترجمہ: اہل سنت والجماعت عقاید میں اشعری اور ماتریدی فقہیات میں حنفی شافعی مالکی اور حنبلی سلوک وتصوف میں قادری چشتی نقشبندی اور سہروردی...... فقیر ان سب کو برحق جانتا ہے۔

(مذہب اہل سنت بحوالہ فتاویٰ عزیزیہ جلد نمبر 2 صفحہ 74)

حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا موقف:۔

شاہ ولی اللہ بڑے پرزور انداز میں فرماتے ہیں۔ **لیس مذهب فی هذه الازمنة المتاخرة هذه الصفة الاهذه المذهب الاربة و مذهب الامامية والـذيـدية وهـم اهـل البـدعة** (ان آخری زمانوں میں سوائے ان چار مذہب

(حنفی شافعی مالکی اور حنبلی) کے کوئی مذہب نہیں ہے ہاں امامیہ وزیدیہ مذاہب تو ضرور ہیں مگر وہ اہل بدعت ہیں (اہل سنۃ نہیں ہیں) عقدالجید صفحہ 22)

شاہ صاحب کے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ آپ کے زمانے میں سوائے اہل سنت والجماعت کے کوئی دوسرا مذہب نہیں تھا جو تھے بھی وہ زمانے کی بوقلمونیوں میں ختم ہو چکے ہوئے تھے ہٹ چکے ہوئے تھے یہ غیر مقلدین موجودہ دور میں چھلانگیں لگانے والے وہابی اہل حدیث وغیرہ بعد میں پھر نمودار ہو گئے ہیں یہ موجودہ نام نہاد اہل حدیث لوگوں نے انگریز سے اپنا نام اہل حدیث لیا تھا جو ہم بعد میں آئندہ صفحات میں بیان کریں گے ان کے علاوہ دیگر تمام نام نہاد فرقوں نے بھی خود کو بعد میں قائم کر لیا ان کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہرگز کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ آنحضور علیہ السلام کے ارشاد مبارک "ما انا علیه و صحابی" کے مطابق نہیں ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ کی مزید وضاحت:۔

وہ لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص (**من كان على مثلی ما انا عليه و اصحابی**) میرے اور میرے صحابہ کی راہ پر ہے پورے اسلام کا مثالی نمونہ ملاوٹ سے دور صرف اہل سنۃ والجماعت ہی ہیں اہل سنت ہی میں صدیقین شہداء اور صالحین ہیں اور ان ہی میں ہدایت کے جھنڈے تاریکیوں کے چراغ بڑی منقبت والے اور بڑی اونچی فضیلت والے ہیں ان ہی میں وہ ائمہ دینی ہیں جن کی راہنمائی اور درایت پر پورے کے پورے مسلمانوں نے اجماع کر لیا ہے اور یہی طائفہ منصورہ ہیں عربی عبارت یوں ہے: **قال من كان على مثل ما انا عليه و اصحابی مارا المتمثلون بالا سلام المحض الخالص عن الشوب اهل السنة والجماعة فيهم الصديقون و الشهداء و الصالحون ومنهم اعلام الهدى**

ومصابيح الذی اولو المناقب ولمناقب الماثوره والفضائل المذکورة وفیھم الائمہ ٔدین اجمع المسلمون ھی ھدا یتیھم ودرائتھم وھم الطائفۂ منصوره. (مذہب اہل سنت بحوالہ الفرقۃ الساجیہ صفحہ 406)

ابن تیمیہ کی مزید وضاحت:۔

ابن تیمیہ نے مزید کھلے اور واضح انداز میں کہا ہے کہ

اما الصحابة والتابعون دائمة الاسلام المعروفون بالامامة فی الدین کمالک والثوری والاوزاعی واللیث و الشافعی واحمد واسحاق وابی حنیفه وابی یوسف وامثال ھؤلاء وسائر اھل سنة .

(مذہب اہل سنت بحوالہ منہاج السنۃ)

مندرجہ بالا عبارت میں حضرت مالک اور ثوری اور اوزاعی اور حضرت لیث، شافعی، احمد، ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نام ذکر کر کے انہیں تمام اہل سنت والجماعت اور تمام اہل اسلام کے معروف اور جانے پہچانے امام بتایا گیا یہ سب دین اسلام کے امام ہیں اور ان تمام کے متبعین بھی سنت والجماعت ہیں۔

مذہب اہل سنت والجماعت کا تاریخی جائزہ

﴿احادیث کی روشنی میں﴾

گذشتہ اوراق میں یہ روشن دلائل کے ساتھ وضاحت ہو چکی ہے کہ جو عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے وہی طریقہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو سکھایا تھا تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس عقیدہ وطریقہ کے پیروکار تھے اور یہی مسلک اہل سنت والجماعت صحابہ کرام سے تابعین اور تبع تابعین

اور پھر ان سے آگے تمام بزرگان اسلام نے سیکھا اور یہی مسلک صحیح اور حق ہے اس کے علاوہ جتنے طریقے عقیدے اور مسالک ہیں ان کے پیروکار اور تمام فرقہ جات گمراہ اور جہنمی ہیں ان سے بچنا ہر مسلمان پر واجب ہے اُخروی نجات کے خواہشمند مخلص اہل اسلام کی رہنمائی کے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حیات انسانی کا کوئی گوشہ تشنۂ تکمیل نہیں چھوڑا زندگی کی راہ کا ہر خدشہ وخطرہ واضح کر دیا ہے اِس طریقہ میں حائل ہونے والے ہر موڑ پر موجود راہزنوں، ڈاکوؤں، دھوکہ بازوں فریب کاروں اور منافقوں کی نشاندہی فرمادی ہے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو تمام انسانی ملکی علوم سے بڑھ کر علم عطا فرمایا ہے کائنات کا ذرہ ذرہ آنحضور کی نظر میں تھا اور ہے غیوبات کا علم رکھتے ہیں آنے والے واقعات سے بخوبی آگاہ ہیں تمام مخلوقات میں کوئی بھی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم میں برابری نہیں کرسکتا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانی وملکی رسولوں سے افضل ہیں اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور اس ذات جل جلالہ کے حبیب ہیں۔ آپ نے اپنی امت کی رہنمائی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی کوئی گوشہ تشنۂ ہدایت نہیں چھوڑا آنخضور نے اس ظلمت کدہ جہان کو منور فرمادیا رشد وہدایت کا کما حقہ حق ادا کر دیا زندگی کے ہر خطرناک موڑ پر نشیب وفراز کو واضح فرمادیا تا کہ آپ کی امت آپ کی ہدایات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے ایمان کو محفوظ رکھتے ہوئے سلامتی کے ساتھ اپنے خالق و پروردگار کی بارگاہ قدس میں پہنچ سکیں آپ نے قیامت تک کے دوران رونما ہونے والے تمام واقعات سے امت کو آگاہ فرمادیا تمام واقع ہونے والے فتنوں سے قوم کو مطلع فرمادیا دین اسلام کے پر بہار گلستان میں خرابی ڈالنے والے ہر مفسد اور ہر بدخواہ گستاخ شیطانی فطرت کے حامل انسان نما شیطان کو پوشیدہ نہیں رہنے دیا اس کے ہر

خدوخال سے یوں پردہ اٹھادیا ہے کہ پہلی ہی نظر میں دیکھنے والا جان جاتا ہے کہ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے اسے پہلے دیکھا ہوا ہے:

قَامَ فینا رَسُوْل اللهِ صَلی اللهُ عَلیهِ وَسَلّمَ مَقامًا ما تَرَکَ شَیئًا یَکُوْن فِی مَقامِهٖ ذالِکَ اِلیٰ قِیامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ من حفظهٗ وَنَسِیَهٗ من نَسِیَهٗ قَد عَلِمَهٗ اصحابی هٰؤُلاءِ وَ اِنَّهٗ لیکون مِنهُ الشَّیءُ قَد نَسِیتهٗ فَاَرَاهُ فاذکره کَمَا یَذکرالرَّجل وجه الرَّجل اِذاغاب عَنهُ ثُمَّ اِذَا عَرَفَهٗ . (مشکوٰۃ ص461 بخاری ومسلم)

ترجمہ:۔ ہم میں ایک جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قیام پذیر ہوئے آپ نے اس جگہ میں قیامت تک رو پذیر ہونے والی کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس سے متعلق خبر دے دی جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو کوئی اس کو بھول گیا وہ بھول گیا۔ یہ بات میرے ساتھی جانتے ہیں ان واقعات میں سے کوئی چیز ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں پھر اس کو دیکھتا ہوں تو یوں یاد کر لیتا ہوں جیسے کوئی شخص کسی کا چہرہ پہچان لیتا ہے جب وہ اس سے غائب رہا ہو پھر جب اس کو دیکھے تو پہچان لے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں قیامت تک واقع ہونے والے واقعات یوں ذہن نشین کرادئے کہ جس صحابی کے سامنے کوئی واقعہ ہوتا وہ فوراً پہچان لیتا کہ یہ تو وہی فتنہ ہے جو آنحضور نے ہمیں فلاں مجلس میں بیان فرمایا تھا اگر کوئی شخص یہ مضمون تفصیل کے ساتھ دیکھنا چاہے تو وہ بخاری شریف جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 452 اور جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 282 دیکھ سکتا ہے وہاں پر آپ نے تمام واقعات مفصل بیان فرماتے ہوئے اعلان بھی فرمایا کہ مجھ سے پوچھو (سلونی) میں جواب دوں گا۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اولین وآخرین کا

سارا علم عطا فرمایا ہوا تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کے قریب ہونے والے مجاہدین کے بارے میں یوں پیشگوئی فرمائی:

انی لاعرف اسماء ھم والوان خیر لھم ھم خیر نوارس اومن خیر نوارس علیٰ ظھر الارض یومئذ (رواہ مسلم ومشکوٰۃ)

کہ ان کے نام ان کے باپ دادوں کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں اور وہ لوگ اس دن روئے زمین پر بہترین سوار ہوں گے سبحان اللہ یہ ہے میرے آقا و مولا حبیب کبریا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم پاک کی ایک جھلک۔

حدیث پاک: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت پر وہی حالات وارد ہوں گے جیسے بنی اسرائیل پر آئے جس طرح جوتی کی جوتی سے برابری حتی کہ اگر کسی نے اپنی ماں سے علانیہ زنا کیا تو وہ میری امت میں بھی ہوگا جو اس طرح کرے گا **ان بنی سرائیل تفرقت علی اثنین وسبعین مِلَّة وتفرق امتی ثلث و سبعین ملة کلھمفی النار الا ملة واحدة قالوا من ھِی یا رسول اللہ ! قال مانا علیه واصحابی** (رواہ ترمذی احمد ابوداؤد) بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک کے سوا تمام باقی دوزخی ہونگے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ ایک فقہ کون ہے فرمایا وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

یہاں قابل غور آنحضور کے یہ الفاظ **مانا علیہ واصحابی** ہیں **ما انا علیہ** سے مراد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ زندگی یعنی آپ کی سنت ہے اور اصحابی میرے صحابہ) سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریق یعنی سنت صحابہ ہے اور یہی کچھ اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے یعنی سنت رسول اور صحابہ کی

جماعت کی سنت پر عمل پیرا ہونا اِسی بنا پر یہ اصطلاع اہل سنت والجماعت ہے دیگر الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں اہل سنت والجماعت ہی وہ جماعت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت کے مطابق عمل کرنے والی جماعت ہے لہٰذا یہی ایک جماعت ہے جو کامیاب اور جنت کی مستحق ہے۔

نیز حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ میری امت پر بھی وہی حالات آنے والے ہیں جو بنی اسرائیل پر آئے من وعن اسی طرح کے اعمال میری امت کے بعض لوگ بھی کریں گے جس طرح بنی اسرائیل کرتے رہے اِس حد تک حالات میں برابری ہوگی کہ جیسے آپ کے پاؤں کی جوتی دوسرے پاؤں کی جوتی کے برابر ہوتی ہے شکل وصورت میں پیمائش میں لمبائی میں چوڑائی میں رنگ میں اور مواد (Material) میں بعض لوگ مشرکین سے بھی مل جائیں گے یا ملیں گے میری امت کے ظاہری اور باطنی حالات بالکل اعمال میں عقاید میں بنی اسرائیل کے مانند ہو جائیں گے۔ آج آنحضور کی یہ پیشگوئی مشاہدے میں درست نظر آرہی ہے انگریزوں نے داڑھیاں مونڈیں موچھیں بڑھائیں مسلمانوں نے بھی یہی شکل اختیار کر لی انگریزوں نے ناک کے نیچے مکھی نما مونچھ رکھ لی تو مسلمانوں نے بھی ان کی نقل کرتے ہوئے مکھی نما مونچھ رکھنی شروع کر دی پھر ایسا دور آ گیا کہ انگریزوں نے دھاڑی اور مونچھ دونوں ہی بالکل صاف کر دیں تو دھاڑی رہی نہ مونچھ تو مسلمان بھی اسی حلئے میں ہو گئے اور یہ عمل ہم ہر جگہ دیکھ رہے ہیں اب مسلمان دھاڑی مونچھ کی بالکل صفائی کر کے گلے میں نکٹائی باندھ کر اور پتلون پہن کر بڑے اکڑپن میں پھرتے ہیں اور اسلامی شکل وصورت اور اعمال کا تمسخر اڑاتے ہیں اور اسلامی لباس کو پسماندگی (Back wordnes) کہتے ہیں عقاید کو دیکھیں تو وہ بھی بنی اسرائیل

والے یہاں بنی اسرائیل انبیاء کے دشمن ہوئے ہیں تو اب بعض مسلمان نما لوگ اور فرقے بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص کو بڑی دریدہ دہنی سے جھٹلاتے ہیں آپ کی عظمت وفضیلت کو گھٹانے کی جدوجہد میں لگے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے آپ کو عطا کردہ علم غیب کی نفی کرتے ہیں اور آپ کو عام آدمی کے برابر سمجھتے ہیں اور پراپیگنڈا کرتے ہیں کہ (معاذ اللہ) آپ مر کر مٹی ہو چکے ہیں آپ کے صحابہ کے مزاروں کو مسمار کر دیا ہے آپ کے شہروں مکہ شریف اور مدینہ منورہ کو تاخت وتاراج کرنے سے باز نہیں رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان اور دینی آثار مٹا دینے سے باز نہیں رہے ہندوستان میں جب شدھی تحریک ہندوؤں نے چلائی تو ہزاروں مسلمان ہندو ہو گئے دیوبندی مکتبہ فکر والے اپنے مدرسہ میں سالانہ جلسے کی صدارت اندرگاندھی ہندو عورت سے کرواتے رہے 1947ء میں جب اہل اسلام نے اپنے لیے الگ ملک ووطن یعنی پاکستان بنانے کی زبردست اور ہمہ گیر تحریک چلائی تو یہ مسلمان نما ہندو یعنی دیوبندی اور وہابی فرقوں نے ہندوؤں کی سیاسی پارٹی کانگرس کا ساتھ دیا پاکستان اور اہل اسلام کے خلاف ہندو مشرکین سے مل گئے میرے یہ آقا ومولا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی سچ اور حق ثابت ہوئی عوام الناس دیکھ چکے ہیں اور دیکھ رہے ہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جنتی جماعت کے متعلق فرما دیا ہے کہ وہ میری اور میرے صحابہ کی سنت کی پیروی کرنے والے ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور احسان عظیم سے جماعت اہل سنت والجماعت ہے اصولی اور اعتقادی طور پر تمام مدعیان اسلام فرقوں میں واحد جماعت اہل سنت والجماعت ہی صحیح

اور حقیقی اسلام کی ترجمان اور پیروکار ہے جو سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزانہ ارشاد نبوی ما انا علیہ واصحابی پر مبنی ہے مراد یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت جامعہ اور جماعت محترمہ صحابہ کرام کی پیروی کرنے والے ہیں اور اس لیے یہی اہل سنت والجماعت ہی نجات کی حقدار اور جنت میں جانے والی جماعت ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے علاوہ دیگر تمام فرقے دوزخی ہیں اور انکا ہر فعل و عمل اسلامی نہیں بلکہ شیطانی ہے اِس مضمون کی مزید وضاحت زبان نبوی سے ہم مندرجہ ذیل صحیح مرفوع حدیث مبارک میں پاتے ہیں جس سے ہر قسم کے شکوک و شبہات دور ہو جاتے ہیں کہ مزید کوئی الجھن یا شک باقی نہیں رہتا جناب علامہ حضرت عبدالکریم شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی، کتاب الملل والنحل جز اول مطبوعہ بیروت یہ مرفوع حدیث پاک نقل فرمائی ہے:

حدیث پاک: اَخبَرَ النبی علیہ السلام ستفرق اُمَّتِی عَلٰی ثلث و سبحین فرقۃ. الناجیۃ مِنھا واَحِد وَالیاقون ھلکی قیل وَمَن ناجیۃ قال اھل السُّنَّۃ وَالجَماعۃ قِیلَ ومن اھل السُّنَّۃ والجماعۃ قال ما انا علیہ الیوم واصحابی.

ترجمہ:۔ نبی کریم روف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ عنقریب میری امت تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں سے ناجی فرقہ صرف ایک ہوگا اور باقی تمام فرقے ہلاک ہونے والے (یعنی جہنمی) ہوں گے عرض کیا گیا کہ ناجی فرقہ والے کون ہوں گے تو فرمایا وہ اہل سنت والجماعت ہوں گے پھر عرض کیا گیا کہ اہل سنت والجماعت کون لوگ ہوں گے تو آپ نے فرمایا کہ وہ اس طریقہ پر ہوں گے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

اِس حدیث پاک نے حقیقت اظہر من الشمس کردی ہے کوئی الجھاؤ باقی نہیں رہا امت فرقوں میں بٹی ہوئی ہے ہمارے سامنے متعدد فرقے وجود میں آ کر نیست و نابود بھی ہو چکے ہیں اور متعدد فرقے ابھی ہمارے سامنے ہیں یہ تمام فرقے سوائے اہل سنت والجماعت کے ناری دوزخی ہیں دوسرے یہ حقیقت بھی سامنے آ گئی ہے کہ اہل سنت والجماعت کی اصطلاح خود زبان نبوی کی اختیار کردہ ہے کوئی نئی نہیں ہے نیز یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ جنتی اور نجات یافتہ جماعت صرف اور صرف اہل سنت والجماعت ہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محبت کرنے والے عشاق لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہر چیز کو ادب وعظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں آنحضور کے نام نامی اسم گرامی کو چوم کر آنکھوں پر لگاتے ہیں آنحضور کے شہر مدینہ منورہ کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں خاک مدینہ پر قربان ہو جاتے ہیں جبکہ اس کے برعکس مسلمان خارجی وہ بھی ہیں جو آنحضرت کے روضہ مبارک پر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونا بھی پسند نہیں کرتے ان کی بدنصیبی و بدبختی اسی سے ہی ثابت ہو جاتی ہے کہ اپنے نبی کے پاس یا قریب جانے سے گریزاں ہوتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں اہل سنت والجماعت:۔

ناظرین دیکھ چکے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کی اصطلاح زمانہ نبوی میں تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خود زبان پاک سے یہ اصطلاح وارد ہوئی اور اس جماعت کا نام اہل سنت والجماعت خود نبی کریم رؤف ورحیم کا ہی عطا کردہ ہے جیسے کہ مذکورہ بالا حدیث پاک سے عیاں ہے اب ہم دیکھتے ہیں کہ دورِ صحابہ کرام میں بھی یہ اصطلاح اور نام جاری تھا اور صحابہ کرام اس جماعت میں ہونا اپنے لیے باعث

فخر جانتے تھے۔

جناب حضرت ملا علی قاری محدث حنفی مرقات شرح مشکوٰۃ جلد دوم باب المسح علیٰ الخفین میں ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

سُئِلُ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه عن علامات اهل سنت و الجماعت فقال ان تحب الشیخین و لا تطعن الختنین

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ اہل سنت والجماعت کی علامات کیا ہیں اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ شیخین (حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے محبت رکھنا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دو دامادوں یعنی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر طعن نہ کرنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

یہ روایت مزید روشنی ڈالتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں یہ اصطلاع اہل سنت والجماعت جاری تھی اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کے مطابق اہل سنت والجماعت کی علامات فرمائیں اور دیگر صحابہ نے اپنی زبان صحبت سے اس اصطلاح اہل سنت والجماعت کو ادا بھی کیا نیز اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کے دور میں بھی اہل سنت والجماعت کے طریقے پر رہنا ہی صراط مستقیم تھا اور یہی طریقہ و مسلک پسندیدہ و حق ہے اس کے علاوہ سب طریقے بدعت ،وگمراہی ہیں۔

تابعین کے دور میں اہل سنت والجماعت:۔

حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور تابعی ہیں انہوں نے فرمایا:

عن ابن سیرین قال لَم یکونو یتسَالُون عن الاَسنادِ فَلمَّا وَقعت الفتنة قالوا سمُّوا لَنَارِ جَالِکُم فینظر اِلٰی اهل السَّنَةِ فیوخذحدیثهُم

وینظر الی اهل البدع فلا یوخذ حدیثهم

ترجمہ۔ پہلے زمانے میں کوئی حدیث بیان کرتا تھا تو اس سے سند نہیں پوچھتے تھے پھر فتنہ پھیلا (یعنی گمراہی کا آغاز ہوا یعنی بدعتیں روافض اور خوارج اور مرجیہ وقدریہ کی شائع ہوئیں) تو لوگ کہنے لگے کہ اپنی اپنی سند بیان کرو دیکھیں گے اگر روایت کرنے والے اہل سنت ہوں گے تو قبول کرلیں گے ان کی روایت اور جو بدعتی ہیں ان کی روایت قبول نہ کریں گے۔

(ترجمہ: مولوی وحید الزمان اہل حدیث عربی عبارت صحیح مسلم معہ شرح نوری صفحہ 21)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد:۔

تفسیر ابن کثیر مطبوعہ بیروت جلد نمبر 1 صفحہ 391 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یوم تبیض وجوہ وتسود یعنی یوم قیامت حین تبیض وجوہ اهل السنة والجماعت وتسود وجوہ اهل بدعت والفرقة قاله ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کچھ چہرے سفید نورانی ہوں گے وہ اہل سنت والجماعت ہیں اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے اور وہ اہل بدعت فرقے ہوں گے یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد:۔

آپ نے ارشاد فرمایا ہے: اما اهل الجماعت فاناومن التبعنی وان قلّوا. اما اهل السنة فالتمسکو بماسنة الله ورسوله

ترجمہ:۔ اہل جماعت میں ہوں اور وہ لوگ جو میری اتباع کریں گو وہ تھوڑے

ہوں اور اہل سنت وہ لوگ ہیں جو ان طریقوں پر قائم ہوں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جاری کیا۔ (شیعہ کی مستند کتاب احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ 84)

اِس اقتباس سے معلوم ہو گیا ہے کہ نجات یافتہ صرف اہل سنت والجماعت کے لوگ ہی ہیں ور یہی نام زبان نبوی سے بھی ادا ہوا ہے اس کے علاوہ دیگر تمام نام بعد کے رکھے ہوئے ہیں ان کا نام ہی ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے خواہ اہل قرآن ہوں یا اہل حدیث کیونکہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا ہے تو پھر اس کو ترک کرنے کی کیا وجہ۔ سبحان اللہ فرمان رسول اللہ اللہ (بشارۃ الجنۃ لاھل سنۃ)

صحت عقیدہ کی تصدیق وتائید علماء حق سے:۔

اہل سنت والجماعت کے مسلک کی تصدیق اکابر مفسرین کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور محدثین واکابر علماء حق نے فرمائی ہے اور اس کی صحت و درستگی کے سرٹیفکیٹ جاری فرمائے ہیں ہم اختصار کے ہاتھ ان میں چند ایک بیان کرتے ہیں ملاحظہ ہوں: ان کے مطابق جنکا عقیدہ صحیح ہوگا ان ے اعمال بھی صحیح ہوں گے قابل اعتبار ہوں گے اور باعث فلاح ونجات ہوں گے قارئین اپنے عقیدہ کی درستگی یا باطل ہونے کا جائزہ ان کی روشنی میں لے سکتے ہیں۔

تفسیر روح البیان:۔

زیر آیت **وَعَلٰی اللہِ قَصۡدُ السَبِیل** فرماتے ہیں کہ بے شک **قصد السبیل ھُوَ دِینُ الاِسۡلَامِ وَھُم اَھۡلَ السُّنَۃِ والجماعۃِ**

ترجمہ:۔ بے شک سیدھا راستہ دین اسلام ہی ہے اور وہ طریقہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔

تفسیر مواہب الرحمٰن صفحہ نمبر 163:۔

اہل سنت والجماعت سچا مذہب ہے۔

تفسیر مظہری:۔

ترجمہ:۔فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت چار مذہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی پر جمع ہوا ہے۔ اِن چہار مذاہب سے جو خارج ہے وہ اہل بدعت و نار ہے۔

علامہ ذہبی کا ارشاد:۔

الفرقَةُ النَّاجِيَةَ هُم اهلُ السَّنَةُ وَاجماعَة

ترجمہ:۔اہل سنت والجماعۃ ہی فرقہ نجات یافتہ ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد

ترجمہ:۔نجات اخروی صرف اس پر موقوف ہے کہ سارے اقوال افعال اور اصول وفروع میں صرف اہل سنت والجماعت کی اتباع ہو کیونکہ اہل سنت ہی ایک جنتی فرقہ ہے دیگر تمام زوال اور ہلاکت کے کنارے پر کھڑے ہیں آج اس بات کو کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے کل بروز قیامت ہر کسی کو معلوم ہو جائے گا لیکن اس وقت جان لینا بے فائدہ ہوگا۔ (مکتوبات شرح ب86 ومکتوب ب69 مکتوب فارسی صفحہ 5)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:۔

آپ فرماتے ہیں کہ اسماعیل فقیہہ نے فرمایا ہے کہ میں نے حافظ ابو احمد حاکم کو خواب میں دیکھا اور ان سے سوال کیا کہ تمہارے نزدیک زیادہ نجات یافتہ کونسا فرقہ ہے تو انہوں نے کہا اہل سنۃ۔ (شرح الصدور صفحہ 119)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تدبر کیا کہ فقہی مذاہب، حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی میں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کس مذہب کی جانب میلان رکھتے ہیں تاکہ میں بھی وہ مسلک اختیار کروں تو پتہ چلا کہ آپ جناب کے نزدیک تمام فقہی مذاہب درست ہیں۔(فیض الحرمین مشہد دہم)

جناب حضرت شیخ المحد ثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی:۔

ترجمہ:۔احادیث متواترہ اور کثیر آثار سے سلف صالحین صحابہ کرام تابعین اور اُن سے بعد والوں کا مذہب یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب اہل سنت والجماعت عقیدہ اور طریقہ پر ہیں۔(اشعۃ اللمعات صفحہ نمبر 14)

حضرت مرزا جانجاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:۔

ترجمہ:۔اہل سنت ہی حق بجانب معلوم ہوتے ہیں۔

(کلمات طیبات فارسی 32 مقالات مظہری)

حضرت عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:۔

بلاشبہ تم اس کتاب (میزان الکبریٰ) کو انصاف کی نظر سے دیکھو گے تو اس سے صحیح عقیدہ کی تحقیق ہو جائے گی یعنی بلاشبہ ہر چار امام اور ان کے مقلدین حنفی شافعی مالکی حنبلی ظاہری اور باطنی طور پر منجانب اللہ تعالیٰ ہدایت پر ہیں۔

حضرت علامہ ابن العابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:۔

آپ فرماتے ہیں جو کوئی اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف بات

کرے وہ بدعتی ہے۔(ردالمحتار صفحہ 254، ج3)

درج ذیل مخالفین کے دواکابر کے اقوال بھی دیکھ لیں۔

علامہ ابن تیمیہ:۔

انہوں نے فرمایا ہے۔ ترجمہ: اہل سنت والجماعت ایک پرانا اور مشہور مذہب ہے یہی مذہب تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اور یہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا تھا جو کوئی اس کی مخالفت کرے وہ اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک بدعتی ہے۔(منہاج السنۃ ج1 صفحہ 256)

مولوی رشید احمد گنگوہی:۔

یہ فرماتے ہیں جو عامل بالحدیث بزعم خویش ہوکر مجتہدین راسخین پر سب و شتم کرتے ہیں اور فقہ کے مسائل مستنبطہ عن النصوص کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہوئے زشت وزبوں جانتے ہیں وہ لوگ فرقہ ناجیہ اہل سنت سے خارج ہیں اور متبع ہوا انسانی اور گروہ اہل ہوا میں داخل ہیں.......... نیز کہا ہے کہ جملہ مجتہدین اور ان کے اتباع اور جملہ محدثین فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہونگے۔(سبیل الرشاد صفحہ 25)

مندرجہ بالا تمام حوالہ جات سے بالکل واضح ہے کہ نجات یافتہ فلاح پانے والی جماعت صرف اور صرف اہل سنت والجماعت ہے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہی نبوی دور رسالت سے لیکر صحابہ کرام تابعین تبع تابعین سلف صالحین سے آج تک تمام علماء، صوفیہ اور عوام الناس مومنین کا چلا آرہا ہے۔اسی میں فلاح اور نجات اخروی ہے اس کے خلاف عمل پیرا تمام دیگر فرقے اہل ہوا ہیں بدعتی ہیں جہنمی ہیں۔اُن دیگر بدعتی فرقوں کی پیروی یا اُن میں عقیدہ کی رُو سے داخل ہونا دوزخ میں داخل ہونا ہے

اور صراطِ مستقیم فی الدین سے بہت دور بہت دور بہت دور ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور جناب رسول کریم روف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں مقبول ومنظور اور پسندیدہ طریقۂ اہل سنت والجماعت ہی ہے۔

قارئین سے گذارش کہ اپنے عقیدہ کو اہل سنت والجماعت کے مسلک کے مطابق بنائیں اور دل وجان سے اسی کے متبع بن جائیں تاکہ اخروی نجات پایں اور باقی تمام بدعتی فرقوں سے خود کو بچائیں۔

ایک نہایت اہم تنبیہ:۔

قارئین نوٹ فرمائیں کہ نجات صرف عقیدہ اہل سنت والجماعت میں ہے بعض لوگ اہل سنت والجماعت ہوتے ہوئے دوسرے فرقوں کو بھی مسلمان جانتے ہوئے کبھی کسی دوسرے فرقہ میں بعض مسائل میں ان کو حق پر جانتے ہوئے ان کے مطابق عمل کرتے ہیں ایسے لوگ ہرگز ہرگز فلاح یافتہ نہیں ہیں بلکہ جو کوئی ان کے عقیدہ کو کچھ وقت کے لیے بھی درست جانے اس کے پچھلے تمام اعمال ضائع اور برباد ہو جاتے ہیں لہٰذا اس میں نہایت احتیاط کی ضروری ہے جنتی اور دوزخی کا اکٹھا ہونا میل ملاپ ناموزوں وناممکن ہے۔فتدبروا۔

صحت عقیدہ کی تصدیق میں آپ حضرت شاہ ولی محدث عارف حق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد پڑھ چکے ہیں کہ جناب رسالت مآب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آقا ومولیٰ کے نزدیک ہر چہار مذہب حنفی شافعی مالکی اور حنبلی درست و مقبول ہیں اور ان چاروں میں سے جس کسی ایک کا بھی کوئی شخص متبع ہو وہ اہل سنت والجماعت ہوگا اور جو شخص مسلمان اہل سنت والجماعت نہیں ہوگا اور بدعتی بدمذہب ہوگا وہ اپنا ٹھکانہ جنت کی بجائے جہنم میں بنائے ہوئے ہوگا۔

نیز جو انسان مسلمان ہونے کے دعویٰ کے ساتھ ساتھ یوں بھی کہتا اور یقین رکھتا ہو کہ میں کسی فرقہ کا قائل و متبع نہیں ہوں یہ جو فرقوں کی تقسیم ہو چکی ہوئی ہے یعنی تہتر فرقے یہ سب باطل ہیں میں فرقہ بازی کا قائل نہیں ہوں میں تو صرف ایک مسلمان ہوں ایسا شخص فی الحقیقت اسلام اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے ہی خارج ہوتا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حبیب خدا کے قول مقدس کو جھٹلانے والوں میں سے ہوتا ہے اِس لیے کہ آنحضور نے تو فرمایا ہے کہ ان کی تمام امت تہتر فرقوں میں بٹ چکی ہوئی ہو گی جن میں سے صرف ایک جماعت ہی ناجیہ ہے باقی سب ہلاک شدہ یعنی جہنمی ہیں اب مذکورہ بالا شخص اُن تمام تہتر فرقوں سے خارج شدہ خود نہ اس واحد ناجی جماعت میں شامل آور نہ ہی دیگر ناری فرقوں میں ہے پس وہ خود اس امت سے خارج و باہر ہے۔ فافهم

عقائد اہل سنت والجماعت

موجودہ دور خصوصاً اسلام کے پیش نظر بڑا پر پیچ اور پیچیدہ بن چکا ہے اِسلامی دنیا میں متعدد فرقے ہیں متعدد فرقے اس سے قبل اپنی اپنی ڈفلی بجا کر جہنم رسید ہو چکے ہوئے ہیں جن کا کوئی نام لیوا بھی موجود نہیں بس رہے نام اللہ تعالیٰ کا اس کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اور اہل سنت والجماعت کا جو آقا و مولی سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے لیکر آج تک موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کی کرم فرمائیوں اور توفیق ارزانیوں سے تا قیامت قائم و پائندہ رہیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ میدان حشر میں بھی وہ کامیاب و کامران درخشندہ چہروں کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جلو میں ہوں گے لہٰذا ضروری ہوا کہ قارئین کی

سہولت کے لیے اختصار کے ساتھ عقاید اہل سنت والجماعت بیان کر دیئے جائیں گمراہوں کے لیے ہدایت کا سامان ہوں اور قارئین بھی ان کی روشنی میں اپنے عقیدہ وایمان کی درستگی کا جائزہ لے سکیں عقاید میں بنیادی طور پر ہمیں یہ جاننا ہے کہ اللہ تالیٰ اُس کے فرشتوں کتابوں رسولوں اور یوم آخرت میں حشر سے متعلق ہمارا ایمان وعقیدہ کیا ہونا چاہیے پس سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے متعلق عقیدہ اہل سنت والجماعت:۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **قل هو الله احد. الله الصمد. لم يلد و لم يولد ولم يكن له كفوا احد** ۔ترجمہ:۔فرمادو کہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے، اُس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ ہی وہ کسی کی اولاد ہے اور اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

اِس میں اللہ تعالیٰ کی توحید بڑی اچھی طرح بیان فرمادی گئی۔یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات واحد ہے اکیلا ہے اس کا کوئی بیٹا نہیں لہٰذا تمام پیغمبر اس کے مقدس بندے ہیں عیسیٰ علیہ السلام اور عزیز علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی اور اس کے فرمانبردار بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کوئی باپ بھی نہیں اللہ تعالیٰ خود اللہ ہی اللہ ہے اور چونکہ اسے پیدا کرنے والا کوئی نہیں کہ عدم سے وجود میں لایا ہو لہٰذا اللہ کے لیے زوال وفنا نہیں اس کے لیے موت نہیں موت اس کے لیے ہوتی ہے جو پیدا کیا گیا پس اللہ تعالیٰ کی ذات ابدالقرار حی قیوم ہے۔دائمی قائم بالذات ہے اور اس کی برابری کرنے والا بھی کوئی نہیں اس لئے وہ وحدہ لاشریک ہے شریک تو جب ہونا ممکن ہوتا جب اس کے برابر کی کوئی ذات ہوتی پس جب برابر کرنے والا مرتبہ ہمسری کا عامل کوئی موجود ہی نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا شریک وہمسر ہونا ہی محال وناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ فی ذاتہ منفرد ومستقل ہے اس کی ذات ابتداوانتہاء سے مبرا ہے وہ اپنی

ذات صفات افعال واقوال اور اپنے اسماء حسنٰی واحکام میں لاشریک ہے کسی کا محتاج نہیں سب مخلوق اس کی محتاج ہے اِنسانی عقل اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے اس کے افعال سے اس کی صفات کی چندے جھلک سوم ہو جاتی ہے۔

عقیدہ : اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو زوال نہیں باقی تمام اشیاء حادث اور فنا ہونے والی ہیں۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ ہر عقلی طور پر ناممکن ومحال چیز سے پاک ہے جسے دروغ گوئی خیانت جہل وغیرہ لہٰذا اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکنے پر قادر ہے تو یہ غلط ہوگا کیونکہ یہ محال وناممکن ہے اس کی ذات پاک ہے سبحان اللہ۔ اس کی ایک صفت کلام ہے اور وہ قدیم ہے اور یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بے آواز ہے ہمارا پڑھنا لکھنا آواز سے حادث ہیں اور جو ہم نے پڑھا وہ قدیم ہے اُس کا علم ہر چیز پر محیط ہے کیا ممکن اور کیا محال۔ اس کا علم ذاتی ہے عطائی نہیں ہے۔

عقیدہ : اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے ذوات وافعال، اقوال وعزائم اور خواطر اچھے برے سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

عقیدہ : قضا وقدر کے مسائل ہماری عقل کے احاطہ سے باہر ہیں پس اس میں غور وکلام کرنا منع ہے اور ہلاکت کا موجب ہوتا ہے۔

عقیدہ : کوئی برا کام کرنے کے بعد اسے اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے نسبت دنیا بری بات ہے بلکہ چاہیے کہ اگر آدمی کوئی اچھا کام کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے اور اگر برا کام کرتا ہے تو اِس کو اپنے نفس کا قصور کہے اور جانے۔

عقیدہ : لایجری علیہ زمان ولا یشتمل علیہ مکان وہ زمان و مکان سے پاک ہے۔ وہ حرکت وسکون، مشکل وصورت جہت مکان وزمان سے

پاک ہےاس پر حوادث وانقلابات وارد نہیں ہوتے اِن سب سے وہ پاک ہے۔

عقیدہ :اس کو نہ اونگھ ہے نہ نیند وہ جو چاہے کرے ہمیشہ قائم دائم موجود ہےاور ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی قدرت واختیار کے تحت ہے اسباب کے ساتھ مسببات اسی نے مربوط کرر کھے ہیں تمام جہانوں کا حقیقی پالنے والا اور رازق وہی اللہ تعالیٰ ہے۔

عقیدہ : قیامت میں نیک اعمال والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے کرم وفضل سے بخشے گا اور بد عملوں کو جہنم رسید کرے گا وہ شرک وکفر کے سواء جسے چاہے بخشے جسے چاہے عذاب دے یہ اس کی قدرت ہے۔

ملائکہ کرام سے متعلق عقائد

فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق ہےان کے اجسام نوری ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے طاقت عطا فرمائی ہے کہ جو شکل وصورت چاہیں اختیار کر لیں وہ انسانی صورت میں بھی ظاہر ہو سکتے ہیں اور دوسری شکل میں بھی۔

عقیدہ :جس کام کا اللہ تعالیٰ حکم فرمائے یہ وہی کام کرتے ہیں خلاف حکم کچھ نہیں کرتے نہ قصداً نہ سہواً اور نہ خطا سے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے عزت دئے ہوئے معصوم از گناہ بندے ہیں صغائر سے بھی اور کبائر سے بھی۔ **یعملون مایؤمرون اور هم عباد مکرمون** ان کے متعلق ہی فرمایا گیا ہے۔

ان کے ذمہ مختلف اور متعدد خدمات متعین ہیں بعض انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی لاتے ہیں کوئی ہوا چلانے کوئی پانی بہانے کوئی روزی پہنچانے پر مقرر ہیں کوئی ماں باپ کے پیٹ میں بچہ کی شکل وصورت بنانے کوئی انسان کے بدن میں تصرف کرنے کوئی انسان کی حفاظت اس کے دشمنوں سے کرنے اور کوئی ذاکرین کے

اجتماعات تلاش کرنے پر لگے ہوتے ہیں اور وہاں حاضر ہوتے ہیں کوئی انسان کے نامہ اعمال تحریر کرنے پر اور بہت بڑی تعداد جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے پر متعین ہوتے ہیں بعض کے ذمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور مومنین کی طرف سے درود شریف پہنچانا ہے اور بعض مردوں سے سوال وجواب کرتے ہیں اور بعض روح قبض کرتے ہیں بعض عذاب دینے پر مقرر اور بعض صور پھونکنے پر متعین ہیں اللہ تعالیٰ ہی سب کا خالق و مالک اور علیہم وبصیر اور حفیظ ہے مگر کاروبار چلانے کے لیے اسباب ووسائل فرشتے بنائے گئے ہیں۔ خواہ فرشتوں کے ذریعے ہی سب کچھ کیا جائے اصل قبض وبسط اور عطا وسلب سب اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

عقیدہ: فرشتے نر اور مادہ نہیں ہیں یہ نہ مرد ہیں نہ عورت۔

عقیدہ: یہ مخلوق وحادث ہیں قدیم نہیں نہ خالق کاروبار میں ان کو مستقل ماننا کفر ہے۔

عقیدہ: اِن کی تعداد صرف ان کا اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا اس کے بتانے سے اس کا رسول جانتا ہے۔

عقیدہ: کسی بھی فرشتہ کی گستاخی وبے ادبی کفر ہے۔

عقیدہ: فرشتوں کے وجود کا انکار کرنا یا یوں کہنا کہ نیکی کی قوت فرشتہ کہلاتی ہے اس کے سوا کچھ نہیں یہ سب کفر ہے۔

عقیدہ: تمام فرشتوں میں سے چار فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب ترین ہیں جبریل علیہ السلام جو انبیاء علیہ السلام کی خدمت میں وحی لے کر آتے ہیں دوسرے حضرت میکائیل علیہ لسلام ہیں جو مینہ برساتے ہیں اور مخلوق کے لیے رزق کا انتظام کرتے ہیں تیسرے اسرافیل علیہ السلام ہیں یہ بوقت موت روح قبض کرتے ہیں۔

عقیدہ: ملائکہ میں توالد وتناسل نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ فرداً فرداً ہی پیدا ہوتے ہیں اور دنیاوی کھانے پینے سے یہ مبرا ہیں ان کی غذا صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر وتسبیح ہے یہ شب وروز عبادت الٰہی کرتے ہیں غافل کبھی نہیں ہوتے نافرمانی ہرگز نہیں کرتے۔

عقیدہ: زمین وآسمان میں کوئی ایسی خالی جگہ نہیں ہے جہاں پر فرشتہ نہ ہو ستر ہزار فرشتے ہر روز بیعت المعمور کے طواف میں مصروف ہوتے ہیں اور بیعت المعمور کعبۃ اللہ کے مقابل ساتویں آسمان پر ہے اور جو ایک مرتبہ طواف کر لیتا ہے اس کی دوبارہ پھر کبھی باری نہیں آتی۔

عقیدہ: عالم کے ہر ذرّہ پر ایک فرشتہ مقرر موکل اور منتظم ہوتا ہے وہی اس کا مدبر اور محافظ ہوتا ہے خصوصاً ہر انسان پر متعدد فرشتے مقرر شدہ ہیں کچھ اس کا کردار تحریر کرتے ہیں کچھ اس کی حفاظت کرتے ہیں جنّوں اور شیطانوں سے اور بعض وہ ہیں جو نیک باتیں القاء کرتے ہیں جبکہ ان فرشتوں کے مقابل شیاطین ہیں جو انسانوں کے دلوں میں باطل اور بُرے خیالات ڈالتے ہیں۔

جنات کے متعلق عقیدہ

جنات ناری مخلوق ہیں ان میں سے کچھ جنات کو یہ طاقت عطا شدہ ہے کہ وہ جو شکل چاہیں اختیار کرلیں جنات کی عمر بہت لمبی ہوتی ہے شریر جنات کو شیاطین کہا جاتا ہے تمام جنات انسانوں کی مانند عقل وروح اور اجسام والے ہوتے ہیں ان میں توالد وتناسل بھی ہوتا ہے یہ کھاتے پیتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں ان میں مومن وکافر بھی ہوتے ہیں مگر ان میں کافر زیادہ ہیں مسلمان تھوڑے ہیں ان میں سُنی نیک مسلمان بھی ہیں اور فاسق سُنی بھی ہیں اور ان میں بدمذہب بھی ہیں اِن میں انسانوں سے زیادہ تعداد میں فاسق ہیں اِن کا انکار بھی کفر ہے یا یوں کہنا بھی کفر ہے کہ بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان ہے۔

قرآن مجید اور دیگر مذہبی کتب سے متعلق عقیدہ

قرآن پاک ایک کامل و مکمل عظمت والی سچی محفوظ دائمی ہدایت کی ضامن تمام عالمین کے لیے فرقان عظیم تمام سابقہ مذہبی کتب کی ناسخ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی آخری کتاب ہے۔

تمام جنات اور انسان اکٹھے ہو کر قرآن مجید کی مثل لانا چاہیں تو ہرگز نہیں لا سکتے وہ خواہ ایک دوسرے کی بھرپور معاونت کریں۔ارشاد الٰہی ہے

وَلَئِنِ جتمَعَتِ الانسِ والجِنّ عَلٰی اَن یَّاتُوا بِمِثلِ ھٰذا القرآنِ لایانونَ بِمِثلِہٖ وَلَو کَانَ بَعضُھُم لِبَعضٍ ظھیراً

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کتاب عظیم میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے یہ دائمی سچی کتاب ہدایت ہے ارشاد الٰہی ہے ذَالِکَ الکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ (یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں)

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِکرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُونَ (ترجمہ:۔ تحقیق ہم ہی نے یہ کتاب نازل فرمائی ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں گذشتہ پندرہ سو سال میں ایک تھوڑی سی تبدیلی بھی نہیں آئی ہر ایک زیر زبر تک محفوظ ہے جبکہ سابق تمام مذہبی کتب تحریف شدہ ہیں ان کے پڑھنے والوں نے ان میں اپنے مطلب و اغراض کے مطابق تبدیلیاں کرلی ہوئی ہیں حتیٰ کہ آج یہ معلوم ہی نہیں ہوسکتا کہ ان کا اصل متن کیا تھا۔

قرآن پاک سابقہ انبیاء وکتب کا مصدق ہے:۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَ هٰذَا کِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَکٌ مُصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا

ترجمہ:۔اور یہ برکت والی کتاب ہے جو یوں نازل فرمائی ہے کہ اس سے پہلے کی جملہ کتب کی تصدیق وتوثیق کرے تا کہ تو مکہ شریف والوں اور اس کے اردگرد والوں کو ڈرائے۔

اِس میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ بڑی برکت والی کتاب ہے اس کی تلاوت کرنا ہر مسلمان کے لیے باعث برکت ہے۔ مکہ مکرمہ تمام روئے زمین کا مرکز ہے اور باقی تمام زمین پر بسنے والے سب کے سب مکہ مکرمہ کے اردگرد رہنے والے ہیں اِس لیے مکہ مکرمہ کو ام القریٰ فرماتے ہوئے تمام اہل زمین کے لیے ہدایت کا موجب بتایا گیا ہے۔

قرآن مجید ہدایت کی آخری کتاب ہے:۔

قرآن پاک کی شان میں فرمایا گیا ہے۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ (قرآن پاک آجانے کے بعد کونسی دیگر کتاب آئے گی جس پر وہ ایمان لائیں گے) سابقہ کتب کے۔

انبیاء کرام میں سے بھی فرض کریں کوئی جناب محمد رسول اللہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی موجودگی میں موجود ہوتا تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی پیروی کرتا۔

حدیث پاک: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس وقت فرمایا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضور کی

خدمت میں حاضر ہوئے پس کہا کہ ہم یہودیوں سے ایسی احادیث سنتے ہیں جو افادی طور پر ہمیں تعجب میں ڈال دیتی ہیں کیا ہم اُن سے کچھ احادیث لکھ لیا کریں؟ تو آنحضور نے فرمایا تم یہود و نصاریٰ کی مانند حیرت زدہ اور سرگردان ہو تمہاری ہدایت کے لیے میں روشن اور ستھری طریق نجات لے کر آیا ہوں (اسی پر کاربند رہنا تمہارے لیے ضروری ہے) اگر خود موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے ت وہ بھی اپنی نجات کے لیے میری ہی اتباع کرنے پر مجبور ہوتے۔ (احمد۔ بیہقی)

اِسی طرح دارمی کی روایت میں ہے۔ ترجمہ:۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے کہ اگر تم نے مجھے چھوڑتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی تو تم یاد رکھو کہ تم صراط مستقیم سے بھٹک جاؤ گے اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میرا زمانہ نبوت پاتے تو لازما میری ہی اطاعت وہ بھی کرتے۔

قرآن پاک اور صاحب قرآن رسول تمام جہانوں کے لیے ہیں:۔

یاد رہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کے لیے رسول ہیں اور آنحضور کی کتاب مقدس قرآن پاک بھی تمام جہانوں کے لیے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الفُرقانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَسْکُونَ لِلعالمین ندیرا

ترجمہ: کتنی برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پر فرقان نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا ہے کہ آپ اُس کے ذریعے تمام جہانوں کو خواہ وہ سفلی ہوں یا علوی، خاکی ہوں

یانوری، بری ہوں یا بحری تمام کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کی طرف رسول ہو کر آئے ہیں لہٰذا آنجناب کی کتاب بھی سب کے لیے ہے۔

قرآن پاک ہمیشہ کے لیے محفوظ ہیں:۔

قرآن پاک چونکہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہدایت تا قیامت ہے اس کے بعد نہ کوئی کتاب نازل ہوگی اور نہ ہی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی ہوسکتا ہے لہٰذا قرآن پاک کا ہر لحاظ سے محفوظ رہنا تا قیامت لازم ہے پس یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تا قیامت حفاظت کی ذمہ داری بھی خود اپنی ہی ذات جل جلالہ پر سنبھالی ہوئی ہے جیسے کہ فرمایا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وانا لہ لحافظُونَ. ہم ہی نے قرآن پاک نازل فرمایا ہے اور تحقیق ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ پس قرآن پاک میں ابد الآباد تک کوئی نقص واقع نہ ہوسکے گا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس کی حفاظت پر لگا دیا ہوا ہے یہاں تک کہ اسے بچوں کے سینوں میں محفوظ کر دیا ہے یہاں تک کہ اس کا ایک ایک حرف گنتی و شمار میں ہے ذرا ملاحظہ فرمائیں علماء نے کس قدر محنت سے اس کی حفاظت کا انتظام کیا ہوا ہے۔

قرآن پاک میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں چھ ہزار دو سو چھبیس آیات چھہتر ہزار چار سو تیس کلمات اور تین لاکھ اکیس ہزار ایک سو اسی حروف اور اڑتالیس ہزار آٹھ سو بہتر الف۔ اور گیارہ ہزار چار سو بائیس۔ ب۔ اور۔ ت۔ 10199۔ ث۔ 1276
ج۔ 3273۔ ح 4973۔ خ۔ 2416۔ د۔ 5642۔ ذ۔ 4697۔ ر۔ 11793۔
ز۔ 1590۔ س۔ 5891۔ ش۔ 2253۔ ص۔ 2013۔ ض۔ 1607۔ ط۔ 1204
ظ۔ 842۔ ع۔ 9220۔ غ۔ 2208۔ ف۔ 8499۔ ق۔ 6813۔

ک۔9520۔ ل33432۔م۔ 26535۔ ن ۔26560۔ و۔25536 ۔ ہ۔
19700۔ ی۔ 25919۔ 532431۔ 8804 کسرات 39582۔
نقاط۔105681۔مدات 1717۔تشدیدات 1253۔(بحار جنت بحوالہ مطلع العلوم)

مندرجہ بالا اعداد وشمار سے واضح ہے کہ قرآن پاک کا ہر ہر شوشہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دائمی طور پر محفوظ ہے۔ الحمدللہ رب العالمین۔

آدابِ تلاوتِ قرآن:۔

محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے قرآن پاک اللہ تعالیٰ اوراس کے حبیب کی کتاب مقدس ہے اس سے ہر اہل ایمان کی محبت انتہائی ہونا لازم ہے اس کی تلاوت پاک صاف ہوکر کرنی چاہیئے بلا وضو قرآن پاک کو ہاتھ لگانا منع ہے مسواک اور وضو کے بعد تنہائی میں بیٹھ کر بڑے وقار اور تواضع کے ساتھ قبلہ رخ بیٹھے ہوئے حضور قلب اور بڑے خشوع کے ساتھ تلاوت کرے یوں محسوس کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنا کلام خود سنا رہا ہے آیات رحمت پر بڑے تدبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے رحمت ومغفرت طلب کرے اور جہاں وعید اور خوف ہو وہاں پر اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے جہاں اللہ تعالیٰ اپنی شان بیان کرتا ہے۔ وہاں سبحان اللہ کہے قرآن پاک کو رحل پر رکھ کر یا تکیہ پر رکھ کر پڑھے۔ دوران تلاوت کسی سے بات کرے تو دوبارہ تعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر شروع کرلے اگر لوگ قریب ہی اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہوں تو آہستہ پڑھے اور اگر ایسا نہیں تو پھر آواز کے ساتھ پڑھنا افضل ہے ترتیل سے پڑھے یعنی تمام الفاظ واضح طور پر اچھی آواز کے ساتھ پڑھے۔ تلاوت انتہائی ذوق شوق اور محبت سے کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پورے آداب کے ساتھ تلاوت قرآن کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

قرآن مجید پڑھنے اور حفظ کرنے کا اجر و ثواب :۔

ہر مسلمان کے لیے اسقدر قرآن پاک حفظ کرنا فرض ہے جس سے نماز ادا ہو جائے۔

قرآن پاک مکمل حفظ کرنا فرض کفایہ ہے۔ ساری دنیا میں اگر ایک بھی حافظ قرآن نہ ہو تو تمام مسلمان گنہگار ہوں گے بلکہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ زرکشی سے نقل کرتے ہیں کہ اگر ایک شہر یا گاؤں میں کوئی ایک حافظ قرآن نہ ہو تو وہ سارا گاؤں گنہگار ہوگا۔

حدیث پاک: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن ایسا شفیع ہے کہ اس کی شفاعت قبول شدہ ہے اور ایسا جھگڑا کرنے والی ہے کہ جس کا جھگڑا مان لیا گیا ہے۔ اس کو جو شخص اپنے آگے رکھے یہ اس کو جنت کی طرف کھینچتا ہے اور اس کو جو پس پشت رکھے اسے یہ جہنم میں گرا دیتا ہے۔ (ابن حبان۔ حکم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ فرمایا کہ روز قیامت قرآن خواں کو فرمایا جائے گا کہ قرآن پاک پڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسے تو دنیا میں پڑھتا تھا پس جہاں تو آخری آیت پر پہنچے گا وہی تیرا مرتبہ ہے (جنت میں) (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث پاک: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ماہر قرآن ان فرشتوں کے ساتھ ہے جو انتہائی نیکوکار ہیں اور جو شخص اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اس کے لیے دوگنا ثواب ہے کہ اس میں وہ دقت محسوس کرتا ہے۔ (بخاری مسلم۔ ابن ماجہ)

حدیث پاک: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جو شخص قرآن پاک کا ایک حرف پڑھے اس کو اس کے عوض ایک نیکی ملتی ہے اور یہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوگی میں یہ نہیں کہتا کہ الم سارا ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے۔ (ترمذی۔ دارمی)

علاوہ ازیں روایات کی روشنی میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ نماز میں بیٹھ کر قرآن پڑھنے والے کو ہر حرف کے عوض پچاس نیکیاں ملتی ہیں اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو ہر حرف کے عوض سو نیکیاں ملیں گی۔

حدیث پاک: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک کو پڑھے اور اس پر عمل پیرا ہو اُسے ایک تاج پہنایا جائے گا جو نور سے بنایا گیا ہوگا اور اس کے ماں باپ کو ایسے دو جوڑے پہنائے جائیں گے جن کا مقابلہ ساری دنیا نہ کر سکتی ہو وہ عرض کریں گے اے اللہ تعالیٰ یہ جوڑے کس صلہ میں ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہارے بچے نے قرآن پاک پڑھا اس کی وجہ سے۔ (حاکم)

حدیث پاک: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے بچے کو ناظرہ قرآن پاک پڑھائے گا اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص حفظ کراتا ہے اسے چودھویں رات کے چاند کی مانند اٹھایا جائے گا۔ کہ پڑھنا شروع کر جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا تو باپ کا ایک درجہ بلند ہوگا حتی کہ سارا قرآن پاک پورا ہو جائے۔ (طبرانی)

بدعقیدہ شخص پر قرآن کی طرف سے لعنت:۔

یاد رہے کہ ان سطور میں قرآن پاک کے اس قاری اور حافظ کے اجر و ثواب کا ذکر ہے جس کا عقیدہ صحیح ہو وہ اہل سنت والجماعت عقیدہ کا حامل ہو جو شخص بدعقیدہ بدمذہب ہو تو اس کے بارے میں ملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ بہت قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ وہ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت کرتا ہے لہٰذا بدعقیدہ کے قرآن پڑھنے پر قبول ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ خارجی فرقہ کے لوگوں کے بارے میں متعدد احادیث ہیں کہ قرآن پاک ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا یہ آج کل کے غیر مقلد وہابی خوارج ہی ہیں۔

قارئین کرام! قرآن پاک کی تلاوت کے فضائل و فوائد میں سے یہ چند ایک بطور نمونہ درج کیے گئے ہیں ورنہ قرآن پاک کے فضائل و فوائد لامحدود ہیں احادیث ان کے ذکر سے بھری پڑی ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پاک سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مرتبہ حدیث

عقیدہ: قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کتاب ہدایت ہے رہنمائی کے لیے بھیجی ہے اسلام میں قرآن پاک کے بعد حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ و مقام ہے اسی طرح کلام الٰہی کے بعد حدیث پاک (کلام رسول) کا مرتبہ ہے قرآن اجمال ہے اور حدیث تفصیل ہے۔ حدیث پر عمل لازم ہے۔

جس طرح ہم خارجی طور پر دو نوروں کے محتاج ہیں یعنی نور بصارت اور نور

شمس وقمر۔ آنکھوں کی نظر درست ہو مگر سورج یا چاند کی روشنی نہ ہو تو ہم دیکھ نہیں سکتے اسی طرح شمس وقمر خوب چمک رہے ہوں مگر آنکھ کا نور نہ ہو تو ہم نہیں دیکھ سکیں گے اِسی طرح قرآن پاک اور حدیث پاک دونوں سے رہنمائی لینا ازبس ضروری ہے۔ قرآن پاک کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارک بولتا ہوا متحرک قرآن ہے۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اسے سکھانے پڑھانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معلم القرآن بن کر تشریف لائے پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریح القرآن میں دی ہوئی تعلیم کا نام حدیث ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے۔

وَمَا اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهٰكم عنهُ فانتهُوا

ترجمہ: جو کچھ تمہیں رسول دے وہ قبول کرو اور جس سے ممانعت کرے وہ چھوڑ دو۔

یہ قرآنی حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ آپ کو فرمائیں اس کی اطاعت واتباع آپ پر واجب ہے اور فرمایا ہے:

وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةِ

ترجمہ:۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔

یہاں کتاب سے مراد قرآن پاک اور حکمت سے مراد حدیث رسول ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آنحضور کو معلم الکتاب بنا کر بھیجا ہے تو کون بدبخت ہے جو آنجناب کی تعلیم یعنی حدیث کا انکار کرے گا۔ نیز ارشاد الٰہی ہے:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ

ترجمہ:۔جس نے رسول کا حکم مان لیا اس نے حکم مانا اللہ تعالیٰ کا۔

اس میں ارشادات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یعنی احادیث رسول کی اطاعت اور ان پر عمل کرنا حکم عام فرمایا گیا ہے قرآن پاک میں کوئی تخصیص نہیں ذکر کی گئی ہے۔نیز فرمایا ہے:

اِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِراطِ مُّسْتَقِیْم

ترجمہ:۔اور تحقیق تو سیدھی مستقیم راہ سمجھتا ہے۔

اِس آیت پاک میں آنحضور کے تمام اقوال و اعمال اور افعال سب کے سب صراط مستقیم کی جانب عمل پیرا ہونے کا سبب بتائے گئے ہیں۔

نیز قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی بولتے ہیں وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے غور فرمائیں۔

وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰیٰ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

یہ چند آیات بطور نمونہ ذکر کی ہیں ورنہ آیات تو اور بھی بہت سی ہیں جن سے کھلی دلالت ہوتی ہے کہ قرآن پاک کے ساتھ ساتھ حدیث رسول پر بھی عمل ضروری ہے قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی جلی ہے اور حدیث پاک وحی خفی ہے دونوں پر عمل واجب ہے۔

بعض لوگوں کی سوچ غلط راہ پر ہوتی ہے اور انہیں حدیث کے بارے میں کچھ اعتراضات ہیں جو سراسر باطل ہیں ہم نیچے ان کا ذکر بھی کر دیتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔

اعتراض نمبر1:قرآن ایک مکمل کتاب ہے اور ہر شے کے بیان کی حامل

ہے پھر حدیث کی کیا ضرورت ہے علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ قرآن کو سمجھنا آسان ہے فرمایا ہے وَلَقَد یَسّرنا القُرآن لِلذِّکرِ.

جواب: بلاشبہ قرآن مکمل کتاب ہے مگر اس سے لینے والی ذات بھی مکمل ہونی چاہئے اور وہ کون ہوسکتا ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سمندر سے غوطہ خور ہی موتی نکالے گا نہ کہ ہر گاما ماجھا۔ قرآن پاک واقعی اسان ہے مگر حفظ کے لیے نہ کہ مسائل کا استنباط کرنے کے لیے اسی لیے تو فرمایا گیا۔ لِلذِّکرِ.

اعتراض نمبر 2: رسول اللہ تعالیٰ کے قاصد ہی تو ہیں جو پیغام پہنچاتے ہیں جیسے ڈاک پہنچانے والا ڈاکیا جیسے کہ فرمایا ہے لَقَدجَاء کُم رَسُول

جواب: جیسے کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلم الناس بھی۔ یہ اہل اسلام کو پاک ستھرا کرتے ہیں اور علم و حکمت سکھاتے ہیں جیسے کہ فرمایا ہے یُزَکِّیھِم وَیُعَلِّمھُم الکِتَابَ والحکمة. آنحضور تعلیم قرآنی دینے کے لیے آئے اور عمل کروا کر ستھرا کرنے کے لیے اور حکمت سکھانے کے لیے بھی۔ پس آنجناب کی دی ہوئی تعلیم آنجناب کے الفاظ میں حدیث ہے۔

اعتراض نمبر 3: موجودہ احادیث آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات نہیں ہیں بعد میں لوگوں کی خود ساختہ ہیں کیونکہ زمانہ نبوی میں تحریر کا رواج نہیں تھا۔

جواب: یہ اعتراض اگر مان لیا جائے تو پھر قرآن پاک کی بھی خیر نہیں رہتی اس لیے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں سارا قرآن تحریر میں نہ آیا تھا نہ ہی کتاب کی شکل میں جمع ہوا تھا یہ خلافت عثمانیہ میں جمع ہوا زمانہ نبوی میں حفظ پر بہت

اعتماد تھا کہ آنحضور کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے عربوں کو یعنی صحابہ کرام کو بلا کر حافظ دیا ہوا تھا بعد میں ضرورت محسوس ہوئی تو۔کاغذ کے پرچوں سے اور حفاظ کے سینوں سے قرآن پاک جمع کیا گیا۔حضرت علی رضی اللہ۔تعالیٰ عنہ نے چند احادیث بھی تحریر کر کے اپنی تلوار کے میان میں رکھی ہوئی تھیں جو لوگوں کو سنایا کرتے تھے 80ھ میں امام مالک پیدا ہوئے اور موطا امام مالک تحریر کی ان کے قریب ہی امام بخاری وغیرھم کا زمانہ ہے انہوں نے نہایت احتیاط سے احادیث چھانٹ کر جمع کیں۔

اعتراض نمبر4: بعض احادیث بعض کی متعاض ہیں اور بعض خلاف عقل ہیں۔

جواب :احادیث صحیح ہیں آپ کے فہم میں غلطی ہے۔سرسری نظر سے تو آیات قرآنی بھی متعارض معلوم ہوتی ہیں کیا ان کا بھی انکار کردو گے۔قرآن و حدیث باقاعدہ علماء سے پڑھنی چاہئیں محض ترجموں سے نہیں آتیں۔

منکرین حدیث کے پاس مندرجہ ذیل دوسوالوں کا کیا جواب ہے ذرا سوچیں۔

(1) اسلام میں عام حکم ہے۔اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ.قرآنی نماز اور قرآنی زکوٰۃ ادا کر کے دکھائیں جس میں حدیث سے مدد نہ لی گئی ہو۔نماز کل کتنے وقت کی ہے کتنی رکعتیں ہیں زکوٰۃ کتنے مال پر کتنی ہے؟

(2) قرآن نے صرف سور کا گوشت حرام کیا ہے کتے بلی گدھے اور سور کے کلیجی گردوں کی حرمت قرآن سے دکھادیں۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ)

اَللّٰھُم صلی وَسلم وبَارِک علٰی حَبِیْبکَ وَرسُولِک سیّدنا ومولانا محمدٍ وَعلٰی آلہٖ واصحابہ واھل بَیْتِہٖ اجمعین بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحم الراحمین۔

حدیث کا منکر کافر ہے:۔

جو شخص مسلمان ہونے کا دعویدار ہو اور کہتا ہو کہ میں حدیث کو تسلیم نہیں کرتا وہ کافر ہے خارج از اسلام ہے حدیث کے انکار سے وہ دراصل نبی کریم روف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہی منکر ہوتا ہے۔

حدیث پاک: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ مجھے قرآن عطا فرمایا گیا ہے اور اس کے برابر اور احکام بھی دیئے گئے ہیں پس قریب ہے کہ اسودہ حال شخص منبر پر بیٹھ کر تقریر کرے گا۔ کہ بس یہ قرآن ہی واجب العمل ہے اس میں جو حلال ہے اُسے ہی حلال جانو اور جو حرام ہے اس کو حرام سمجھو حالانکہ اللہ کے رسول نے جن کو حرام کیا ہے ویسا ہی حرام ہے جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اور خبردار کہ گدھا حلال نہیں اور نہ درندہ جانور اور نہ کسی کا پڑا ہوا مال سوائے اس چیز کے جس کی مالک کو پرواہ نہ ہو۔

حدیث پاک: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم سے کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ تکیہ لگا کر تخت پر بیٹھا ہو اور ہمارے امر و نہی میں سے جب کوئی حکم اس کے پاس پہنچے تو کہہ دے کہ انسے ہم نہیں جانتے جو قرآن میں ہے ہم اس کی اتباع کریں گے۔ (بہار جنت بحوالہ ابوداؤد ترمذی)

قارئین کرام! یہ انکار حدیث کا فتنہ بھی آج کل پھیلا ہوا ہے ایک گروہ مسلمان نما کافروں کا ہے جو انکار حدیث کا پرچار کر کے سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کرتا ہے ایسے لوگوں سے خود کو بچاؤ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّم وبارِک عَلٰی رَسُولِک سیّدنا ومولانا محمدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ واھل بیتِہٖ واصحابہٖ وسَلِّم

عقاید متعلقہ نبوت و رسالت

اہل اسلام کے لیے نبوت و رسالت کے بارے میں بھی صحیح عقیدہ و ایمان ہونا ازبس ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ نبی یا رسول کی طرف سے معجزات کی بنا پر اُسے خدا ہی سمجھنے لگیں جیسا کہ نصاریٰ نے کیا ہے اور نہ یہ کہ اس کی نورانی بشریت کے پیش نظر اُسے اپنے جیسا عام بشر یا آدمی جانیں۔ نبی کے حق میں کسی محال اور ناممکن کا اثبات کرنا یا اس کی اصل حیثیت و مرتبہ سے انکار کرنا کفر ہے۔

عقیدہ: نبی اُس بشر کو کہتے ہیں جسے لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی ہو اور رسول کی طرف بھی وحی ہدایت ہوتی ہے مگر فرق یہ ہے کہ رسول جیسے بشر ہوتا ہے فرشتہ بھی۔ (بحار جنت)

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے عوام الناس کی ہدایت کی خاطر اکثر انبیاء علیہم السلام پر اپنی طرف سے آسمانی کتب نازل فرمائی ہیں اور صحائف بھی ان میں سے اہم ترین مشہور چار کتابیں ہیں موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی داؤد علیہ السلام پر زبور اور عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی اور چوتھی کتاب قرآن پاک جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا آنجناب سے قبل اترنے والی تینوں کتابوں میں اُن کے ماننے والے خواہش پرستوں نے اپنی طرف سے تبدیلیاں کر کے انکا حلیہ ہی بگاڑ دیا اور ان کی اصلیت کو کھو دیا۔ ہمارا اہل اسلام (اہل سنت والجماعت) کا عقیدہ اور ایمان اِن چاروں کتابوں پر ہے مگر اُن پر جو صحیح صورت میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھیں موجودہ تحریف شدہ تورات وانجیل کو ہم نہیں مانتے۔ تورات و زبور اور انجیل بھی اللہ تعالیٰ کا ہی کلام تھا مگر یہود و نصاریٰ ان کی حفاظت نہ کر سکے۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ

نے نازل فرمایا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی دائمی حفاظت کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ نے خود لی ہوئی ہے جیسے کہ فرمایا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْن (بے شک ہم ہی نے قرآن نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے) نزول قرآن کے بعد اب تک چودہ پندرہ سو سال گزرنے کے باوجود اس میں کسی ایک شوشہ تک بھی تعریف نہیں ہوئی اور نہ انشاء اللہ کبھی ہوگی۔ قرآن پاک ان میں سب سے افضل کتاب ہے۔

عقیدہ: نبی ہمیشہ مرد ہوتا ہے عورت نہیں ہوسکتی اور ہر رسول نبی بھی ہوتا ہے۔

عقیدہ: نبوت عبادت وریاضت سے کسبی طور پر حاصل نہیں کی جاسکتی یہ تو اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنے فضل وکرم سے نبوت ورسالت کے لیے چن لیتا ہے۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ (القرآن)

عقیدہ: نبی کا ہر قسم کے گناہ اور لغویات سے معصوم ہونا لازم ہے وہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے گناہوں سے معصوم رکھا ہے قبل از اعلان نبوت بھی اور بعد بھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی لوگوں کو ہدایت ورہنمائی کرنے کے قابل نہ ہوسکتا۔

عقیدہ: نبی کی نبوت زوال پذیر نہیں ہوتی اگر کوئی زوال پذیر ہونا یقین رکھے تو وہ کافر ہے۔

عقیدہ: انبیاء کرام نے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی پوری پوری تبلیغ کردی تبلیغ میں کوئی سقم نہیں رہنے دیا احکام تبلیغ میں انبیاء سے سہو ونسیان محال ہے۔

عقیدہ: برص وجزام اور تمام اُن امراض سے جن سے لوگوں کو نفرت ہو انبیاء کا پاک ہونا ضروری ہے۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو غیوب پر مطلع فرمایا ہے اور زمین وآسمان کا ہر ذرہ ہر نبی

کی نظر میں ہوتا ہے اور ان کا یہ علم غیب اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے ان کا ذاتی نہیں ہے جبکہ خود اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے عطائی نہیں اور تمام انبیاء کے علوم سے بھی زیادہ لامحدود ہے۔

عقیدہ : آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام اولین و آخرین کے علوم سے زیادہ اور اعلیٰ و اکمل عطا شدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم مطلق ہے غیر محدود ہے مگر حضور علیہ السلام کا علم مطلق و محدود ہے مگر تمام مخلوق سے زیادہ ہے۔

عقیدہ : سابقہ تمام انبیاء اپنی اپنی قوم یا علاقہ کے لیے مبعوث ہوئے مگر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام عالمین کی طرف مبعوث ہوئے بلکہ سابقہ تمام انبیاء کو نبوت بھی حضور علیہ السلام کے صدقے عطا ہوئی۔

عقیدہ : کسی بھی نبی یا رسول کی ادنی سی گستاخی اور بے ادبی کفر ہے اور تمام سابقہ نیک اعمال کو برباد کر دیتی ہے۔

عقیدہ : نبی کی شان و عظمت کو گھٹانے کی کوشش کرنا یا گھٹا کر بیان کرنا کفر ہے جیسے کہ آج کل کے دیوبندی اور دوسرے غیر مقلدین کرتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان اعلیٰ کو گھٹاتے ہوئے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ ہم جیسے ہی بشر تھے دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا مر کر مٹی ہو چکے ہیں ایسے ہی تھے جیسے بڑے بھائی اور ہم چھوٹے بھائی، وغیرہ وغیرہ خرافات (معاذ اللہ)

جناب رسول اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم افضل الخلق ہیں تمام مخلوق سے اول آنحضور کی خلقت ہوئی آپ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے ہیں باقی تمام مخلوق آنجناب کے نور سے مخلوق ہوئی آنحضور اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم ہیں اور اللہ تعالیٰ جل وعلی کے مظہر اتم ہیں۔

عقیدہ : جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک تمام مخلوق

سے پہلے خلقت پذیر ہوئی جیسے کہ فرمایا ہے اَوَّلُ مَـاخَـلَـقَ اللہُ نُورِی . تو آنجناب اوّل الخلق ہیں آپ کی مثل ونظیر پیدا ہونا یا کیا جانا امر محال ہے کیونکہ واحد عددی (یعنی ایک) دوسرے یا تیسرے مرتبہ ہونا محال ہے۔

جناب رسول کریم ہر وصف میں اول ہیں جو صفات حمیدہ آپ میں ہیں اُن کے باعث آپ کی مثل ونظیر ناممکن ومحال ہے۔آپ ہی اوّل المخلوقات، باعث ایجاد عالم ،خاتم النبوت صاحب لولاک خلیفہ اعظم مظہر اتم شفیع روز جزا اور مرجع کل ہیں۔اولیت میں تقسیم وتعداد ہونا محال وناممکن ہے لہٰذا آپ کی مثل ونظیر محال وناممکن ہے۔

یہ کیونکر ممکن ہے کہ آپ اول الخلق بھی ہوں اور نہ بھی ہوں کہ اجتماع ضدین ناممکن ہے۔یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کی حقیقت وماہیت میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔

حضرت جناب امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ترجمہ: اور معلوم رہے کہ پیدائش محمدی تمام افراد انسانی کی پیدائش کی مانند نہیں ہے بلکہ افراد عالم میں سے کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللہِ۔ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوں دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں۔

(مکتوبات جلد سوم مکتوب نمبر 100)

مواہب لدینہ میں ہے:۔

ترجمہ:۔خوب جان لے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کمال ایمان یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر کہ اس نے پیدا کیا آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بدن شریف کو ایسی صورت پر کہ ان کے برابر نہ کوئی پہلے پیدا ہوا ہے اور نہ ان کے بعد ہوگا یعنی ان کی مثل ونظیر کوئی نہیں ہوگا۔

شفا قاضی عیاض اور شرح ملا علی قاری میں صوم وصال کے جواب میں اس طرح سے منقول ہے:

''قَالَ اِنِّی لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اَیْ عَلٰی ھَیْئَتِکُمْ وَمَاھَیْئَتِکُمْ اَنْ یُطْعِمُنِی رَبِّی وَلَیُقِینِی ''(الشفاء)

ترجمہ:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے (صوم وصال میں) کہ تحقیق میں تمہاری ھیئت کا نہیں ہوں یعنی تمہاری ماہیت اور حقیقت خوخصلت شکل اور مثل کا نہیں ہوں کہ مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

ایک حدیث پاک میں آپ کا ارشاد ہے لَسْتُ کَاحِدٍ مِنْکُمْ یعنی میں تم میں سے کسی کی مانند نہیں ہوں۔

دیگر ایک جگہ فرمایا ہے اَیُّکُمْ مِثْلِی (تم میں کون ہے جو میری مثل ہو)

حضرت شیخ الشیوخ جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

مراد و تکلم در احوال در صفات مبارک وے و تحقیق آں ضعف تمام است کہ آن متشابہ ترین متشابہات است نزد من کہ تاویل آں ہیچ کس نداند ہر کسی ہر چہ گوید ہر انداز فہم و دانش خود گوید او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم از فہم و دانش تمام عالم برتر است اور اچناں ہست کہ بجز خدا کسی نہ شناسد چنانچہ خدا را بجز وے کسے نہ شناخت

ترجمہ:۔ ''میں آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احوال وصفات کی واقعی تشریح کرنے سے قاصر ہوں کیونکہ آنجناب کے متعلقات متشابہات سے بھی زیادہ پیچیدہ ہیں ان کی حقیقت کوئی نہیں جانتا جس نے جو کچھ اس سلسلہ میں کہا

اپنی سمجھ کے مطابق کہا حضور کی ذات وصفات تمام جہاں کی سمجھ سے بالاتر ہے اس کی حقیقت کو ان کا خالق ہی جانتا ہے جیسا کہ خدا کی ذات کو حقیقۃ سوا اُن کے کوئی نہیں جانتا''۔(مدارج النبوت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت بھی بڑی ہی گہری متشابہات سے ہے آپ کے ظاہری لباس بشریت کی بناپر آپ کو اپنے جیسا بشر سمجھ کر خودکو گمراہ کرنے والی بات ہے اور نادانی ہے۔ کفار کا ماضی میں وطیرہ رہا ہے کہ انبیاء کو اپنے جیسا بشر کہا کرتے تھے جبکہ عوامی بشریت اور بشریت نبوی میں بہت زیادہ فرق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پاک کو بعض عوارض انسانی لاحق ضرور تھے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک اور ذات اقدس انسانی اوصاف سے بلندتر تھی اور تغیرات اور آفات اور انسانی عیوب ونقائص سے بالکل مبرا تھی آپ علیہ السلام اعلیٰ صفات ملکیہ کے حامل تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تین حیثیتیں علماء حق میں مسلمہ ہیں یعنی انسانی ملکی اور حقی اور حقی وہ صفت ہے اسے سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جان سکتا حتیٰ کہ کسی ملک مقرب کو بھی معلوم نہیں سب کی سمجھ سے بالاتر ہے۔

قرآن پاک میں بعض مقام پر کہا ہے کہ ہم تمہاری طرح بشر ہیں مگر ہم پر وحی ہوتی ہے یہ اس لیے فرمایا تاکہ مخالفین کو ان کی شکل کہہ کر اپنی طرف مائل کر لیں تاکہ ہدایت ورہنمائی پاسکیں دوسرے یہ کہ خود انکساری کے طور پر بشر کہہ دیا تیسرے یہ کہ ہم تمہاری طرح ہی بشر ہیں ہمارے معجزات وغیرہ کو دیکھ کر ہمیں خدا نہ سمجھ لینا ہم تو اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔

پس قارئین سے گذارش ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

شان وعزت گھٹانے کی غرض سے ہرگز ہرگز آپ کو بشر کہہ کر نہ پکاریں اسی میں نجات وفلاح ہے۔

عقیدہ: انبیاء کرام تمام مخلوق سے افضل ہیں یہاں تک کہ رسل ملائکہ سے بھی۔

عقیدہ: کوئی ولی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے بہت سے پیغمبر دنیا میں بھیجے ہیں بعض کا ذکر قرآن پاک میں فرمایا ہے اور اکثر کا نہیں فرمایا۔

عقیدہ: بعض انبیاء بعض سے افضل درجہ رکھتے ہیں۔ انبیاء میں پانچ اولوالعزم پیغمبر ہیں نوح علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ حضور تمام انبیاء ورسل کے سردار اور سب سے افضل ہیں بلکہ آنحضور کا اقرار کرنے سے دیگر انبیاء کو اعزاز نبوت عطا ہوا۔

عقیدہ: نبی کریم روف ورحیم اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور محبوبیت کبریٰ کا شرف آپ کو ہی حاصل ہے۔

عقیدہ: جو کمالات تمام انبیاء کو عطا ہوئے وہ تمام کے تمام اور اس سے بھی زیادہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئے۔

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

عقیدہ: قیامت میں شفاعتِ کبریٰ آنحضور کو ہی یہ مرتبہ حاصل ہے۔

عقیدہ: آپ کی تعظیم وتوقیر اب بھی اسی طرح فرض عین ہے جس طرح آپ کی ظاہری موجودگی میں تھی۔ آپ زندہ و پائندہ نبی ہیں قبر اقدس میں بھی زندہ ہیں اسی طرح آپ سے منسوب ہر چیز کی تعظیم وتوقیر کرنا ضروری ہے۔

عقیدہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے حاضر وناظر رسول ہیں دنیا وآخرت

میں ہمارے وسیلہ ہیں آپ کو یارسول اللہ کہہ کر پکارنا اور آپ سے مدد طلب کرنا جائز ہے۔ آپ کا اسم گرامی چوم کر آنکھوں پر لگانا جائز بلکہ متعدد فوائد کا حامل ہے۔

شافع امت:۔

حضور نبی کریم روف و رحیم بے بسوں کے بس بے سہاروں کے سہارا فریادیوں کے فریادرس اور بیچاروں کے چارہ گر ہیں۔ آپ کو شفاعت کا منصب عطا ہو چکا ہوا آپ اپنی امت کے گنہگاروں کی روز قیامت شفاعت فرما کر انہیں جنت میں داخل کروائیں گے۔ دیکھو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "اُعطِیتُ الشفاعة" نیز اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد قدسی ہے وَاستَغفِر لِذَنبِکَ و لِلمومنین وَلِلمُومِنَات یعنی اپنے خواص کے گناہوں اور مومنین و مومنات کے گناہوں کی بخشش مانگو آپ اپنی امت کو پلصراط سے گذاریں گے۔ محشر میں آپ ہی سب سے پہلے شفاعت شروع کریں گے۔

عقیدہ: اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد فرائض و واجبات کی ادائیگی ضروری ہے مگر ایمان کے بعد فرض سے بھی مقدم آنحضور کی تعظیم و توقیر ہے صہبا کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز عصر ادا کر کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں سر رکھ کر آرام فرما ہوئے جبکہ حضرت علی نے ابھی نماز عصر ادا نہیں کی تھی پس حضرت علی بیٹھے رہے کہ آنحضور کے آرام میں خلل نہ آئے اور نماز عصر موخر کر دی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اس پر آنحضور نے آفتاب واپس لوٹا کر آپ کی نماز عصر ادا کرائی۔ اِسی طرح دوران نماز ایک صحابی کو طلب کرنے کا قصہ ہے۔

(صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبه سیدنا و مولانا محمد و علی آله وسلم)

فَاِنْ قَنَطَتْ مِنَ العصیان نَفِسٌ فَبَابُ مُحَمَّدٍ بَابُ الرَّجَاءِ

(علامہ ابن حجر عسقلانی)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مختار شریعت ہیں

خصائص کبریٰ میں حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ''یہ باب اس میں ہے کہ خصوصاً نبی کریم کو منصب عطا شدہ ہے کہ جس کو اور جس حکم میں آپ چاہیں خاص کر دیں اس کی بھی چند مثالیں بیان ہوئی ہیں۔

ششماہی بکری کا بچہ قربانی کرنے کا ایک صحابی کو اجازت مخصوص عطا فرمانے کا واقعہ ہے:

(1) حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلطی سے نماز عید سے پہلے قربانی کر دی جبکہ عید سے قبل قربانی کرنا شریعت کی رو سے درست نہیں تو آپ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ میں نماز سے قبل ہی قربانی کر چکا ہوں اب میرے پاس صرف چھ ماہ کا بچہ ہی موجود ہے تو آنحضور نے فرمایا اس کی جگہ اس کی قربانی کر دو لیکن اس کے بعد اس قدر عمر کی قربانی کسی کے لیے بھی جائز نہ ہوگی۔ (بخاری و مسلم)

یہ اختصاص صرف آنحضور نے حضرت ابو برداء کے لیے ہی فرمایا

(2) حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ ان کے پہلے شوہر حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت پائی تو یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو فرمایا:

''تَسَلَّبِی ثَلٰثًا ثُمَّ اصنعِی مَاشِئتِ''

ترجمہ:۔تم تین دن سنگار سے الگ رہو پھر تم کرو جو چاہو۔

خاوند فوت ہو جائے تو از روئے قرآن پاک چار ماہ دس دن کی عدت گذارنے کا حکم واضح ہے مگر یہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے خداداد اختیار سے صرف تین دن تک محدود فرما دی۔ (طبقات ابن سعد)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور میں ہلاک ہو گیا ہوں فرمایا کیا بات ہے عرض کیا کہ رمضان میں اپنی زوجہ سے قربت کر چکا ہوں (یعنی روزے کی حالت میں اور یوں روزہ توڑ چکا ہوں) فرمایا غلام آزاد کر سکتے ہو؟ عرض کیا نہیں فرمایا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا سکو گے؟ عرض کیا نہیں فرمایا دو ماہ کے متواتر روزے رکھو اس نے عرض کیا حضور یہ بھی طاقت نہیں ہے اسی اثناء میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور کھجوریں لائی گئیں آپ نے وہ اس کو عطا فرمائیں اور ارشاد فرمایا کہ جا کر ان کو مساکین میں تقسیم کر دو عرض کیا حضور مجھ سے زیادہ مسکین کوئی نہیں ہے پس نبی کریم روف ورحیم یہ سُن کر ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور آپ نے ارشاد فرمایا جاؤ اپنے اہل خانہ کو کھلا دو۔ (مسلم ابوداؤد طبرانی وغیرہ) اس طرح کے اور بھی متعدد واقعات ہیں جیسے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو اور زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کو ریشم کا لباس پہننے کی اجازت فرما دی (صحاح ستہ) جو کہ مردوں کے لیے حرام ہے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنا دی (مسند امام احمد) سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسریٰ کے سونے کے کنگن آنحضور کے ارشاد کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ دوم نے پہنا دئے (دلائل نبوت بیہقی شریف)

ایک شخص کو صرف دو نمازیں پڑھنے کی شرط کے ساتھ ایمان لانے کی اجازت فرما دی (مسند امام احمد) اِس طرح کی اور بھی مثالیں موجود ہیں مگر اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ اختصار مدِ نظر ہے یہ تمام واقعات آنحضور کے مختار شریعت ہونا ثابت کرتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنحضور کو امور شریعت کا کلی اختیار دے دیا ہوا تھا۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اشعة اللمعات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صَلَّی اللّٰہُ وَعَلٰی حَبِیۡبِہٖ محمدٍ وَ آلِہٖ وَسَلَّم

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق کفار اور مؤمنین کی نظر میں فرق

کفار کی نظر:۔

منکرین اسلام جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا ایک بشر ہی دیکھتے تھے جو دیگر تمام لوگوں سے کسی طور بھی ممتاز نہ ہو چونکہ کفار خود کسی روحانی خوبی وعظمت سے بے بہرہ تھے لہٰذا وہ آنحضرت فداہ امی وابی کو خود کی مانند کسی خوبی، شرف اور عظمت ووقار سے مشرف نہ جانتے تھے اور آج کے کفار ومنکرین اسلام بھی اسی باطل فکر کے شکار ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے (سورہ یسین) کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بستی میں اپنے دو رسول بھیجے انہوں نے اس بستی کے مکینوں کو بڑی تبلیغ کی بڑا سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں غیر اللہ کی عبادت و پرستش سے باز رہیں مگر بستی والوں نے ان رسولوں کو جھٹلایا اور ان کی نصیحت و تبلیغ پر کان نہ دھرا پھر بھی خدائے بزرگ و برتر نے اسی بستی کو ایک تیسرے رسول کو بھیج کر عظمت بخشی۔ اللہ تعالیٰ کے ان انبیاء نے لوگوں سے فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں جواب میں بستی والے کہتے رہے کہ آپ تو محض ہماری طرح کے بشر ہی ہیں اور آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ بھی نازل نہیں بلکہ آپ تو (معاذ اللہ) جھوٹے ہیں۔

"وَضَرِبْ لَهُمْ مَثَلً اَصْحَابُ الْقَرِيَةْ اِذجَاءَ هُمْ مُرْسَلُوْنَ. اِذ اَرْسَلْنَا عليهِمُ ثنين فَكَذَّبُو هما فَعَزَّنا بِثَالِثٍ فَقَالُوا اِنَّا عَلَيْكُمْ مُرْسَلُوْنَ. قَالُوا ما اَنْتُم اِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا اَنْزَلَ الرَّحمَنُ مِنْ شَيءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكذِبُوْنَ قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّا اِلَيْكُمْ مُرْسَلُونَ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا البَلَاغ الْمُبِيْن"

اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ منکرین اسلام کی نظر میں جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محض ایک بشر تھے اس کے سوا کچھ نہ تھے اور یہ کہ انبیاء ورسل کو بشر جاننا اور کہنا طریقۂ کفار ہے اور اب بھی جو لوگ اس عقیدہ کے مالک ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محض ہماری طرح کے ہی ایک بشر ہیں وہ کفار کی نظر سے دیکھنے والے ہیں اور کفار ہی کی پیروی کرتے ہیں ان کا عقیدہ وفکر کفار والا ہی ہے۔

تاریخ شاہد ہے ایسے لوگ قدیم ایام سے چلے آرہے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو بشریت کے حدود سے زائد کسی دیگر نورانی صلاحیت سے بہرہ ور نہ سمجھتے تھے مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کو ایک بشر ہی کہہ کر ان کا انکار کیا گیا:

قَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهٖ مَاهٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ...... الآية

ترجمہ:۔ اس کی قوم کے سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا کہا یہ تو نہیں مگر تم جیسے آدمی (بشر) (المومنون)

جناب نوح علیہ السلام کے بعد کی قوموں میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیجا تو ان کے جن سرداروں نے کفر کیا یہی کہا کہ:

مَاھٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ یَاکُلُ مِمَّاتَاکُلُوْنَ مِنْهُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ

ترجمہ:۔ یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پینتے ہو اسی میں سے یہ بھی پینتا ہے۔ (مومنون)

اسی طرح موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو بھی بشر دیکھتے ہوئے اُن کی رسالت و نبوت کا انکار کیا گیا۔

فَقَالُوا اَنُومِنُ بِشَرینِ مِثْلِنَا

یعنی کیا ہم اپنے جیسے ہی دو بشروں (آدمیوں) پر ایمان لائیں (المومنون)

سطور بالا سے عیاں ہے کہ کفار ہر دور میں انبیاء و رسل کو محض بشر ہونے کے باعث اتباع و اطاعت اور کسی قسم کی محبت و ہمدردی کے مستحق تصور نہ کرتے تھے بلکہ اس کی بجائے انبیاء سے دشمنی و مخاصمت پر عمل پیرا رہے اور یوں اللہ تعالیٰ کے غضب و قہر کو دعوت دیتے ہوئے تباہ و برباد ہوئے آج بھی بعض نام نہاد مسلمان لوگ موجود ہیں جو مسلمان ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت و اتباع کے منکر ہیں ان کے لیے ہم سوائے دعا کے کیا کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ہدایت و سچا ایمان عطا فرمائے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مخلص مومنین کی نظر میں:۔

یہ جاننے کے لیے کہ صحیح مسلمان یا مومن کیسے ہوتے ہیں اور کس طرح ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سچے اور مخلص امتی ہو سکتے ہیں، ہمیں ماضی میں جھانکنا پڑتا ہے اور حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرز حیات کو جاننا از حد لازم ہے کیونکہ ان ہی کے ذریعے ہم تک اسلام پہنچا ہے وہی اسلام کے

اولین مبلغ ہیں اور انہی کی طرز زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اُس دور کے اولین اہل اسلام یعنی صحابہ کرام ہی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہیں اور جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مانند اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور انہیں کے مانند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت رکھے اور انہیں اپنا آقا و مولیٰ سمجھتے ہوئے آنحضرت کو بعد از خدا بزرگ ترین رہنما و محبوب جانتے ہوئے انہیں کی مانند ایمان و عمل سے مشرف ہو وہی صحیح مومن و مسلمان ہے اور قرآن پاک میں بھی یہی فرمایا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤاٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِهتَدَو

ترجمہ:۔ (اے صحابہ رسول!) اگر وہ کفار لوگ تمہاری طرح ایمان لائیں تو پھر ہی وہ ہدایت یافتہ ہوں گے۔ (البقرہ)

اسی طرح دیگر ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا اَنُؤمِنُ كَمَا آمَنَ السَّفَهَاءُ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفهَاءُ وَلَاكِنْ لَا يَعْلَمُوْن.

ترجمہ:۔ اور جب انہیں فرمایا جائے کہ ایمان لاؤ جیسے دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جیسے بیوقوف لوگ ایمان لے آئے ہیں؟ خبردار بے شک وہی لوگ بے وقوف ہیں مگر وہ جانتے نہیں۔ (البقرہ)

اس آیت پاک میں بھی اُس وقت کے ایماندار لوگوں (یعنی صحابہ کرام) کی مانند ایمان لانے کے لیے کہا جاتا ہے مگر وہ کفار و منافقین صحابہ کی مانند ایمان لانے کو تیار نہیں ہوئے۔ یاد رہے کہ اس وقت کے ایمان والے ہی صحابہ کرام تھے اور انہیں کی مانند ایمان لانا بارگاہ الٰہی میں مقبول و منظور تھا اور اب بھی ایسا ہی ہے۔

ایمان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم:۔

صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے آنحضور کے خطابات سنتے تھے اور آنحضور کی ہدایت کے مطابق اللہ تعالیٰ، آنحضور اور آخرت وغیرہ پر آنحضرت کی موجودگی میں حسب ارشاد نبوی ایمان لائے اور اس کے ساتھ ساتھ آنحضور علیہ السلام کے ساتھ محبت و یگانگت اہل اسلام کے لیے جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنُ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاس اجمَعِیْنَ

ترجمہ:۔تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن (ایمان دار) نہیں ہوسکتا جب تک اُس کے نزدیک میں اس کی اولاد اُس کے والدین اور تمام بنی نوع انسان سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

یہی وجہ ہے کہ جب کوئی صحابی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مخاطب ہوتا تو آغاز یوں کرتا تھا ''یارسول اللہ! فِداکَ اُمِّی وَاَبِی (یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان) یہ تھا انداز تخاطب جو صحابہ رسول رپنائے ہوئے تھے اور آج بھی اس امت کے اکابر اولیاء اکرام اور اکابر علمائے حق یہی طریقہ اپنائے ہوئے ہیں اور یہ ہم سب پر ازحد لازم ہے ہم سچے محبانِ رسول یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ اپنائیں یہی ہدایت ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے۔

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّتِ خُلَفَائے راشدین۔

ترجمہ:۔تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی ضروری ہے۔

پس واجب ہے ہمارا طرز حیات ہمارا ایمان اور ہمارا عمل صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کی مانند ہو اس ضمن میں چند ایک مثالیں پیش کی جاتی ہیں صرف نمونہ کے طور پر ورنہ یہ ایک سمندر کی طرح وسیع ہے۔

جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے آنحضور کے صحابہ کرام کے اخلاص، محبت، جانشاری وابستگی کا آپ کے دشمن بھی انکار نہیں کر سکتے تھے اور چاروناچار انہیں بھی اس حقیقت کا اقرار کرنا ہی پڑتا ہے 6ھ صلح حدیبیہ واقع ہونے سے قبل کفار مکہ کو معلوم ہوا کہ حدیبیہ کے مقام پر صحابہ رسول رضوان اللہ علیہم نے آنحضرت کے ہاتھ پر کفار سے جنگ کرنے کے لیے پوری جان نثاری کی بیعت کی ہے تو قریش ڈر گئے اور ان کے سردار یکے بعد دیگرے حدیبیہ میں حاضر ہوئے قریش کی جانب سے عروہ بن مسعود آیا تھا وہ واپس قریش کے پاس گیا اور ان سے کہا:

اے قوم! میں متعدد بار نجاشی (بادشاہ حبش) قیصر (شاہ قسطنطیہ اور کسریٰ (بادشاہ ایران) کے درباروں میں گیا ہوں مگر کوئی بادشاہ مجھے ایسا نظر نہ آیا جس کی عظمت اس کے درباروالوں کے دل میں ایسی ہو جیسے اصحاب محمد کے دل میں محمد کی ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم)

محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) تھوکتا ہے تو اس کا لعاب دہن زمین پر گرنے نہیں پاتا کسی نہ کسی کے ہاتھ پر گرتا ہے اور وہ شخص اس آب دہن کو اپنے چہرے پر مل لیتا ہے۔

جب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کوئی حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لیے سب مبادرت کرتے ہیں جب وہ وضوء کرتا ہے تو وضوء کے آب مستعمل پر ایسے گرتے پڑتے ہیں گویا لڑائی ہو پڑے گی جب وہ کلام کرتا ہے تو سب کے سب چپ ہو جاتے ہیں ان کے دل میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کا اسقدر ادب ہے کہ اس کے

سامنے وہ نظر بھی اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ میری رائے یہ ہے کہ ان سے صلح کر لو جس طرح بھی بن پڑے"۔ (رحمۃ للعالمین سلمان منصور پوری)

اس بیان میں عروہ بن مسعود نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کی محبت اور خلوص کی واضح تصویر سامنے پیش کر دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دو صحابہ حضرت خبیب اور حضرت زید کفار کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔

"ظالم قریش والوں نے چند دن کے بعد خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صلیب کے نیچے لے جا کر کھڑا کر دیا اور کہا اگر سلام چھوڑ دو تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے۔ دونوں بزرگواروں نے جواب دیا کہ اسلام باقی نہ رہا تو جان کو رکھ کر کیا کریں گے اب قریش نے پوچھا کوئی تمنا ہو تو بیان کرو خبیب نے کہا ہمیں دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دے دو پس مہلت دی گئی انہوں نے نماز ادا کی حضرت خبیب نے کہا میں نماز میں زیادہ وقت صرف کرتا مگر سوچا کہ دشمن یہ نہ کہیں کہ موت سے ڈر گیا ہے بے رحموں نے دونوں کو صلیب پر لٹکا دیا اور نیزہ والوں سے کہا کہ نیزہ کی انی سے ان کے جسموں کے ایک ایک حصہ پر چرکے لگائیں .... ایک سخت دِل نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جگر کو چھیدا اور پوچھا کہو اب تو تم بھی پسند کرتے ہو گے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پھنس جائے اور میں چھوٹ جاؤں اس پر حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت جوش سے جواب دیا "خدا جانتا ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جانے کے لیے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی لگے"۔ (رحمۃ اللعالمین بحوالہ طبری وابن ہشام)

غزوۂ بدر جب واقع ہوا مدینہ شریف میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کو معلوم ہوا کہ قریش مکہ ایک ہزار جانباز بہادروں کی خونخوار فوج لے کر ابوجہل وغیرھم کے ساتھ سواری میں سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑے لیے ہوئے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے لیے نکلے ہیں تو آنحضرت نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشورہ کیا تو انصار مدینہ کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں انصار کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ ہم تو ہر حالت میں حضور کے ساتھ ہیں کسی سے معاہدہ فرمائیں کسی سے معاہدہ نامنظور فرمائیں ہمارے زرومال سے جس قدر منشا مبارک ہو لیجئے ہم کو جو مرضی مبارک ہو عطا فرمائیں مال کا جو حصہ حضور ہم سے لے لیں گے ہمیں وہ زیادہ پسند ہوگا اس مال سے جو حضور ہمارے پاس چھوڑ دیں گے ہمیں آپ حضور جو حکم دیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے اگر حضور عمران کے چشمے تک جائیں گے تو ہم ساتھ ہوں گے اگر حضور ہم کو سمندر میں گھس جانے کا حکم دیں گے تو حضور کے ساتھ وہاں بھی چلیں گے حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم وہ نہیں کہ قوم موسیٰ (علیہ السلام) کی طرح اذھب انت و ربُّک فقاتلا اِنّاً ھٰھُنا قاعدون کہہ دیں ہم تو آپ حضور کے داہنے بائیں آگے پیچھے قتال کے لیے حاضر ہیں۔

مندرجہ بالا واقعات سے خوب واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے صحابہ کرام کو والہانہ وفدایانہ محبت تھی وہ آنحضور پر اپنا سب کچھ قربان کئے بیٹھے تھے۔

موجودہ زمانے میں بھی اہل اسلام کا ایمان واعتقاد اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اسی طرح کی ہونی چاہیے صحابہ کرام کی آنحضور کے ساتھ محبت ہمارے لیے بہترین نمانہ ہے جو شخص اس کی محبت نہ رکھتا ہو وہ مسلمان کہلانے کا ہرگز ہرگز مستحق نہیں ہے۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

اہل سنت والجماعت ہی کو یہ شرف اللہ تعالیٰ نے بخشا ہے کہ وہ سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جماعت صحابہ کی سنت بھی سینے سے لگائے ہوتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عشق سے اپنے سینوں کو منور رکھتے ہیں اور اپنا تن من دھن آپ پر قربان کرتے ہیں یوں یہ ہی جماعت اہل سنت ہے جو صحیح مسلمان ہیں اور اسلام اور آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائی ہیں جیسے کہ دوراول میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام اپنا مال وزر اور جان تک آنحضور کے ایک اشارہ ابرو پر قربان کردیتے تھے۔

یہی صحابہ کرام اور ان کے متبعین ہیں جو خود کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نثار کرنے والے عشاق رسول فی الحقیقت جنت میں قیام پذیر ہونے کے مستحق ہیں جیسے کہ ارشاد رسالت مآب ہے:

''اَلْمَرءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ''

آدمی اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

اس کے برعکس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کی مانند بشر کہہ کہہ کر مقام نبوت عظمیٰ سے نیچے کھینچ کر اپنے برابر اپنی مثل بنانے والے سراپا نور کو ظلمت میں تبدیل کرنے کے خواہاں جنت نہیں جہنم میں ہوں گے ان کے دل اندر سے سخت ہوجاتے ہیں جن میں ایمان کی حلاوت کو دخل نہیں ہوتا۔ بشر سے لغوی طور پر مراد ہے ذوبشریٰ (ظاہری چہرے مہرے والا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہراً چہرے کے ساتھ انسان ہی ہیں مگر کہاں آنحضور محبوب خدا سید المرسل امام الانبیاء حبیب رب

دوسرا اور کہاں یہ سیاہ باطن، کوتاہ نظر گمراہ، حرص وطمع دنیاوی میں مبتلاء نام نہاد کھاوے کے مسلمان۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک یہ تو اُس نورانی نیر عالم تاب کو اپنی اندھیری بدبودار کوٹھڑی میں محدود کرنا چاہتے ہیں۔

جب حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم والدہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس مکمل بشر کی سورۃ میں بھیجا تھا تو کیا جبرئیل اُس وقت سے اِن گمراہ بشر گویاں کی مانند بشر ہو چکے ہوئے ہیں؟ وہ تو سراپا نوری مخلوق تھے اور ہیں دیکھو سورۃ مریم

فَاَرسلنَا عَلَیْهَا رُوحَنا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرً سَوِّیاً

ہم نے اپنی روح کو بھیجا اس کے پاس پس ہم نے ہر لحاظ سے مکمل بشر کی مانند بنا دیا۔

نیز جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں ظاہری چہرے مہرے کے ساتھ حاضر ہوئے تو کیا وہ بشر کہلائیں گے فافہم۔

قرآن پاک میں جو آیا ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی

ترجمہ:۔ کہہ دو محبوب میں تمہاری مثل بشر ہوں میری طرف وحی ہوتی ہے۔

یہاں اللہ پاک نے اپنے حبیب کو فرمایا ہے کہ آپ کو یہ بشر بشر کہتے ہیں تم خود اپنی زبان مبارک سے انہیں فرما دو کہ ٹھیک ہے میں تمہاری طرح بشر ہوں مگر میری طرف وحی ہوتی ہے۔ وحی نے فرق کر دیا ہے۔ یہ کافروں سے کلام فرمانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضور کو فرمایا کہ تم خود اپنی زبانی یہ کہہ دو (یعنی قل) ہم تو نہ کہیں گے ہم تو تجھے یاایھا النبی یا ایھا المزمل وغیرہ عظمت ومحبت بھرے القابات سے پکاریں گے۔ قارئین تدبر کریں آدم علیہ السلام نے کہا تھا ربنا ظلمنا انفسنا اے

ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو کیا اب ہم آدم علیہ السلام کو ظالم کہہ سکتے ہیں کہ آدم علیہ السلام ظالم ہیں؟ وہ خود کو اپنی انکساری جیسے چاہیں اس کا اللہ تعالیٰ سے اظہار کریں ہمیں یہ اختیار ہر گز نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ سے کلام فرماتے ہوئے تو فرماتے ہیں ''اَیُّکُمْ مِثْلِی'' تم میں سے کون میری مثل ہے۔

دیگر ایک مقام پر فرماتے ہیں بیٹھ کر نفل پڑھنے کے بارے میں لَاکِنِّی لَسْتُ کَاحَدٍ مِنکُمْ (لیکن ہم تمہاری طرح نہیں) صحابہ کرام نے متعدد موقعوں پر فرمایا ہے اَیُّنَا مِثْلُهٗ (ہم میں آنحضور علیہ السلام جیسا کون ہے؟)

تفسیر روح البیان سورہ مریم کھیٰعص کے تحت ہے کہ حضور علیہ لسلام کی تین صورتیں ہیں بشری حقی اور ملکی۔ بشریت کا ذکر انما انار بشر۔ حقی کا ذکر من رآنی فقدر الحق (جس نے ہمیں دیکھا اس نے حق دیکھا صورت ملکی یوں ہے لی مع اللہ وَقتٌ لایَسْعُنِی فِیْهِ مَلَکٌ مُقربٌ ولَانبیٌّ مرُسَلٍ (بعض وقت ہمیں اللہ تعالیٰ سے ایسا قرب ہوتا ہے کہ اس میں کسی مقرب فرشتہ کی گنجائش ہوتی ہے نہ مرسل نبی کی۔

یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ظاہراً بشر کی صورت میں ہی تشریف لائے مگر وہ سراپا نور ہیں قرآن پاک نے انہیں نور فرمایا آپ کی ظاہری بشریت سے کسی کو انکار نہیں مگر ان کی بشریت اور ہماری بشریت میں زمین آسمان کا فرق ہے ان کے مبارک کان زمین پر ہوتے ہوئے آسمانوں پر فرشتوں کی گفتگو سنتے ہیں۔ وہ معہ جسم اطہر اور معراج پر جاتے ہیں زمین کو اپنی زبان سے حکم دیں تو زمین تابع فرمان ہے۔ جبکہ ان بشر بشر کہنے والوں کے کہنے پر ایک مکھی بھی ادھر ادھر نہیں ہوتی۔ ان کے کسی عضو کا سایہ نہیں اسقدر آنحضور کی لطافت جسمانی ہے۔ بشریت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے

ساتھ شروع ہوئی تھی۔ آپ ابوالبشر کہلاتے ہیں جبکہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان سے مدتوں پہلے نبی تھے جیسے کہ حدیث پاک میں آیا ہے

"کُنتُ نبیاً وَّ الآدَمُ بَیْنَ الماءِ وَالطین"

ترجمہ:۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی ومٹی میں تھے۔

غور کریں کہ ایسی اعلیٰ ارفع ہستی کو بشر بشر کہہ کر اپنے برابر اپنی مثل بنا کر کیا حاصل ہوگا یہ سب ڈھکوسلے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہ ہونے کے ہیں اور جہنم میں لے جانے کا سامان ہے ایسی خرافات سے توبہ کریں اور اس حبیب رب علی کو اپنا محبوب تصور کر کے ان کے اسوۂ حسنہ کا متبع بن کر جنت کا استحقاق پیدا کریں اور یہی مشہور وطریقہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا غیوب پر علم

عقیدہ: اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کا علم بالذات ہے بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا۔

(2) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے۔

(3) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم تمام مخلوق سے زیادہ ہے یعنی حضرت آدم وخلیل علیہما السلام، ملک الموت اور شیطان وغیرہ سب سے زیادہ اور انبیاء کرام کے واسطہ سے اولیاء کرام کو بھی بعض غیوبات کا علم ملتا ہے۔

یاد رہے کہ نبی کا لفظ نباء سے ہے اور نباء کے معنی ہیں خبر پس نبی وہ ہوتا ہے جو غیب کی خبر دے اور امور کے بارے میں جو عام لوگ کسی طرح معلوم نہ کر سکتے ہوں

نہ اپنے حواس خمسہ سے اور نہ ہی اپنی عقل وفراست سے مثل ''قیامت'' اور حشر ونشر کا حال فرشتوں کے بارے میں علم وغیرہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء ورسل کے سردار ہیں آپ کا علم بھی ان تمام سے زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کے نام ماہیت اور استعمال وغیرہ سب کچھ سکھادیا یعنی اسی ماکان و مایکون کے علم کے باعث آپ کو فرشتوں پر فضیلت ثابت ہوگئی تفسیر روح البیان اس آیت کے تحت ہے کہ:

حضرت آدم علیہ السلام کو چیزوں کے حالات سکھائے اور جو کچھ اُن میں دینی ودنیاوی نفع ہیں وہ بتائے اور ان کو فرشتوں کے نام، ان کی اولاد اور حیوانات اور جمادات کے نام بتائے اور ہر چیز کا بنانا بتایا تمام شہروں اور گاؤں کے نام پرندوں اور درختوں کے نام جو ہو چکا یا جو کچھ بھی ہوگا ان کے نام اور جو قیامت تک پیدا فرمائے گا ان کے نام اور کھانے پینے کی چیزوں کے نام جنت کی ہر نعمت غرضیکہ ہر چیز کے نام بتادیئے حدیث میں ہے کہ حضرت آدم کو سات لاکھ زبانیں سکھائی گئیں۔ (جاء الحق)

اسی طرح دیگر تفاسیر میں بھی تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔ جب یہ حال آدم علیہ السلام کا ہے تو سید العالمین جناب رسول کریم روف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوچیں جس کا علم تمام مخلوقات سے زیادہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نوری تخلیق سب سے اول ہوئی باقی تمام مخلوقات کی پیدائش آنحضور کے سامنے ہوئی لہٰذا مخلوق کی کوئی چیز آنحضور سے مخفی نہیں ہے شیخ ابن عربی فتوحات مکیہ باب دہم میں رقمطراز ہیں۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کے پہلے خلیفہ اور نائب آدم علیہ السلام ہیں۔

خلیفہ اصلی کی غیر موجودگی میں اس کی جگہ کام کرنے والے کو کہتے ہیں پس

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش مبارک سے قبل تمام انبیاء آنحضرت علیہ السلام کے نائب تھے۔

قرآن پاک میں پارہ نمبر 2 کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْداً

ترجمہ: ''اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہوں'' اور گواہ وہی ہوتا ہے جس نے خود دیکھا ہو خوب جانتا ہو اِسی کے تحت تفسیر عزیزی میں فرمایا ہے:

ترجمہ: ''حضور علیہ السلام اپنے نور نبوت کیوجہ سے ہر دنیدار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ تک پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور اس کی ترقی سے مانع کونسا حجاب ہے پس حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں اور تمہارے ایمانی درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں لہٰذا ان کی گواہی دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔''

لفظ شہید کے معنی میں محافظ اور خبردار ہونا بھی شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غیب کی خبریں لوگوں کو بتانے میں بخیل نہیں ہیں اور نہ کوئی چیز چھپاتے ہیں جو بتانے کے قابل ہے:

وَمَاھُوَ عَلٰی الغیب بِضَنِیْن

ترجمہ: اور وہ غیب بتانے میں بخیل نہیں

واضح رہے کہ لوح محفوظ میں ہر چیز کا ذکر کر دیا ہے اور لوح محفوظ کے مندرجات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کا بعض حصہ ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم ماکان و مایکون سے زیادہ ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

ترجمہ:۔پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (پارہ نمبر 29)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو علم غیب عطا فرماتا ہے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا:

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ

ترجمہ:۔میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ تم جو کچھ اپنے اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو کچھ جمع کرتے ہو۔ (پارہ نمبر 3)

مشکوٰۃ شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر ہمارے سامنے قیامت تک ہونے والے تمام واقعات بیان فرمادئے یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب ہی ہے کہ اول سے آخر تمام کچھ بیان فرمادیا۔

مشکوٰۃ شریف میں باب مناقب اہل بیت میں فرمایا کہ:

تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ غُلَامًا يَكُوْنُ فِيْ حَجْرِكَ

ترجمہ:۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ فاطمہ کے فرزند ہوگا جو تمہاری پرورش میں رہے گا۔ (یہ غیب کی خبر ہے)

مشکوٰۃ شریف میں اُسی مذکورہ بالا حدیث حذیفہ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منبر پر کھڑے ہو کر قیامت تک کے واقعات بیان فرمادئے اور لوگوں سے فرماتے رہے بار بار کہ پوچھ لو جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو ہم سب کچھ بتائیں گے ایک

آدمی نے کھڑا ہوکر پوچھا کہ میرا ٹھکانا کہاں ہے؟ تو فرمایا جہنم میں عبداللہ بن خذیفہ نے پوچھا کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذیفہ۔

غور کریں کہ جنتی یا جہنمی ہونا علوم خمسہ سے ہے کہ کون کہاں ہوگا اِسی طرح کون کس کا بیٹا ہے یہ صرف اس کی ماں ہی جانتی ہے اور کوئی نہیں جانتا مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ بھی بتارہے ہیں یہ بھی علوم خمسہ سے ہے حضرت نوح علیہ السلام کی نظر اپنی قوم کی آئندہ قیامت تک ہونے والی نسلوں تک دیکھ رہی تھی کہ آئندہ ان میں سوائے کافروں بدکرداروں کے کوئی نیک پیدا نہ ہوگا پس اللہ تعالیٰ سے فرمایا ان پر عذاب نازل فرمادے دیکھو قرآن پاک میں نوح علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے درخواست۔

مشکوٰۃ شریف مناقب ابوبکر وعمرؓ میں ہے کہ جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا کہ کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہوں تو فرمایا ہاں وہ عمر ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت تک کے تمام لوگوں کے تمام ظاہری اور پوشیدہ اعمال کو اچھی طرح جانتے ہیں نیز آپ کو آسمانوں کے تمام ظاہر اور پوشیدہ تارے مفصل طور پر معلوم ہیں جو ابھی تک سائنس دانوں کو بھی معلوم نہیں ہوسکے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانی تاروں کا شمار بھی معلوم ہے اور تمام انسانوں کے فرداً فرداً اعمال کی گنتی بھی معلوم ہے۔ سبحان اللہ

مسلم شریف میں غزوۂ بدر میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ فلاں شخص کے

گرنے کی جگہ ہے اور اپنے ہاتھ مبارک کو ادھر ادھر زمین پر رکھتے تھے راوی فرماتے ہیں کہ قتل ہونے والوں میں سے کوئی بھی آپ حضور کے ہاتھ کی جگہ سے ذرا بھی نہ ہٹا (مسلم شریف جلد دوم کتاب الجہاد باب غزوہ بدر) یہ تمام باتیں کہ کون کہاں مرے گا علوم خمسہ سے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام علوم خمسہ بھی عطا شدہ ہیں آپ کو قیامت کے انعقاد کا وقت وغیرہ اور کیفیت سب کچھ معلوم ہے آپ نے قیامت کے قرب کی تمام علامات لوگوں کو بتادی ہیں امام مہدی کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آمد دجال کا ظاہر ہونا وغیرہ اور جو لوگ دجال کی اطاعت کریں گے سب بیان کر دیا ہے آپ نے یہ بھی بتادیا کہ قیامت جمعہ کے روز ہوگی یعنی آپ نے انعقاد قیامت کا دن بھی بتادیا اور کیا باقی رہا۔ البتہ قیامت کتنے بجکر کتنے منٹ پر ہوگی آپ نے یہ بات پوشیدہ رکھی کہ اسی میں حکمت ہے۔ حدیث جبرئیل میں دونوں میں گفتگو ہوئی کہ دونوں ہی کو معلوم ہے جتنا معلوم ہے ان مضمون پر بہت زیادہ آیات قرآنی اور احادیث ذکر کی جاسکتی ہیں مگر اس مختصر کتاب میں اتنی گنجائش نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عالم اجسام عالم ارواح عالم امر عالم امکان عالم ملائکہ عرش وفرش یعنی ہر چیز پر نظر ہے اگلے پچھلے سب واقعات معلوم ہیں تاریک راتوں میں تنہائی کے اندر جو کام ہوتے ہیں وہ آنجناب کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہیں یہ بھی جانتے ہیں کون کس کا والد ہے (حدیث حذیفہ) کون کس جگہ اور کب میرے گا مرنے کی کیفیت کیا ہوگی کافر مرے گا یا مومن عورت کے پیٹ میں کیا ہے آپ کو کائنات کا ذرہ ذرہ اور قطرہ معلوم ہیں۔ یہ چند سطور اشارۃً درج کر دی ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائماً ابداً

نبوت سے فیض عام:۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولیاء کرام کو بھی علم غیب عطا فرمایا جاتا ہے مگر وہ علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے سے ہوتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب عقائد میں شیخ ابو عبداللہ شیرازی سے منقول ہے۔

اَلْعَبْدُ يَنْقَلُ فِي الاَحوالِ حتى يصِيْرُ اِلٰى نعتِ الرَوحَانِيَّةِ فَيَعْلَمُ الغيب

ترجمہ: بندہ حالات میں منتقل ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ روحانیت کی صفت پالیتا ہے پس وہ غیب جانتا ہے۔

شاہ العزیز صاحب اپنی تفسیر عزیزی میں سورہ جن کی تفسیر میں فرماتے ہیں

"اطلاع بر لوح محفوظ و دیدن نقوش نیز از بعض اولیاء بتواتر منقول است"

ترجمہ:۔ لوح محفوظ کی خبر رکھنا اور تحریر دیکھنا بعض اولیاء کرام سے بتواتر نقل کیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

فَاِذا اَحبَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمعَهُ الَّذِیْ يَسْمعُ بِه وَبَصَرَهُ الَّذِی يَبْصُرُلِه وَيَدَهُ الَّذِی يَبطش بِهَا وَرِجلَهُ الَّذِیْ يَمْشِی بِهَا

ترجمہ:۔ رب تعالیٰ کا ارشاد قدسی ہے پس جبکہ میں اس بندہ سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے ہو چلتا ہے۔ (مشکوٰۃ جلد نمبر 1 کتاب الدعوات باب الذکر)

نیز لطائف المنن میں فرمایا ہے کہ:

قَالَ فِی لَطَائِفِ الْمِنَنِ اِطِّلَاعُ الْعَبْدِ عَلٰی الغیب مِنْ غُیُوْبِ اللّٰہِ بِدَلِیْلِ خَبَرِ اِتَّقُوْا مِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ لَایَسْتَغْرِبُ وَھُوَ مَعْنٰی کُنْتُ بَصَرَہٗ الَّذِی یَبْصُرُبِہٖ فَمِنَ الْحَقِّ فَبَصَرہ فَاِطِّلَاعُہ عَلٰی الْغَیْبِ لَایَسْتَغْرِب

ترجمہ:۔ کامل بندے کا اللہ تعالیٰ غیوب میں سے کسی غیب کو جان لینا تعجب خیز نہیں ہے بوجہ اس حدیث کے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہ ہی اس حدیث کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے پس اس کا دیکھنا حق کی طرف سے ہوتا ہے اس کا غیب پر مطلع ہونا کچھ عجیب نہیں ہے۔ (زرقانی شرح مذاہب جلد نمبر 7 صفحہ 228)

اولیاء کرام جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نائب ہوتے ہیں ان کے خلفاء ہوتے ہیں تو ظاہر ہے آنحضرت علیہ السلام کے واسطے سے آپ کے نائبین کو غیب کا علم عطا ہوتا ہے اگر چہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے سمندر سے ایک قطرہ کی مانند ہوتا ہے اولیاء کرام فیض نبوت سے مشرف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کو یہ قدرت عطا فرمائی ہوتی ہے کہ وہ کسی شخص کی پیدائش سے سینکڑوں سال قبل اس کی پیدائش مقام پیدائش اور اس کا مرتبہ ومقام اور دیگر حالات اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ عنایت سے جان لیتے ہیں تاریخ میں ایسے واقعات متعدد مرقوم ہیں۔

زندہ و پائندہ رسالت ونبوت

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں دائماً زندہ و پائندہ نبی کریم روف ورحیم کی امت میں شامل فرمایا اُس دائی رسول اعظم کی امت جن کی رسالت و نبوت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تاقیامت جاری وساری ہے اور رہے گی قرآن پاک میں بڑے واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کی پردہ کشائی فرمادی ہے جیسے کہ فرمایا ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ
حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ الرَّحِيْم

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تم میں سے ہی وہ رسول تشریف فرما ہوئے جن پر گراں ہے تمہارا مشقت میں پڑنا: (پ 11 سورۃ 9)

قرآن پاک کی یہ آیت پاک قیامت تک ہونے والے تمام مسلمانوں کے لیے ہے جو آنحضور کے امتی ہیں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت تاقیامت جاری ہے کیونکہ آپ ہی آخری رسول ہیں آپ کے بعد کسی دوسرے نبی کی ضرورت ہی نہیں ہے اسی طرح یہ خطاب بھی قیامت تک ہونے والے اہل اسلام کا احاطہ کرتی ہے اور واضح کرتی ہے کہ تم تمام مسلمانوں کے پاس آپ حضور تشریف لائے ہیں اور آپ ہر مسلمان کے پاس ہیں ہر جگہ جہاں بھی کوئی مسلمان موجود ہے آنحضور وہاں موجود ہیں اور اس کے بہی خواہ اور مددگار ہیں اس کا مشقف میں پڑنا وغیرہ جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد قدسی ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُ وكَ فَاسْتَغْفَرُ اللّٰهَ
وَسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُو اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْما.

ترجمہ:۔اور اگر جب وہ جانوں پر ظلم کا ارتکاب کرلیں تو اے محبوب تمہاری بارگاہ میں حاضر ہوجائیں پس وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور رسول بھی اُن کی شفاعت فرمائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا پائیں گے۔(پ5 سورۃ4)

قرآن پاک کی یہ آیت پاک اس حقیقت پر واضح دلالت کرتی ہے کہ گنہگاروں کی بخشش کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ گنہگار جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دامن شفاعت تھام لیں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اپنے گناہ پر معافی طلب کریں پھر آنحضور اُن کی سفارش وشفاعت فرمادیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان پر معاف کنندہ مہربان ہوجائے گا۔

یہ بھی تاقیامت اہل اسلام کے لیے آیت پاک ہے کیونکہ آنحضور قیامت تک ہوئے آپ کے امتی مسلمانوں کے لیے نبی ورسول ہیں اور ہر مسلمان کے لیے قابل رسائی ہیں۔

(approachable) اور یہ اسی سے ہی ہے کہ آپ حضور کی رسالت و نبوت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ و پائندہ ہے نیز آپ حضور ہر مسلمان کے قریب بھی ہیں آپ کی خدمت میں ہر گناہ کا مرتکب مسلمان حاضر بھی ہوسکتا ہے۔ یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ وہ آپ کی بارگاہ میں مدینہ شریف میں ہی حاصر ہوا گر ایسا ہوتا تو ہم جیسے فقیر لوگ جو وہاں سے بہت دور رہتے ہیں اپنی بخشش کیسے حاصل کرسکتے مالداروں کے لیے بھی ہر گناہ پر مدینہ شریف جانا ممکن نہیں کہ گناہ تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔لہٰذا

ایسی حاضری تو بس کی بات نہ ہے لہٰذا بارگاہ رسالت میں حاضری نہایت آسان فرمادی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہی اللہ تعالیٰ نے یہ صفت و صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ آپ حضور اپنے ہر ہر مسلمان امتی کے پاس ہی ہیں قریب ہی ہیں اُس کی ہر تکلیف و مصیبت کو بھی جانتے ہیں اس کے گناہ کا مرتکب ہوتے ہیں جانتے ہیں یعنی آپ حضور ہر جگہ حاضر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضور کو **شاھداً و مبشراً وّ نَذِیرا** بنا کر بھیجا ہے **داعِیًا اِلَی اللہِ** اور **سراجاً منیرا** بنا کر بھیجا ہے شاہد یعنی گواہ ہوتا ہے یعنی آپ کی نظر میں ہے سب کچھ نیز آپ سراج منیر ہیں۔ سراج آفتاب کو کہا جاتا ہے آفتاب ہر جگہ عالم میں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اِسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ہر مقام پر موجود ہونے کی صفت عطا فرمائی ہوئی ہے۔

اَلنَّبِیُ اَوْلٰی بِالْمُومِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِم

ترجمہ: نبی کریم مومنوں سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

مدرسہ دیوبند کے بانی مولوی قاسم صاحب نے کہا ہے کہ اس آیت میں اولــــی کے معنی ہیں قریب تر پس آیت کے معنی اب یہی ہوں گے کہ آپ حضور ہر مومن سے اس کے جان سے بھی بڑھ کر قریب ہیں (مومن قیامت تک وجود میں آتے رہیں گے۔ فافہم) (تحذیر الناس صفحہ 10)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زندہ و پائندہ جاری وساری رسالت پر احادیث بھی موجود ہیں مثلاً

حدیث : حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم کو آنحضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس حال میں چھوڑا کہ کوئی پرندہ اپنے پر بھی نہیں ہلاتا مگر اس کا علم ہم کو بتا دیا۔ (مسند امام احمد بن حنبل)

لَقَدتَرَکْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَا یُحِرّکُ طائِرٌ جَنَاحَیْہِ اِلَّا ذَکَرَلَنَا مِنْہُ عِلْماً

حدیث :فَتَجلی لِی کُلُّ شَیءٌ وَعَرَفْتُ

ترجمہ:۔ پس ہمارے لیے ہر چیز ظاہر ہوگئی اور ہم نے پہچان لی۔

(مشکوٰۃ باب المساجد ، روایت ترمذی)

حدیث : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ رَفَعَ لِی الدُنْیَا فَاَنَا انظر اِلَیْھاوَاِلٰی مَاھُوَ کائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَومِ القِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِی

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ساری دنیا کو پیش فرما دیا پس ہم اس دنیا کو اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے یوں دیکھ رہے ہیں جس طرح ہم اپنے اس ہاتھ کو دیکھتے ہیں۔ (شرح مواہب لدنیہ لزرقانی)

حدیث :مَاکُنتَ تقُوْلُ فِیْ ھَذَاالرجل

ترجمہ:۔ اس شخصیت کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے؟

یہ سوال ہوتا ہے ہے قبر میں نکیرین کی طرف سے میت پر۔ اس وقت صاحب قبر اپنے سامنے حضور علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوتا ہے تو مومن تو جواب درست ہی دے لیتا ہے۔ حدیث میں لفظ ھــــذا ہے جو قریب کی طرف اشارہ ہے اور محسوس مبصر مذکر پر بولا جاتا ہے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام قبر میں قریب ہی دکھائی دیتے ہیں تو دنیا میں اس روئے زمین پر بیک وقت متعدد اموات ہوتی ہیں اور قبروں میں دفن کئے

جاتے ہیں پس آنحضور ہر قبر میں حاضر و موجود ہوتے ہیں نیز آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ کہاں کہاں کوئی فوت ہوتا ہے اور کس کس مقام پر ان کی قبریں تیار کی جا رہی ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تم مسجدوں میں جب جاؤ حضور علیہ والسلام کو سلام عرض کرو کیونکہ آپ مسجدوں میں موجود ہیں۔

(ملا علی قاری مترجات شرع مشکوٰۃ)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی شفاء کی شرع نسیم الریاض میں ہے کہ:

ترجمہ۔ انبیاء کرام جسمانی و ظاہری طور پر بشر کے ساتھ ہیں اور ان کے باطن اور روحانی قوتیں ملکی ہیں اسی لیے وہ زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھتے ہیں اور آسمانوں کی چرچراہٹ سنتے ہیں اور جبرئیل کی خوشبو پا لیتے ہیں جب وہ ان پر اترتے ہیں۔

''ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں آپ اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کے حالات نیات اور ارادے اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں یہ آپ کو بالکل ظاہر ہے اس میں پوشیدگی نہیں'' (مواہب امام قسطلانی)

''حضور علیہ السلام کو دنیا میں سیر فرمانے کا اپنے صحابہ کی روحوں کے ساتھ اختیار ہے آپ کو بہت سے اولیاء اللہ نے دیکھا ہے۔ (روح البیان سورہ ملک)

شفا شریف میں ہے:

اِنْ لَمْ یکن فی البیعت احدا فَقل السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته

ترجمہ: گھر میں جب کوئی نہیں ہوتا تو تم کہو اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ اس کے تحت ہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح شفا میں

فرماتے ہیں کہ یہ اس لیے فرمایا گیا ہے کیونکہ نبی کریم روف ورحیم کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے علیہ الصلوٰۃ ولسلام

اس عنوان کے تحت مزید بہت کچھ باحوالہ و مستند طریق سے تحریر کیا جا سکتا ہے مگر یہاں اختصار مطلوب ہے لہٰذا چند مستند موجودہ واقعات قلمبند کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں جن سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ہم جیسے فقیر بھی گو دور افتادہ علاقاجات میں مقیم ہیں آنجناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ دوررس سے ہرگز ہرگز دور نہیں ہیں جیسے ہم گذشتہ اوراق میں بیان کر آئے ہیں کہ آقا و مولیٰ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے ہر ہر فرد کو جانتے ہیں اس کے حسب ونسب سے واقف ہیں اس کے حالات وکوائف آپ حضور پر واضح ہیں اپنے ہر امتی کے روزانہ ورجۂ ایمان سے بھی لحہ بہ لحہ آگاہ ہیں۔ ہر فریادی کے فریادرس ہیں ہر امتی کی پکار وفریاد آپ سے پوشیدہ نہیں رہتی آج پندرہ سو سال بعد بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام عالمین میں موجود و متصرف ہیں جیسے کہ آپ اپنے ظاہری وصال پاک سے قبل تھے۔ الآن کما کان

ضلع بہاولپور میں ایک واقعہ:۔

صوبہ پنجاب کے ضلع بہاولپور میں ایک گاؤں چک 92 نہر فتح پر واقع ہے اس میں ایک شخص بیمار ہو گیا کم وبیش ایک مہینہ اسی طرح بیماری میں گذر گیا اور وہ دن بدن کمزور وناتواں ہوتا گیا یہ واقعہ غالباً 1949ء کا ہے۔ بیماری سے شفا ہوتی معلوم نہ ہوتی تھی کہ ایک روز اس کی والدہ اس بیمار شخص کی چارپائی سے دائیں جانب زمین پر بیٹھی ہوئی مایوس نگاہوں سے اپنے بیمار فرزند کو دیکھ رہی تھی مریض کی نظر بھی والدہ کے چہرے پر پڑی تو محسوس کیا کہ آج میری والدہ میری زندگی سے مایوس ہوتی دکھائی

رہی تھیں پس مریض نے اپنے دل ہی دل میں اپنے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کرتے ہوئے مدد کے لیے اپنے خاموش جذبات میں فریاد کی تو فوراً ہی اس پر غنودگی سی طاری ہوگئی تو دیکھا کہ آقا و مولیٰ سید العالمین رحمت للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُس کی چار پائی کے پاس اس کے دائیں جانب نورانی حلقہ میں کھڑے ہیں آنحضور علیہ السلام نے مریض کو فرمایا تجھے سردی محسوس ہورہی ہے تم اپنی بائیں کروٹ پر ہوجاؤ مریض نے ایسے ہی کیا تو آنحضور بھی اس کے بائیں جانب سے اُس کی پائنتی کی طرف ہوئے اس جانب تشریف لے آئے مریض کو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے وسیلے سے فوری تندرستی نصیب ہوگئی اور اُس نے اسی وقت اپنی والدہ سے گذارش کی کہ چاولوں کی ایک دیگ پکوا کر فی سبیل اللہ تقسیم فرمائیں کیونکہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بھی نصیب ہوئی اور بیماری سے نجات بھی وہ مذکور شخص ابھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زندہ و پائندہ اور صحتمند موجود ہے۔

یہاں قارئین تدبر فرمائیں کہ بہاولپور سے مدینہ شریف ہزاروں میل کی مسافت پر ہے جہاں پر آپ حضور علیہ السلام نے اس مریض خوش نصیب کی فریاد سن لی مگر کس آواز اور کس زبان میں مریض نے تو اپنے دل میں ہی سوچ میں ہی فریاد کی تھی۔ اُس نے اردو پنجابی وغیرہ کسی زبان کا کوئی حرف و لفظ ہرگز نہیں بولا تھا آپ حضور پھر بھی اس کی فریاد کو تشریف لے آئے یعنی آپ حضور ہمارے دلی خیالات و جذبات سے بھی آگاہ ہیں اور آپ ہمیں ہر ایک کو حسب ونسب اور قیام کی جگہ و مقام سے بھی آگاہ ہیں سبحان اللہ کیا ہی اعلیٰ صفات و خصائص کے مالک ہمارے محبوب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ آپ کی نگاہ سے قیامت تک ہونے والا

کوئی بھی امتی دور نہیں اور کیوں نہ ہو آپ تا قیامت اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں اور نبی اور رسول اپنے ہر امتی کو جانتے پہچانتے ہی ہوتے ہیں اور ہمارے محبوب آقا و مولیٰ تو تمام انبیاء ورسل کے سردار اور رسول ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے درجات اور بلند اور بلند اور بلند فرمائے۔

مذکورہ واقعہ سے عملی طور پر واضح ہے کہ آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی پوری قویٰ واختیارات کے ساتھ متصرف ہیں اور اپنے امت پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔

دوسرا یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ آپ حضور فریادی کی فریاد سنتے اور دستگیری فرماتے ہیں اور فریادی آپ کو صیغہ حاضر میں یاد کرتا ہے یعنی یارسول اللہ! کہہ کر فریاد کرتا ہے اور ایسا کرنا جائز ہے اور ضروری بھی ہے کہ خطاب خطابیہ الفاظ میں ہی ہوتا ہے۔

نیز یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے دعا کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیے بوسیلۂ مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

ندا یارسول اللہ اور وسیلہ کا جواز:۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صرف اسی دعا کی قبولیت کی امید ہوتی ہے جس میں حضور علیہ السلام پر اول و آخر درود وسلام پڑھا جائے یہ درود وسلام پڑھنا ہی وسیلہ تصور ہوتا ہے۔

نیز یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو دعائے حاجت کرنے کا طریقہ بھی ارشاد فرمایا ہے جو قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے ایک عظیم عطائے تحفہ ہے: آپ کی بارگاہ میں ایک نابینا شخص حاضر ہوا اور دعا کا طالب ہوا

آقا ومولیٰ رؤف و رحیم نے اس کو یہ دعا ارشاد فرمائی۔

اللّٰھم اِنّی اسئلُک وَاتوجہ الیک بِمُحَمَّدٍ نَبِیّ الرحمۃ یَامُحَمَّدُ اِنی توجَّھۃُ بِکَ اِلٰی رَبّی فی حاجتی ھٰذہٖ لِتقضِی اللھم فَشَفعِہُ فِی

ترجمہ:۔ اے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں اور تیری طرف حضور علیہ السلام نبی الرحمۃ کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں یا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے آپ حضور کے ذریعے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی تا کہ حاجت پوری ہو جائے۔ اے اللہ میرے لیے حضور کی شفاعت قبول فرما۔

(ابن ماجہ بروایت حضور عثمان بن حنیف)

یہاں دعا میں حضور علیہ السلام کو یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے الفاظ ندایا میں خطاب کیا ہے اور ایسا کرنا آپ حضور کی اجازت اور ہدایت کے مطابق کیا گیا اور معلوم رہے کہ اس نابینا کی دعا قبول ہوئی اور اس کا نابیناپن جاتا رہا۔

تاریخ گواہ ہے کہ ماضی میں بڑے بڑے مقدس بزرگ آپ کو صیغہ حاضر میں مخاطب ہو کر مدد طلب کرتے رہے ہیں ان کے وظائف میں یہ بات شامل رہی ہے ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں یوں فریاد کی ہے:

یَاسَیِّدُ السَّادات جِئتُکَ قاصِداً
ارجو رِضاکَ وَ اَحتمی بِحعاکَ

ترجمہ:۔ اے پیشواؤں کے پیشوا میں دلی قصد سے آپ کی بارگاہ میں آیا ہوں آپ کی رضا کا امیدوار ہوں اور خود کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ (قصیدہ نعمان)

اسی طرح قصیدہ بردہ شریف میں بھی ہے:

یَا اَکرَمَ الخَلقِ مَالِی مَن اَلُوذُبِہٖ

سِوَاکَ عِندَحَلُولِ الحَادِثِ العَمَمٖ

ترجمہ:۔اے بہترین مخلوق میرا کوئی نہیں ہے آپ کے سوا جس کی میں پناہ لے لوں مصیبت عامہ کے وقت۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کتنے پیارے انداز میں حضور علیہ السلام کی بارگاہِ بے کس پناہ میں فریاد کی ہے یہ فارسی زبان میں ہے۔

زمہجوری برآمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم

نہ آخر رحمۃ للعالمینی زمحروماں چرا فارغ نشینی

ترجمہ: سارے جہاں کی جان بوجہ جدائی نکل رہی ہے اے اللہ تعالیٰ کے نبی رحم فرماؤ رحم فرماؤ کیا آخر آپ سارے جہانوں کی رحمت نہیں ہیں؟ پھر ہم مجرموں کو آپ کیوں چھوڑے بیٹھے ہیں۔

یا رسول اللہ کہہ کہہ کر آپ کو یاد کرنا تو اہل محبت اور عشاق رسالت مآب کا روزانہ کا وظیفہ ہے جب تک آپ کو اس طرح سے یاد نہ کرلیں فریاد نہ کرلیں چین نہیں آتا اور یہی علامت ہے سچے مومن کی رات کے پچھلے پہر مومن تہجد کے نفل ادا کر کے اپنے مصلیٰ پر بیٹھ کر جب خود کو آقا و مولیٰ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر کر کے ندا یہ الفاظ میں صلوٰۃ والسلام عرض کرتا ہے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلٰی آلِکَ واصحابِکَ یاحبیب اللہ

اور جو سرور ولطف اس کو اس وقت آنحضور کی پرشفقت نگاہ سے حاصل ہوتا ہے اس کے مقابلے میں ہفت اقلیم کی شاہنشاہی بھی اسے ہیچ معلوم ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ رب العالمین کے رسول ہیں اور رحمۃ للعالمین ہیں تمام جہانوں کے لیے رحمت ہوتے ہوئے تمام کائنات میں کہیں سے بھی کوئی آنجناب کو یاد کرے آپ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کی آواز خود سنتے ہیں۔ ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ نے اپنی کتاب جلاوالافہام میں حدیث نمبر 108 یوں درج کیا ہے۔

لَیسَ مِن یُصَلِّی عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوتُہٗ

حَیثُ کانَ قُلنا وبَعدَ وَفَاتِکَ قَالَ وَبَعدَ وَفَاتی

ترجمہ: کوئی کہیں سے بھی درود شریف مجھ پر پڑھے اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے اور وفات کے بعد بھی اسی طرح ہی رہے گا۔

پس معلوم ہوا کہ پوری کائنات میں سے کہیں سے بھی فریاد ہو آپ سنتے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ الجراح نے قنسرین سے حضرت کعب بن ضمرہ کو ایک ہزار سوار دیکر فتح حلب کے لیے روانہ کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے پیچھے آرہا ہوں ادھر یوقنا حاکم حلب کو اس کے جاسوسوں نے خبر دی کہ عرب ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ تمہارے شہر کی فتح کے ارادے سے آرہے ہیں اور وہ شہر سے چھ میل کے فاصلہ پر ہیں یوقنا نے لشکر تیار کر کے آدھا اپنے ساتھ لیا اور آدھا کمین گاہ میں مقرر کیا جب حضرت کعب کی نظر یوقنا کے لشکر پر پڑی تو اپنے لشکریوں سے کہا میرے اندازہ میں دشمن کا لشکر پانچ ہزار ہے جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے غرض مقابلہ ہوا یہاں تک کہ مسلمانوں کو فتح مبین کا یقین ہو گیا مگر اسی اثنا میں کمین گاہ سے یوقنا کا لشکر آپڑا جس کے باعث لشکر اسلام کا ایک فرقہ بھاگنے لگا دوسرے فرقہ نے اہل کمین کا مقابلہ کیا تیسرا فرقہ حضرت کعب کے ساتھ تھا جو مسلمانوں کے لیے بڑا بے چین تھا اور ان کے بچانے کے لیے

کوشش کررہے تھے اور یوں پکار رہے تھے۔

یا محمد یا محمد یا نصر اللہ! انزل یا معشر المسلمین
اثبتوا انما ھی ساعة ویاتی النصرو انتم الاعلون

(فتوح الشام مطبوعہ مصر جزاول صفحہ 151 بحوالہ سیرت رسول عربی)

''یا محمد! یا محمد! اے نصرت الٰہی نازل ہوا اے مسلمانوں کے گروہ ثابت قدم رہو یہی ایک گھڑی ہے مدد آنے والی ہے تمہارا ہی بول بالا ہے''۔

اور یوں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو فتح سے ہمکنار فرمایا۔

ہیثم بن حنس سے روایت ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھے ان کا پاؤں سو گیا تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ آپ یاد کریں اسے جو آپ کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ پیارا ہے اس پر حضرت ابن عمر نے کہا ''یا محمد'' پس آپ گویا بند سے کھول دیئے گئے۔ (ابن السنی متوفی 365)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک آدمی کا پاؤں سن ہو گیا تو آپ نے اس سے فرمایا جو تجھے تمام لوگوں سے زیادہ پیارا ہے اسے یاد کر تو اس نے کہا ''یا محمد'' یہ کہنے سے ہی اس کے پاوں کی خوابیدگی جاتی رہی۔

(کتاب الاذکار نووی ص 135 سیرت رسول عربی)

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک نابینا شخص حاضر ہوا اور اپنی بنیائی سے محرومی کی شکایت کی آنحضور نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں دعا کر دیتا ہوں یا صبر کرو اس نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے بہت دشواری ہے کوئی میرا عصا پکڑنے والا نہیں آپ نے فرمایا دو رکعت نفل ادا کر کے یہ دعا پڑھو

اللھم انی اَسئَلُکَ و اتوجه الیکَ بِنبِیّکَ محمد
نبی الرحمة یا محمدُ اِنِّی توجھت
بِکَ اِنی رَبّ...... ابن حنیف کا بیان ہے کہ ابھی ہم وہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ شخص آ گیا اور اسے ہرگز کوئی تکلیف ہی نہ تھی (وفاالوفا اور مشکوٰۃ شریف)

یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات ظاہری کے دوران کا ہے اب درج ذیل واقعہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کا ہے یہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ایک شخص اپنی کسی حاجت کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا کرتا تھا مگر وہ اسی کی جانب متوجہ نہ ہوئے تھے اور نہ ہی اس کی حاجت پوری کرتے تھے وہ ایک دن حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور ان سے اس بارے میں ذکر کیا اس پر ابن حنیف نے کہا کہ وضو کر لو اور مسجد میں جاؤ اور دو رکعت پڑھ کر یوں دعا مانگو: اللھم انی اَسئَلُکَ و اتوجه الیکَ بِنبِیّکَ محمد نبِی الرحمة یا محمدُ اِنِّی توجه بِک اِنی رَبّکَ اَن تَقْضِیِ حاجَتی (یہاں پر اپنی حاجت بیان کرنا) پس اس نے ایسے ہی کیا اور پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر جا حاضر ہوا دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گیا حضرت عثمان غنی نے اس کو اپنے ساتھ فرش پر بٹھایا اس کا حال پوچھا اور اس کی حاجت پوری کر دی نیز اُسے فرمایا کہ اتنے دنوں میں تو نے اب اپنا مطلب بیان کیا ہے آئندہ جب بھی کوئی حاجت تمہیں ہو ہمارے پاس آ کر بتایا کرو۔ وہ وہاں سے رخصت ہوا اور ابن حنیف سے ملاقات کی اور ان کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے اس قدر اچھی دعا بتائی ابن حنیف نے کہا کہ یہ دعا میں نے اپنی جانب سے نہیں بتائی میں ایک روز رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ قدس میں حاضر تھا کہ ایک نابینا آدمی نے اپنی نابینائی کی شکایت پیش کی آنحضور نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں دعا کر دیتا ہوں یا تم صبر کرو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بڑی مشکل پیش ہے میرا عصاء پکڑنے والا کوئی نہیں آپ نے فرمایا کہ دو رکعت پڑھ لینے کے بعد یہ دعا **اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد** ...... پڑھو ابن حنیف کا بیان ہے ابھی ہم وہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ شخص واپس آیا گویا اسے کوئی تکلیف باقی نہ تھی۔

قارئین پر واضح رہے کہ جناب سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تا قیامت بلکہ تا بعد از قیامت ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے آخری رسول بلکہ سب رسولوں کے سردار ہیں قیامت تک دنیا میں ہونے والوں کے لیے آپ وسیلہ ہیں آپ کی حیات ظاہری میں جس طرح آنحضور سے ندایا انداز میں وسیلہ اور مدد و شفاعت طلب کی جاتی تھی اسی طرح تا قیامت آپ سے مدد طلب کرنا جائز اور بہتر ہے اور آپ تا قیامت مومنین کے آقا و مولا اور وسیلہ فی الدارین ہیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

امام شرف الدین بوصیری (متوفی 694ھ) اپنے قصیدہ بردہ کا تحریر کرنے کا سبب یوں بیان فرماتے ہیں۔

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں بہت سے قصیدے لکھے جس میں بعض وزیر زین الدین یعقوب بن زبیر کی درخواست پر تصنیف کیے اس کے بعد اتفاق یوں ہوا کہ مجھے فالج کا مرض ہو گیا اس سے میرا آدھا جسم بے کار ہو گیا میرے دل میں آئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں ایک اور قصیدہ تحریر کروں پس میں نے یہ قصیدہ بردہ تیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی عافیت کے تھے

دعا کی اس قصیدہ کو میں نے بار بار پڑھا آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے دعا کی اور میں سو گیا دوران خواب آنحضور کی زیارت ہوئی آپ حضور نے اپنا دست شفاء میرے مفلوج حصہ بدن پر پھیرا اور اپنی چادر (بردہ شریف) میرے اوپر ڈال دی۔ آنکھ کھلی تو میں نے خود کو تندرست وقوی پایا میں نے اس قصیدے کا ذکر میں نے کسی سے نہ کیا تھا پھر جب میں صبح کو گھر سے نکلا تو راستہ میں ایک درویش نے مجھے کہا مجھے وہ قصیدہ دے دیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں لکھا ہے میں نے کہا آپ کونسا قصیدہ طلب کر رہے ہیں وہ بولے جو تم نے بحالت مرض لکھا ہے اور اس کا مطلع بھی بتا دیا اور یہ بھی فرمایا خدا کی قسم ہم نے رات کو یہ ہی قصیدہ دربار نبوی میں سنا ہے جب یہ پڑھا جا رہا تھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سن سن کر جھوم رہے تھے جیسے کہ باد نسیم کے جھونکے سے میوے دار درخت کی شاخیں جھومتی ہیں حضور انور نے ان کو پسند فرمایا اور پڑھنے والے پر ایک چادر ڈال دی یہ سن کر میں نے اپنا خواب بیان کیا اور یہ قصیدہ اس درویش کو دے دیا اس نے لوگوں سے ذکر کر دیا اور یہ خواب مشہور ہو گیا"۔ (سیرت رسول عربی)

شیخ شمس الدین محمد بن محمد جزری شافعی (متوفی 634ھ) اپنی مشہور کتاب حصن حصین من کلام سید المرسلین کے دیباچہ میں اپنا استغاثہ یوں بیان کیا ہے:

کہ میں نے اس کی ترتیب وتہذیب مکمل کر لی تو مجھے ایک دشمن (یعنی امیر تیمور) نے بلا بھیجا جسے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دفع نہ کر سکتا تھا میں چھپ کر اس دشمن سے فرار ہو گیا اور اس کتاب کو میں نے اپنا حصن حصین بنایا جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں آنحضور کے دائیں بیٹھا تھا حضور گویا فرما رہے تھے کہ تو کیا چاہتا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں مبارک ہاتھ اٹھائے میں دیکھتا تھا آپ نے دعا فرمائی پھر اپنے مبارک ہاتھ اپنے چہرے مبارک پر پھیر لیے یہ زیارت پنج شنبہ کو ہوئی اور یک شنبہ کی رات دشمن بھاگ گیا اللہ تعالیٰ نے ان احادیث کی برکت کے باعث جو اس کتاب میں ہیں مجھے اور مسلمانوں کو دشمن سے نجات مل گئی۔

علامہ نبہانی اپنی کتاب سعادت دارین میں خود استغاثہ کے بارے میں لکھتے ہیں جو انہوں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کیا تھا کہ ناخدا ترس دشمن نے میرے بارے میں ایسا جھوٹ بولا کہ سلطان عبدالحمید خاں نے حکم صادر فرمادیا کہ مجھے معزول کردیں اور دور علاقہ میں بھیج دیا جائے میں نے سنا تو بے قرار ہو گیا دن جمعرات کا تھا جمعہ کی رات میں نے ایک ہزار مرتبہ توبہ استغفار پڑھی اور ساڑھے تین صد مرتبہ یہ درود شریف بھی پڑھا **اللھم صلی علیٰ سیّدنا محمد وعلیٰ آلِ سیدنا محمدٍ قد ضاقت حیلتی ادرکنی یا رسول اللہ.** پھر مجھے نیند آگئی آخر رات کو پھر جاگ اٹھا اور ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے استغاثہ کیا پس جمعہ کی شام ہی کو سلطان کی جانب سے تار آگیا کہ مجھے بحال رکھا جائے اللہ تعالیٰ سلطان کو نصرت دے اور اس مفتری کو رسوا کرے۔ **والحمدللہ رب العالمین.**

ابراہیم بن مرزوق کا بیان ہے کہ جزیرہ شقر کا ایک آدمی قید ہو گیا اس کو بیڑیوں اور کاٹھ میں ٹھوک دیا گیا جبکہ وہ یا رسول اللہ یا رسول اللہ پکار پکار کر فریاد کناں تھا اس پر اس کے بڑے دشمن نے طنز کرتے ہوئے کہا اس سے کہو تجھے چھڑا دے۔ رات ہوئی تو اس کو ایک شخص نے بلایا اور کہا کہ اذان کہو اس نے جواباً کہا کہ تم دیکھتے نہیں ہو کس حال میں ہوں۔ پھر اس نے اذان کہی جب اس نے کہا اشھد ان

محمداً رسول اللہ تو اس کی بیڑیاں خود بخود ٹوٹ گئیں اور اس کے روبرو ایک باغ نمودار ہوگیا وہ باغ میں پھر رہا تھا کہ اس کو ایک راستہ مل گیا جس سے وہ جزیرہ شقر میں جا پہنچا اور اس کا یہ قصہ اس کے شہر میں مشہور ہوگیا۔ (شواہد الحق)

ابوعبداللہ سالم المعروف خواجہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دریائے نیل کے ایک جزیرہ میں ہوں دیکھتا ہوں کہ ایک مگرمچھ مجھ پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے میں ڈر گیا اچانک ایک شخص جو میرے ذہن میں آیا کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں نے مجھے فرمایا کہ جب تو کسی مشکل میں ہو تو اس طرح سے پکارا کر "انا مستجیرک یا رسول اللہ"۔

اتفاق یوں ہوا کہ اُن ہی دنوں میں ایک نابینا آدمی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا ارادہ کیا میں نے اس کے سامنے اپنا خواب بیان کرنے کے ساتھ یہ کہا کہ تو جب کسی سختی میں ہو تو یوں پکارا کر "انا مستجیرک یا رسول اللہ" وہ چلا گیا اور رابغ پہنچ گیا وہاں پانی کی قلت تھی اس کا خدمتگار پانی تلاش کرنے نکل گیا راوی نے بیان کیا ہے کہ اس نابینا نے مجھے بتایا کہ میرے ہاتھ میں مشک خالی رہ گئی میں پانی کی تلاش سے تنگ آ گیا اس وقت مجھے تمہاری بات یاد آ گئی اور میں نے کہا "انا مستجیرک یا رسول اللہ" اسی حال میں ناگاہ ایک شخص کی آواز میرے کان میں آئی کہ تو اپنی مشک کو بھر لے مجھے مشک میں پانی بھرنے کی آواز سنائی دی حتیٰ کہ وہ بھر گئی مجھے نہیں معلوم کہ وہ شخص کہاں سے آ گیا تھا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات)

ابوالحسن علی بن مصطفیٰ عسقلانی نے ذکر کیا ہے کہ ہم بحر عیذاب میں کشتی میں جدہ کی طرف چل پڑے سمندر میں طغیانی آ گئی ہم نے اپنا تمام سامان پانی میں پھینک

دیا جس وقت ہم ڈوبنے لگے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے استغاثہ کیا اور یوں پکارنے لگے یا محمداہ یا محمداہ۔ ہمارے ساتھ ایک مغرب کا نیک دل شخص بھی تھا وہ بولا حاجیو مت گھبراؤ تم بچ جاؤ گے کیونکہ ابھی میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی امت آپ سے استغاثہ کر رہی ہے حضور نے حضرت ابوبکر صدیق کی جانب توجہ فرمائی اور فرمایا کہ مدد کرو مغربی کا قول ہے کہ میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا کہ حضرت صدیق اکبر سمندر میں داخل ہو گئے انہوں نے کشتی کے پتوار پر اپنا ہاتھ ڈال لیا اور کھینچنے لگے حتی کہ خشکی پر آ لگے پس ہم صحیح وسالم رہے اور از ان بعد ہم سوائے خیر کے ہم نے کچھ نہ دیکھا اور صحیح سالم خشکی پر پہنچ گئے۔'' (حجۃ اللہ علی العالمین)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے قصیدہ ہمزیہ میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے:

یا رسول اللہ اے تمام مخلوق سے بہتر قیامت کے روز میں آپ کی عطاء و بخشش کا طلبگار ہوں جب کوئی سخت مصیبت پیش آجائے تو آپ حضور ہی ہر بلا کے بچاؤ کے لیے قلعہ ہیں حضور ہی کی طرف میری توجہ ہے اور حضور ہی میرا سہارا ہیں اور حضور ہی سے بھلائی کی طمع اور حضور ہی سے توقع ہے۔

جناب حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اردو ترجمہ:۔
(یا رسول اللہ!) آپ ہر لحظہ وجود عالم کے دارومدار ہیں اور ہر مشکل میں سخاوت کے دروازے کی کنجی ہیں اور ہر شدت میں پریشان بے قرار کی پناہ ہیں ور ہر مصیت میں آفت رسیدہ کا سہارا ہیں اور ہر توبہ کرنے والے کے لیے بخشش کا وسیلہ ہیں خضوع و خشوع کے وقت آپ کی جانب ہی آنکھ اٹھتی ہے۔

(شاہ ولی اللہ کے قصیدہ اطیب النغم کی تضمین میں)

مقام صحابہ

عقیدہ: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سارے کے سارے جنتی ہیں وہ ہمیشہ اپنی دلی خواہشات کے مطابق رہیں گے ملائکہ ان کا استقبال کریں گے روز حشر انہیں ہرگز کوئی گھبراہٹ نہ ہوگی اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کے حق میں فرمایا ہوا ہے۔

كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان تمام کے ساتھ بھلائی کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔

اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْم (اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ کرتے ہو) لہٰذا اللہ تعالیٰ تمام صحابہ کے اعمالکو جانتے ہوئے اُن سب سے بھلائی اور حسن انجام کا وعدہ فرماتا ہے پھر کسی دوسرے کو ہرگز کوئی حق نہیں کہ وہ کسی بھی صحابی پر تنقید و تنقیص کرے اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ نہ صرف تمام صحابہ کا بے ادب و گستاخ جانا جائے گا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بھی بے ادب و گستاخ اور آنحضور سے بغض رکھنے والا تصور کیا جائے گا اس لیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کوئی میرے کسی صحابی سے بعض رکھے وہ میرے ساتھ بغض رکھنے والا ہوگا۔

آج کل ایک گروہ ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بڑی تنقید و تنقیص کرتا ہے اور ان کے ساتھ انتہائی درجہ کا بغض رکھتے ہیں وہ سراسر خطا پر ہیں اور رافضیوں کی مانند ہیں ایسے حضرات جہنم میں اپنے ٹھکانے کا یقین کرلیں کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے صاحب فضائل صحابی رسول ہیں۔

امیر معاویہ کی دہری خصوصیات:۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اکابر صحابہ میں شامل ہیں جو فضائل و تعلیمات اور مبشرات اللہ تعالیٰ نے صحابہٗ رسول کے ساتھ فرمائے ہیں اُن تمام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل ہیں اور بہت ہی بڑے صاحب نصیب ہیں۔

دوسری طرف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضور آقائے نامدار روف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رشتے داروں میں سے ہیں آپ حضور علیہ السلام کے نسبی عزیز اور سسرالی قرابت کے حامل بزرگ صحابی ہیں قرآن پاک میں آنحضرت کے قرابتداروں سے متعلق متعدد آیات نازل ہوئی ہیں اُن تمام آیات میں امیر معاویہ بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی یا رسول کے ساتھ کسی مومن کی قرابتداری بڑے درجات کا باعث ہوتی ہے بشرطیکہ وہ مومن ہو گافر کے لیے ایسی قرابتداری بے سود ہے جیسے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا باوجود اولوالعزم پیغمبر کا بیٹا ہونے کے ہلاک ہو گیا مگر یہاں تو حضرت امیر معاویہ صاحب درجات مومن ہیں عادل سخی اور ثقہ صحابی بھی ہیں پس ان کے لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قرابتداری بڑے درجات کا باعث ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل:۔

جناب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ کاتبین میں سے ہیں آپ کی تحریر پر آنحضور کو مکمل اعتماد و اعتبار ہوتا تھا اور آپ نہایت فصیح خوشخط تحریر کرتے تھے دیگر ممالک کے حکمرانوں کو آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے خطوط آپ لکھا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تیرہ کاتب تھے ان میں شامل امیر معاویہ بھی ہیں امام احمد بن محمد قسطلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت کے کاتب وحی تھے۔

تنبیہ: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آپس میں جو واقعات ہو چکے ہیں اُن میں پڑتا ہم سب کے لیے جائز نہیں حرام ہے حرام سخت حرام ہے۔

جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد صحابی ہیں (بخاری شریف) اور مجتہد بڑا صاحب درجات ہوتا ہے اور صواب وخطا دونوں مجتہد سے ہونا ممکن ہے مگر مجتہد خطا پر بھی ہو تو اسے عند اللہ مواخذہ نہیں ہے امام مجتہد خطا بھی کرتا ہے تو اسے ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے۔ یہاں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت میں خطا پر تھے مگر ان کی خطا بھی معاف فرمادی گئی فیصلہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دیا یعنی حضرت مولانا علی کرم اللہ الکریم کے حق میں ڈگری فرمادی اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مغفرت ہوئی۔ پھر کسی دوسرے کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حرف گیری کرے۔

حدیث پاک: عرباض ابن ساریہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خدایا معاویہ کو کتاب (قرآن) اور حساب کا علم عطا فرما اور ان کو عذاب سے بچا۔ (مسند امام احمد)

حدیث پاک: عبدالرحمان بن ابی عمیرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ معاویہ کو ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا (یعنی

ہادی ومہدی)اور معاویہ کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔(ترمذی شریف)

حدیث پاک: امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود راوی ہیں کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے معاویہ اگر تم حاکم بنو تو اللہ سے ڈرنا اور عدل و انصاف کرنا (ابویعلی) اسی کے قریب قریب کچھ فرق کے ساتھ یہ ہی روایت مسند امام احمد میں بھی ہے۔(امیر معاویہ)

یاد رہے: ''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اول ملوک اسلام ہیں اس کی طرف توریت مقدس میں ارشاد ہے مولدہٗ بمکہ و مہاجرہ طیبہ و ملکہٗ بالشام وہ نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی تو امیر معاویہ کی بادشاہی اگر سلطنت ہے مگر کس کی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سلطنت ہے''۔امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باوجود اپنے ساتھ بہت بڑا لشکر جرار ہوتے ہوئے بھی کمال دانشمندی اور وقار کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ صلح فرمالی اور اقتدار امیر معاویہ کے سپرد کر دیا اور اسی بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرماتے ہوئے اس صلح کو پسند فرمایا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے باعث اسلام کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادے گا۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں احادیث و آثار متعدد ہیں صحابہ و تابعین اور مفسرین کرام اور دیگر علماء کرام سے بہت سے فضائل مرقوم ہیں یہاں صرف اسی قدر پر اکتفاء کرتے ہیں کہ اختصار پیش نظر ہے۔

اللھم صلی علیٰ سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم

یاد رہے کہ صحابہ ہی سابقوں اولون ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک بڑے انعامات و اجر بیان فرمائے ہیں صحابہ کرام ہی ساری امت کے لیے بہترین نمونہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ملاحظہ فرمائیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں ان مقدس حضرات کے بارے میں

(1) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تارے آسمان کے لیے امن ہیں اور میں صحابہ کے لیے امن ہوں اور میرے صحابہ میری امت کے لیے امن ہیں۔ (انتہا ملخصاً۔ مسلم)

(2) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے مجھے (ایمان کی نظر سے) دیکھا اسے آگ نہیں چھو سکتی (یعنی صحابہ کو)

(ترمذی شریف)

(3) ترمذی حضرت عبداللہ بن مغفل سے راوی فرمایا حضور علیہ السلام سے میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ جس نے میرے صحابہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

(4) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضور فرماتے ہیں میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

(5) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب تم ان کو دیکھو جو میرے صحابی کو برا کہتے ہیں تو کہہ دو تمہارے شر پر اللہ کی پھٹکار ہو۔ (ترمذی)

(6) طبرانی، حاکم راوی ہیں عویمر بن ساعدہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میری صحبت کے لیے میرے صحابہ کو پسند فرمایا اور میری صحبت کے لیے میرے صحابہ کو پسند فرمایا اُن ہی صحابہ میں سے میرے انصار مددگار وزراء چنے جوان کو برا کہے اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہو اللہ تعالیٰ اس کے فرائض ونوافل کو بھی قبول نہ فرمائے گا اسے خطیب عقیلی اور امام بغوی ابونعیم ابن عساکر نے کچھ فرق سے روایت کیا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے یہ ارشادات واضح کرتے ہیں کہ یہ آنحضور کے صحابہ کرام سے محبت کرنا آنحضور علیہ السلام سے محبت ہے اور ان سے بغض وعداوت آنحضور سے عداوت ہے لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت اور اچھی عقیدت مومن کا خاصہ ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا شرف ہے۔

آل واہل بیت سے محبت:۔

محبوب سے منسوب ہر چیز اچھی لگتی ہے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حبیب اور ساری کائنات کے محبوب سردار ہیں پس آنحضور کی آل واہل بیت سے بھی مومن کے دل میں محبت ہوتی ہے آنحضور کے اہل بیت طیب وطاہر ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خود ارشاد گرامی ہے۔**لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اجراً اِلَّا المودۃ فی القربیٰ** (میں آپ سے تبلیغ ورہنمائی کا کوئی اجر یا معاوضہ طلب نہیں کرتا ہوں سوائے اس کے کہ میرے اقرباء سے محبت رکھو) آنحضور کے آل واہل بیت سے سے محبت ومودۃ ہو اور تمام اہل اسلام ان سے وفا شعار رہیں اس میں آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی ہے اور آپ کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کی خوشی اور رضا ہے نیز قرآن

پاک میں آیت تطہیر آنحضور کی آل واہل بیت کے طیب وطاہر ہونے میں دلیل اکبر ہے اللہ تعالیٰ کا اپنا ارشاد ربانی ہے۔

یُرِیدُ اللہ لِیُذْھِبَ عَنکُمُ الرجس اھل البیت و یُطَھِّرُکُمْ تطھیرا
(اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اے اہل بیت نبی کے تم سے ہر قسم کی نجاست کو دور کردے اور تم کو ایسا پاک کردے جیسے کہ پاکیزگی کا حق ہے)

اللہ تعالیٰ نے اہل سنت والجماعت کو یہ خوبی وصلاحیت بخشی ہے کہ وہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کی آل واہل بیت سے محبت رکھتے ہیں اور ہر حال میں ان کا احترام اور عظمت ووفاء ملحوظ رکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **احبونی لحب اللہِ واحبوا اھل بیتی لحبی** (لوگو! اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے میری اہل بیت سے محبت کرو۔ اس ارشاد گرامی پر جو شخص عمل نہ کرے اس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تعلق ہوسکتا ہے جسے اللہ سے محبت ہو کیسے ممکن ہے کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہ ہو اور جسے آنحضور سے محبت ہے کیسے ہوسکتا ہے کہ اسے آنحضرت کے اہل بیت سے محبت نہ ہو آپ کے قرابتداروں سے محبت نہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اور قرابتداروں سے محبت رکھتا ہے وہی فی الحقیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا محبّ ہے اور جو آنحضور سے محبت رکھتا ہے فی الحقیقت وہی اللہ تعالیٰ سے محبت والا ہے۔ دیگر ایک حدیث ہے جو سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **عَلٰی الصراطِ اَشَدُّ حُبُّ لِی اھل بیتی واصحابی** (تم میں

سے پختگی کے ساتھ سیدھی راہ (صراط مستقیم) کرو ہی ہے جس کے دل میں میری اہل بیت اور میرے صحابہ سے شدید محبت ہے مراۃ شرح مشکوٰۃ حدیث نمبر 8 کنز الاعمال جلد نمبر 2) معلوم ہوا جتنی شدید محبت ہوتی جائے گی اسی قدر ہدایت کی راہ پر انسانی پختہ ہوتا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور متعدد صحابہ راوی ہیں آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنّی تارِکُمْ فِیکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللہِ وَعِتْرَتِی فَتَنظُروا کیفَ تخلِفُونی فیھما. میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور ایک میری عترت و اولاد۔ دیکھتے ہیں کہ تم ان دونوں سے میرے بعد کیا سلوک کرتے ہو۔

ایک حدیث پاک میں فرمایا ہے میری اہل بیت کی مثال تمہارے اندر ایسی جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی جو اس پر سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جس نے انکار کیا وہ تباہ و برباد ہو گیا (غرق ہو گیا) یعنی جو اہل بیت نبوی کی محبت کی کشتی میں سوار ہو گا اہل بیت سے محبت رکھے گا وہ بچ جائے گا جو نہ ہوا اس کے لیے تباہی و بربادی ہے۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ) شیطانی حملوں اور گمراہی کے طلاطم خیز سمندر میں جو اہل بیت کی محبت کی کشتی میں سوار ہو گا وہی بچے گا۔

امام بخاری ادب المفرد میں حدیث بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لِکُلِّ شَیْءٍ اساسٌ وَاَساسُ الاِسلامِ حُبُّ رَسُولِ اللہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَحُبُّ اَھْلِ بَیْتِہٖ (ہر شی کے ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپ کی اہل بیت کی محبت ہے)

ایک مقام پر حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے وَالَّذِیْ نفسی بیدِہٖ لا

يَبغِضُنَا اَهلَ البيت اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَ اللّٰهُ النَّار اُس اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ ایسا کوئی شخص نہیں جو میری اہل بیت سے عناد و دشمنی رکھے اور اللہ اسے جہنم میں داخل نہ کرے (ینابیع المودۃ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے

مَنْ ابغضَ اَهلَ البَيتِ فَهُوَ مُنَافِقٌ (ینابیع المودۃ)

اس حدیث پاک میں کتنا بڑا انتباہ ہے کہ اہل بیت نبوی سے بغض و کینہ اور دشمنی رکھنے والا منافق ہوتا ہے اور منافق کافر سے بھی بدتر ہوتا ہے معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اور اہل بیت سے بغض رکھنے والا اسلام کے حلقہ سے ہی خارج ہوتا ہے۔

صحابہ کرام کے دور میں صحابہ کرام اُس شخص کو منافق پہچان لیتے تھے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض یا دشمنی رکھتا تھا یعنی اُن ایام میں منافق کی علامت ہی حضرت علی کرم اللہ وجہ اللہ کریم سے بغض تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ مَا کُنَّ نَعْرِفُ المنَافِقِيْنَ اِلَّا بِبُغْضِهٖ عَلِيًّا یعنی اس امر پر صحابہ کرام کا اتفاق تھا۔

اہل بیت کرم کے فضائل میں بہت زیادہ احادیث مروی ہیں یہاں صرف اشارہ کے طور پر نہایت اختصار کے پیش نظر چند احادیث بیان کی گئی ہیں یہ نہ سمجھا جائے کہ جو شخص اہل بیت کی عزت و احترام کرتا ہے وہ شیعہ ہو جاتا ہے نہیں ہرگز نہیں ترجمان ہیں کہ اہل بیت کی عزت و احترام اور ان سے محبت رکھنا ہر مومن کے لیے فرض واجب سے کم نہیں اللہ تعالیٰ اہل سنت والجماعت پر اپنی شفقت و کرم کا ربانی ہاتھ ہمیشہ رکھے اور ہمیں صحابہ و اہل بیت کی محبت کا شرف بخشے آمین جو لوگ اس سے

منحرف ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے ورنہ جہنم کے دروازے تو ان کے لیے کھلے ہی ہیں یہ چند حروف صرف اس لیے تحریر کئے کہ شاید یہ پڑھ کر کسی کے دل میں اتر جائے میری بات اور وہ راہ نجات پر آ جائے۔

اہل بیت سے مراد خاص افراد:۔

معلوم رہے کہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام دیگر انبیاء علیہم السلام کے اہل بیت سے افضل اور سردار ہیں حضور علیہ السلام کے والدین کریمین تمام انبیاء کرام کے والدین سے افضل اور سردار ہیں آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ تمام انبیاء کرام کے صحابہ کے سردار ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ تمام زمانوں کا سردار ہے۔ یہ سب اس لیے ہے کہ جناب آقا و مولیٰ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار ہیں۔ تمام انبیاء ورسل سے افضل ہیں لہٰذا ہر وہ چیز جسے آپ سے نسبت ہو گئی سرداری کی فضیلت اس کا مقدر بن گئی۔

اہل بیت کے معنی ہیں گھر والے اور اہل بیت نبی سے مراد ہے نبی کے گھر والے اور گھر والوں کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ نبی کے گھر میں پیدا ہو کر گھر میں ہی رہتے ہوں جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چاروں صاحبزادے طیب، طاہر، قاسم اور ابراہیم ہیں دوسرے وہ جو نبی کے گھر میں پیدا ہوئے ہوں مگر بعد میں دوسرے گھروں میں چلے گئے ہوں مثلاً کہ آنحضرت کی چاروں صاحبزادیاں زینب، کلثوم، رقیہ اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن یہ چاروں اپنے سسرال میں منتقل ہو گئیں زینب حضرت ابوالعاص کے گھر رقیہ اور کلثوم حضرت عثمان بن عفان کے گھر اور فاطمۃ الزہرا حضرت علی کے گھر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ دونوں اہل بیت ولادت کہلاتے ہیں

تیسرے وہ حضرات جو پیدا کسی دیگر جگہ ہوں مگر بعد میں وہ آنحضرت کے گھر میں رہیں جیسے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات ہیں جو اپنے اپنے والدین کے گھروں میں پیدا ہوئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں رہیں یہ اہل بیت سکونت کہلاتی ہیں ان تینوں قسم کے لوگ سب کے سب اہل بیت رسول کہلاتے ہیں۔ اور ہمارے معاشرے میں سب بیوی بچوں کو اہل خانہ کہا جاتا ہے اہل وعیال اور گھر والے کہا جاتا ہے۔

ازواج مطہرات اہل بیت نبوت ہیں اس پر قرآن پاک میں متعدد آیات آئی ہیں اگر ان کے اہل بیت ہونے کا کوئی انکار کرتا ہے تو قرآن پاک کا منکر ہے۔

(1) وَاِذْ غدوت مِنْ اَهلك تبوّءُ المومنين مَقاعِدَ لِلْقتالِ.(آل عمران)

ترجمہ: اور یاد کرو اے حبیب! جب آپ صبح کو اپنے دولتخانے سے چلے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرنے۔

''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر سے اُحد کی طرف تشریف لے گئے رب نے اسے ''اَهْلِک'' فرمایا معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ اہل بیت نبی ہیں۔

(2) اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجسَ اَهلَ البَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تطهِيرا. (احزاب)

ترجمہ: اللہ یہ ہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو تم کو ہر ناپاکی سے دور رکھے اور تم کو خوب پاک وستھرا کرے۔

اس تمام رکوع میں ازواج پاک سے خطاب ہے اسی آیت سے آگے بھی انہیں سے خطاب ہے اور اس سے پہلے بھی۔ اگر اس آیت میں صرف حضرت فاطمہ

اور حسنین کریمین ہی شامل ہوں ازواج پاک خارج ہوں تو کلام ربانی میں ایسی بے ترتیبی ہو جائے گی جس کا حل ناممکن ہوگا۔

(3) فَالتَقَطَهُ آلُ فِرْعَونَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحُزنًا. (القصص)

ترجمہ: تو انہیں اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو۔

نہر سے حضرت آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام کو نکالا تھا آپ فرعون کی بیوی تھیں۔ رب نے ان کو آل فرعون کہا معلوم ہوا کہ قرانی اصطلاح میں بیوی بھی آل ہے۔

(4) فقال لاَهلِهِ امكثُوا اِنِّى اَنستُ ناراً (طٰه)

کہ ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔

یہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی صفورا سے فرمایا جن کو رب نے موسیٰ کا اہل فرمایا معلوم ہوا بیوی اہل بیت میں داخل ہے۔

(5) فَنَجَّيْنَهُ وَاَهْلَهُ مِنَ الكَربِ العَظِيم (الانبياء)

ترجمہ:۔ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو بڑی مصیبت سے نجات دی۔

یہاں نوح علیہ السلام کے تمام مومن بیوی بچوں کو اُن کے اہل فرمایا ہے۔اسی طرح سورۃ ہود میں واضح بیان ہے فرشتوں نے حضرت سارا کو جو ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ ہیں اہل بیت فرمایا معلوم ہوا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ان کی اہل بیت ہیں۔

جناب سیدا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تہمت لگائی گئی تو سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

مَاعِلِمتُ عَلٰى اَهْلِى اِلَّا خَيرًا (بخاری)

ترجمہ: میں اپنے گھر والوں پر بھلائی ہی جانتا ہوں۔

قرآن پاک میں کوئی آیت یا کوئی حدیث ایسی نہیں ملتی جس میں صرف اولاء کو ہی اہل بیت کہا گیا ہو۔ (امیر معاویہ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات جنتی ہیں اور سیدہ عائشہ صدیقہ اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہن تمام امہات المومنین ہیں اور ان کو اور بقیہ بنات مکرمات اور ازواج مطہرات کو تمام صحابیات پر فضیلت ہے۔ اور یہ تمام طہرات ہیں۔

قارئین کرام نوٹ فرمائیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستر خوان سے آنحضور ہاتھ صاف کرلیں تو اس کو آگ نہیں لگتی۔ حضرت فاطمہ الزہراءاور حسنین کریمین طاہرین جو آنحضور کے خون کے خمیر سے ہیں ان کا مرتبہ سبحان اللہ! اور جناب عائشہ صدیقہ جن کے سینہ اطہر پر آنحضور وصال پذیر ہوئے اور انہیں کے حجرہ شریف میں آپ تا قیامت آرام فرماتے ہیں ان کی شان سبحان اللہ۔ حضرت علی ہیں کہ پنجتن میں شامل ہیں اور چہار یار میں بھی اور خلفاء میں بھی حضرت علی کے دروازے پر ولایت تقسیم ہوتی ہے۔

اللھم صلی علیٰ سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واھلبیتہ و اصحابہ اجمعین.

حضرت علی اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد سادات کہلاتی ہے سادات کا تعلق جناب رسول کریم روف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہے انکا ادب و تعظیم اہل اسلام کے دلوں میں ہونا لازم ہے ان کا ادب و تعظیم جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب و تعظیم ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہر چیز کا ادب اور اس کی تعظیم ضروری ہے سادات کرام آنحضور کے خمیر وخون

سے ہونے کے باعث نہایت ادب وتعظیم کے مستحق ہیں ان کے ساتھ عناد اور مخاصمت رکھنا ہر دو جہاں میں حرماں نصیبی کا باعث ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے دل وجان سے سادات کرام کا ادب اور اُن سے محبت کرتے ہیں اِس بارے میں حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

دشمن سید بود اہل از بلشت
دوستدارِ سیدان اہل از بہشت
دشمن سید بود اہل از خبیث
دوستدار سیداں اہل از حدیث
خارجی ورافضی دشمن نبی
دشمن نبوی بود اہل از شقی

ترجمہ: سید کا دشمن اہل دوزخ سے ہوتا ہے سادات سے محبت رکھنے والا اہل بہشت سے ہوتا ہے سیدوں کا دشمن پلید پیٹ کی پیداوار ہوتا ہے اور سادات سے محبت ودوستی رکھنے والا حدیث پر عمل کرنے والا ہوتا ہے۔ خارجی (آج کل کے وہابی) اور رافضی دشمن ہیں نبی کریم کے اور نبی کے دشمن بدنصیب شقی ہوتے ہیں۔

دوستدار سیداں نور نبی
نور دیدہ فاطمہ حضرت علی

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور سادات کرام جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نور نظر ہیں کے ساتھ محبت اور دوستی کرو۔ (نور الہدیٰ)

خلافت

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ میں سے جو عند اللہ افضل ترین تھے وہی مسند خلافت پر علی الترتیب متمکن ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انبیاء کرام کے بعد تمام عالم انسانیت میں سب سے عند اللہ تعالیٰ افضل ہیں اس لیے آنحضرت کے آپ خلیفہ اول مقرر ہوئے پھر فضیلت کے پیش نظر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے ان کے بعد چھ ماہ تک حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام صاحب خلیفہ رہے۔ ہر خلیفہ اپنے وقت خلافت پر دیگر تمام حضرات سے عند اللہ تعالیٰ افضل تھا اور اِسی پر تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع تھا۔ اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ وایمان ہے خلافتِ راشدہ کا تیس سالہ دور حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دورِ نبوت کا تتمہ ہے۔ اس عقیدۂ اہل سنت و الجماعت کے علاوہ جتنے بھی فرقوں کے عقاید ہیں سب باطل ہیں۔

(صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمد و آلہ اصحابہ وسلم)

آخرت پرایمان

اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک میں ارشاد ہے: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذو الْجَلَالِ وَالِاكْرَام. مراد یہ ہے کہ زمین وآسمان اور تمام انسان و جنات اور فرشتے سب کو ایک روز فنا ہو جانا ہے کچھ باقی نہ رہے گا سوائے ذات رب تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کے ازاں بعد دوبارہ سب کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے زندہ فرمائے گا اور سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال کا محاسبہ کرانا ہوگا

نیک لوگ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور بد عمل دوزخ میں ڈالے جائیں یہ روز قیامت ہوگا روز جزاء ہوگا یعنی ایک مرتبہ اس تمام دنیا کو فنا ہونا ہے اور پھر یوم محشر کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے۔

قرب قیامت کی بنی کریم ذات بے کس پناہ روف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے علامات بھی فرمادی ہوئی ہیں جن میں چندایک اس طرح سے ہیں۔

(1) تین حسف ہوں گے مراد یہ کہ آدمی زمین میں دھنس جائیں گے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرۃ والعرب میں۔ علماء اٹھالئے جائیں گے جہالت عام ہوگی زنا بے حیائی بدکاری عام ہوگی بڑے چھوٹے کا لحاظ نہ رہے گا مرد کم عورتیں زیادہ ہوں گی حتی کہ ایک مرد کی سرپرستی میں پچاس عورتیں ہوں گی تیس دجال ہوں گے بڑے معروف دجال کے علاوہ یہ تمام نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے جبکہ نبوت آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوچکی ہوئی ہے ان میں سے ہی مسیلمہ کذاب اسود عنسی اور سجاع نامی عورت جو بعد میں مسلمان ہوگئی ہوچکے ہیں اور مرزا قادیانی بھی ایسا ہی دجال تھا یوں تو سینکڑوں ہوئے اور بکواس کر کے جہنم رسید ہوچکے ہیں یہاں صرف ان بڑے مشہور تیس دجالوں کا ذکر ہے جن کے پیروکار دنیا میں ہوئے جیسے مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ۔

نہر فرات اپنے خزانے کھول دے گی وہ سونے کے پہاڑ ہوں گے مال کی کثرت ہوگی دین پر قائم رہنا بڑا مشکل ہوگا وقت میں برکت نہ ہوگی سال مہینہ کی طرح مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ دن کی مثل ہوں گے مرد اپنی عورت کا مطیع ہوگا ماں باپ کا نافرمان ہوگا، گانے باجے کی کثرت ہوگی، ننگے جسم ننگے پاؤں پھرنے والے ادنیٰ لوگ محلات میں رہیں گے۔

ایک بڑا دجال آئے گا ایک باغ اور ایک آگ اس کے ساتھ ہوں گے وہ ان کو جنت اور دوزخ کہے گا اصل میں وہ دکھائی دینے والا باغ فی الحقیقت آگ ہوگی اور آگ دکھائی دینے والی اصل میں جائے آرام ہوگی وہ خود کو خدا کہلائے گا جو اس کو خدا مان لے گا اُس کو اس اپنی جنت میں داخل کرے گا اور جو انکار کرے اسے اپنی آگ میں ڈالے گا اس بڑے دجال کے ماتھے پر ک ف ر تحریر ہوگا یعنی کافر اس کو ہر مسلمان پڑھے گا مگر یہ کافر کو نظر نہ آئے گا یہ چالیس روز میں ساری دنیا کا چکر لگائے گا مگر حرمین شریفین میں داخل نہیں ہو سکے گا یہ مردے جلائے گا زمین اس کے حکم سے سبزہ اگائے گی آسمان پانی برسائے گا ویرانے میں دفن خزانے نکل نکل کر اس کے ہمراہ ہوں گے مدینہ طیبہ میں تین زلزلے آئیں گے اس پر مدینہ میں موجود تمام منافقین جو دجال پر ایمان لا کر کافر ہونے والے ہوں گے زلزلوں کے خوف سے شہر سے دور بھاگ جائیں گے اور دجال کے فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے اس دجال کے ساتھ یہودیوں کی فوج ہوگی یہ دجال شام کی طرف جائے گا اس وقت حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام جامع مسجد دمشق کے شرقی منارہ پر نازل ہوں گے صبح کا وقت ہوگا فجر کی نماز کے لیے اقامت ہو چکی ہوگی اس جماعت میں امام مہدی بھی ہوں گے انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام امامت کا حکم دیں گے اور وہ نماز پڑھائیں گے حضرت عیسیٰ کی سانس سے دجال پگھلنے لگے گا جیسے پانی میں نمک وہ بھاگے گا حضرت عیسیٰ اس کا تعاقب کریں گے اس کی پیٹھ میں نیزہ ماریں گے اور وہ ہلاک ہو جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب کو توڑ دیں گے خنزیر کو قتل (کرنے کا حکم) کریں گے اور قتل ہونے سے باقی بچ جانے والے تمام اہل کتاب اُن پر ایمان لائیں گے ساری دنیا میں ایک ہی دین اسلام ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی سابقہ حیاتی

سمیت چالیس سال اقامت فرمائیں گے آپ کے اولاد بھی ہوگی اور اپنی وفات پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اطہر میں دفن ہوں گے۔

ایک جانور دابۃ الارض بھی نکلے گا یاجوج ماجوج بھی نکلیں گے اور پھر تباہ بھی کر دیے جائیں گے ان کے علاوہ اور بہت سی علامات قیامت کے قریب ہونے کی ہیں یہ چند ایک نہایت اختصار سے بیان کی ہیں۔

لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو تمام لوگ مرجائیں گے۔ آسمان زمین پہاڑ اور سب فرشتے حتی کہ خود اسرافیل علیہ السلام بھی فنا ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْم پھر خود ہی فرمائے گا لِلّٰهِ الْوَاحِدُ الْقَهَّار. پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اسرافیل علیہ السلام کو دوبارہ زندہ فرمائے گا اور صور پیدا کر کے دوبارہ پھونکنے کا حکم فرمائے گا صور پھونکنے پر تمام اولین و آخرین فرشتے انسان جنات ملائکہ حیوانات موجود ہو جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائیں ہاتھ میں حضرت صدیق اکبر کا ہاتھ لئے اور بائیں ہاتھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہاتھ لیے ہوئے بڑی شان سے برآمد ہوں گے۔

(1) قیامت کا منکر کافر ہے۔

(2) روح اور جسم دونوں محشور ہوں گے اور یہی جسم جو دنیا میں ہے نیا نہیں ہوگا۔

(3) قیامت کے دن حساب اعمال کا منکر بھی کافر ہے۔

(4) میزان حق ہے لوگوں کے اعمال تولے جائیں گے نیکی کا پلہ بھاری ہوا یعنی اوپر اٹھا تو جنتی بدی کا بھاری ہوا تو دوزخی ہوگا۔

(5) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حوض کوثر پر ہوں گے۔

(6) اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مقامِ محمود عطا فرمائے گا۔ تمام اولین وآخرین آپ کی تعریف وستائش کریں گے۔

(7) آنحضور کے ہاتھ میں جھنڈ الواء الحمد ہوگا۔

(8) پُل صراط جہنم کے اوپر سے گذرے گا اس پر سے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گذریں گے پھر دیگر انبیاء ومرسلین پھر یہ امت پھر دوسری اُمتیں گذریں گی جنت کی طرف یہی واحد راستہ جاتا ہوگا۔ اپنے اپنے اعمال کے مطابق لوگ اس پر سے گذریں گے کوئی بہت تیز کوئی سست لوگ اس میں مصروف ہوں گے مگر وہ ذات بیکس پناہ شفیع مذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پل کے کنارے پر کھڑے اپنی امت کی نجات کے لیے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کرتے ہوں گے عاجزی سے فرماتے ہوئے رَبِّ سَلِّم. قیامت کے روز آنحضور کبھی پل صراط پر ہوں گے کبھی میزان پر کبھی حوض کوثر پر جلوہ فرما ہوں گے آپ پل صراط پر عاصیوں کو بچاتے ہوں گے میزان پر کم اعمال والوں کی شفاعت فرماتے ہوں گے حوض کوثر پر اپنے پیارے غلاموں کو ٹھنڈا میٹھا مشروب پلا کر ان کی پیاس بجھاتے ہوں گے۔

ولایت

ولی کیا ہے؟ نبی کا وارث جیسے اتباع نبوت قرب خدا تک پہنچا دیتا ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وراثت درہم ودینار نہیں علم وعرفان سے متعلق ہوتی ہے (العلماء ورثۃ الانبیاء) ولی پہلے خود اس چشمۂ فیضان سے سیراب ہوتا ہے پھر ساقی بن کر دوسروں کو جام بھر بھر کر پلاتا ہے اطاعت رسول اُسے خدا کا محبوب اور مر

کام بنا دیتی ہے ایسا محبوب کہ ادھر لب ہلیں ادھر بگڑے کام سنور جائیں ادھر نظر اٹھے ادھر تقدیر بن جائے ......اور...... ایسا کامل کہ اس کی سماعت و بصارت دور و نزدیک کی ہر شے کو محیط ہو وہ جذب باطن سے عرش و لامکاں کی سیر کرتا ہے اور اس کی روحانی پرواز کے سامنے زمان و مکان کی حدود ہیچ دکھائی دیتی ہیں بقول ذوق

اس بلندی پر دیا عشق نے پہنچا ہم کو
آسمان تل کے برابر نظر آیا ہم کو

حضور صاحب معراج علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی اسے دنیاء و مافیہ سے بلند تر کر دیتی ہے وہ ستاروں پر کمندیں ڈالتا ہے مہر و ماہ کو شکار کرتا ہے گردش ایام اس کا مرکب بن جاتی ہے اور مظاہر فطرت اس کے تابع فرمان ہو جاتے ہیں انسان کامل ہونے کی حیثیت سے خلافت ارضی کا اہل قدرت کے ارادوں کا مظہر اور نظام کائنات کا محور بن جاتا ہے سوئے تو زمانے کے نقشے بناتا ہے جاگے تو ان میں رنگ بھرتا ہے حضور غوث اعظم کا قصیدہ غوثیہ اور مجدد پاک کا نظریہ قیومیت اس پر دلیل روشن ہے احادیث شریف میں بارش و رزق کو ان ہی کی برکات کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔

مگر ولی کے یہ کمالات و تصرفات دنیائے رنگ و بو کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اس کا اصل کارنامہ تو دلوں کا زنگ دور کرنا ہے منصب نبوت کا اہم پہلو قلب و نفس کا تزکیہ ہے نبی کا وارث بھی اپنے مرتبہ و مقام کے مطابق یہی فرض سرانجام دیتا ہے صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عظمت نگاہ نبوت کی مرہون منت ہے تو رومی و جامی کا سوز نظر ولایت کا ہی اثر ہے۔

خوب سمجھ لیجئے فیضان ہدایت محض فضل خداوندی پر منحصر ہے اور اس کے لیے ہم نبوت و ولایت کے وسیلے کے محتاج ہیں۔

ب عنایات حق و خاصان حق
ر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

(رومی)

قرآن حکیم نے وابتغوا الیہ الوسیلۃ میں اسی طرف اشارہ کیا ہے اور کونوا مع الصادقین میں انہی کے ساتھ رہنے کی تلقین کی ہے۔

اگر کتاب حکیم کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا۔

ایمان، مومن، توحید، موحد، حب خدا ورسول، اطاعت و اتباع رسول صبر، صابرین، تقویٰ، متقین، توکل، متوکلین، احسان، محسنین، قنوت (فرمانبرداری) قانتین (فرمانبردار لوگ) ذکر اور ذاکرین کے جس قدر فضائل بیان کئے گئے ہیں ان سب میں دراصل اولیاء اللہ کے مختلف پہلوؤں کا ذکر مقصود ہے اور گویا دوسروں کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر ان اوصاف وکمالات کی ضرورت ہے تو ان کا مخزن ومنبع یہی ذوات قدسی صفات ہیں خدا ان کے ساتھ ہے یہ خدا کے پیارے ہیں تو پھر قرب کے راستے بھی یہی بتا سکتے ہیں۔

ایک حدیث قدسی ہے لایسعنی ارضی ولاسمائی ویسعنی قلب عبدی المومن ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے زمین وآسمان مین میری سمائی نہیں ہوسکتی مگر اپنے مومن بندے کے دل میں میری سمائی ہوسکتی ہے مولانا اس کی تشریح کے آخر میں فرماتے ہیں۔

در دل مومن بگنجم اے عجب
گرہمی ، خواہی ازیں دلہا طلب

جب تجلیات ربانی بندہ مومن کے شکستہ دل میں اترتی ہیں (انا عند منکسرۃ القلوب) تو لامحالہ خدا کی تلاش کرنے والے کو یہیں سے سراغ منزل

ہاتھ آئے گا اسی لیے تمام اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ مرد خدا کی صحبت نفلی زہد و عبادت اور چلہ ومجاہدہ سے زیادہ اہم ہے۔

یک زمانہ صحبت بااولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(رومی)

یعنی سو سال کی مخلصانہ عبادت کی نسبت تھوڑا سا وقت ولی کی صحبت میں گذرنا زیادہ اچھا ہے۔

خواجہ غریب نواز کا اپنا تجربہ سنئے:

من از کنج خراباتے جمالے دیدہ ام واللہ
کہ چنداں سال می جستم بمحراب مناجاتش

شیخ سعدی نصیحت فرماتے ہیں:

تو ہم طفل راہی بسعی اے فقیر
برو دامن پیر دانا بگیر

لسان الغیب حافظ شیرازی دلیل دیتے ہیں:

شبان وادیٔ ایمن گہے رسد بمراد
چو چند سال بجاں خدمت شعیب کند

امام الاولیاء حضور سیدنا غوث اعظم نے الفتح الربانی میں اور شیخ الاولیاء مجدد سرہندی نے مکتوبات شریف میں بار بار اس نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے (علیہما الرحمۃ) بلکہ خود حدیث شریف ہے **لایشقی بھم جلیسھم** (مشکوٰۃ) یعنی ان کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہتا۔

آنچہ زری شود از پرتو آں قلب سیاہ
کیمیا نیست کہ درصحبت درویشا نست

دنیا بھر میں اگر آپ ہدایت اور گمراہی کے اسباب کا جائزہ لیں تو ہدایت کا سب سے بڑا سبب مردان حق کی غلامی اور گمراہی کی سب سے بڑی وجہ انبیاء واولیاء کی دشمنی اور بے ادبی ہوگی۔

جملہ عالم زین سبب گمراہ شد — کم کسے زابدال حق آگاہ شد
ہمسری با انبیاء برداشتند — اولیاء رامثل خود پنداشتند

حدیث قدسی ہے مَن عادیٰ لِی ولیاً فَقَدْ اٰذنتُہٗ بِالحرب یعنی خدا فرماتا ہے جو میرے کسی ولی کا دشمن ہوا سو میں نے اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔

بس تجربہ کر دیم دریں دیر مکافات • با درد کشاں ہر کہ درافتاد برافتاد

ترجمہ:۔اس دیر مکافات (دنیا) میں ہم نے بہت تجربہ کیا ہے کہ ان شراب معرفت پینے والوں سے جو بھی الجھا وہ نیست ونابود ہوگیا۔

بعض لوگ بڑی سادگی سے کہہ دیتے ہیں کہ جی کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے کسی رہبر کی کیا ضرورت ہے؟ حالانکہ کتاب وسنت کے سمجھنے کے لیے معلم وہادی کا سہارا زیادہ لازم ہے جن لوگوں نے اپنی عقل ناقص سے انہیں سمجھنا چاہا وہ راہِ حق سے دور جا پڑے اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے علامہ اقبال فرماتے ہیں:

اجتہاد اندر زمان انحطاط
قوم را برہم ہمی پیچد بساط

ترجمہ: قومی زوال کے وقت کا اجتہاد ملت کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے۔

یاد رکھئے دل ونگاہ کی طہارت شرط اول ہے کتاب وسنت کے انوار سے

روشن ہونے کے لیے اور یہ دولت کسی مردِ کامل کی آستاں بوسی کے بغیر مشکل ہے۔

کیمیا پیدا کن از مشتے گلے
بوسہ زن برآستان کاملے
شمع خودرا ہمچو رومی برفروز
روم رادر آتش تبریز سوز

دورِ حاضر کا سائنسدان آہن و برق کے کمالات سے واقف ہے مگر انسان کے ممکنات کیا ہیں یہ سائنس نبوت کے فیضان سے سیراب ہونے والے کے پاس ہی ہے پس انسان بننا ہے تو ان کامل انسانوں کے حضور زانوئے عقیدت تہ کرنے ہوں گے:

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

حیرت سے دنیوی علوم سیکھنے کے لیے استاذ کی ضرورت مسلم فن سیکھنے کے لیے کسی ماہر کی امداد ضروری منزل پر۔ پہنچنے کے لیے دانائے راہ کا سہارا لازم تو پھر فقر کی پر پیچ راہوں کو طے کرنے کے لیے کسی ہادی کی ضرورت کیوں نہیں یقیناً ہے مگر اسے جو منزل پر پہنچنے کا ارادہ رکھتا ہو جو خدا سے ملنا چاہے خدا والوں کے پیچھے چلے وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ (لقمان پارہ نمبر2)

دیں مجو اندر کتب اے بے خبر
علم و حکمت از کتب دیں از نظر

بیعت کی ضرورت

قربِ خداوندی کے حصول کے پیش نظر اور عبادت و معرفت کے اسرار و رموز جاننے کے لیے ایسے رہبر و راہ دان کا وسیلہ از حد لازم ہے اللہ تعالیٰ نے اسی لیے قرآن پاک میں وابتغوا الیہ الوسیلہ کے الفاظ میں ہدایت فرمائی ہے۔

سید المرسلین امام الانبیاء ھادیٔ کل ختم الرسل آقاء روف و رحیم نے کارِ نبوت جنہیں سپرد کیا ہے وہ دو گروہ ہیں ایک گروہ ان علماء حق پر مشتمل ہے جو دین حق کے ظاہری علوم کی تعلیم دیتے ہیں دوسرا گروہ ان اولیاء اللہ کا ہے جن کے سپرد تزکیہ و تصفیہ کا کام سپرد شدہ ہے۔ یعنی یہ دو طبقات ایمان و عمل کے دو بازو ہیں پہلے ظاہری علم حاصل کرنے کے لیے علمائے ظاہر کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنا پڑتا ہے اس کے سوا دوسرا کوئی راستہ نہیں پھر ازاں بعد اولیائے کرام کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا جاتا ہے عارف رومی نے خوب فرمایا ہے

ہیچ کس از نزد خود چیزے نہ شد ہیچ آہن خنجرے تیزے نہ شد
ہیچ حلوائی نہ شد استادِ کار تا کہ شاگرد شکر ریزے نہ شد
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزے نہ شد

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو مشن لیکر تشریف لائے اس میں دونوں چیزیں شامل ہیں یعنی علم و حکمت بھی اور تزکیہ نفس بھی جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لِیُزَکِّیکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ (تا کہ تمہیں پاک کرے اور کتاب وحکمت کی تعلیم بھی دے۔ اب یہ دونوں شعبے آنحضور کی امت کے اولیاء کرام اور علمائے حق کو تفویض شدہ ہیں۔

تزکیۂ نفس کی تعلیم وتربیت حاصل کرنے سے قبل دین کا علم سیکھنا ضروری ہے اور یہ فرض علماء سرانجام دیتے ہیں پھر تزکیۂ قلب ونظر بھی ہونا ضروری ہے اس کے لیے اولیائے کرام یہ فرض نبھاتے ہیں۔

شروع میں تو خلافت راشدہ کے دوران ہر دو شعبوں کا سر گروہ خلیفہ راشد ہی ہوتا تھا مگر جب خلافت کے بعد ملوکیت قائم ہوگئی تو کارِ نبوت علیحدہ علیحدہ دو جماعتوں نے سنبھال لیا یعنی علمائے ظاہر اور علمائے باطن یعنی اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم۔

بیعت کے لغوی معنی ہیں فرمانبرداری کا عہد و پیمان باندھ لینا یا زیر اطاعت ہو جانا اور عام اصطلاح میں بیعت سے مراد ہے کسی ولی اللہ کے ہاتھ پر اس کا مرید ہونے کا عہد کرنا۔

بیعت کرنا سنت ہے:۔

بیعت کرنا علماء کے نزدیک سنت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (ترجمہ:۔ بے شک جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اصل میں اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں ان لوگوں کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ (الفتح۔۱۰)

اس آیت پاک سے کسی مرد کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا ہے۔

جس طرح جسمانی بیماریوں کے علاج کے لیے حکیم و طبیب اور ڈاکٹر کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح روحانی بیماریوں کے لیے بھی ان علاج کنندگان کی ضرورت ہے جو ان امراض کا علاج کرتے ہوں اور وہ اولیاء اللہ ہی ہیں ان کا مطیع و فرمانبردار ہونے کا عہد کرنا پڑتا ہے اور اسی کو بیعت کہتے ہیں بیعت کر کے انہیں وسیلہ

مـ بت • رہنمائی اختیار کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّہِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّہُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ

ترجمہ:۔ وہ مقبول بندے جن کو یہ کافر پوجتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ قرب ہے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ (بنی اسرائیل۔ 57)

یاد رہے کہ وسیلہ سے مراد مرشد کا توسل ہے اسی پر تمام اکابرین امت اور مفسرین کرام متفق ہیں اور انہی کے ساتھ شاہ عبد الرحیم، شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز دہلوی بھی شامل ہیں اور بیعت طریقت کا یہ سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر اب تک تواتر کے ساتھ جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری ہے۔ بیعت کر کے اپنا مرشد یا شیخ اختیار کیا جاتا ہے کتب تصوف میں ایک حدیث پاک بیان کی جاتی ہے کہ من لاشیخ لہٗ شیخہٗ شیطان (ترجمہ: جس کا کوئی شیخ یعنی مرشد نہیں ہوتا اُس کا شیخ شیطان ہوتا ہے۔)

جناب رسالت مآب آقائے نامدار حبیب کردگار احمد مختار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت پاک میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے سینوں کو نور معرفت وحقیقت سے منور کرنے کا شرف حاصل کیا اور ان سے آگے تواتر کے ساتھ اولیاء کرام فیض حاصل کرتے رہے صوفیائے کرام پہلے بزرگوں کی صحبتوں سے اس نور معرفت کو حاصل کر کے اپنے قلوب کو منور کرتے آ رہے ہیں حضور علیہ السلام کے بعد صحابہ کرام ہی انوار نبوت و رسالت کے امین اور مخزن ہیں انہیں سے اولیائے کرام فیض یاب ہو کر اپنے متوسلین کو فیض یاب کرتے آتے ہیں۔

اولیاء کرام کے دست حق پرست پر بیعت (یعنی عہد واقرار) کرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرنا ہے اولیاء کرام خلفاء ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اور آنحضور تک رسائی کے لیے وسیلہ ہیں یہ حقیقت قرآن پاک کی اس درجہ ذیل آیت پاک سے خوب آشکار ہے۔

ان الذین یبا یعونک .... یداللہ فوق ایدیھم (الفتح:۱۰)

اولیاء اللہ ہی انوار نبوت کے مخزن ہیں جن کی توجہ سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں تزکیہ نفس وتصفیہ قلب ہوتا ہے اور یوں یُــزَکِّیھِــمْ کے قرآنی مقصود مطلوب کی تکمیل ہوتی ہے۔

صَلَّی اللہُ و تعالیٰ عَلٰی حَبِیْبِہ سَیِّدنا محمدٍ و آلہ وَسَلَّم

قرب خداوندی کا حصول

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا
او نشیند در حضور اولیاء

ترجمہ:۔ جسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمنشینی کی خواہش ہوتی ہے وہ اولیاء کرام کی بارگاہ میں جا بیٹھتا ہے۔

اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کہیں متقین کے لفظ سے ذکر فرمایا ہے کہیں صادقین کے لفظ سے کہیں مخلصین لہ الدین کے الفاظ کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔

اِنَّ اَوْلِیَاء اللہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْن اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وکانوا یتقون. لَھُمُ البُشری فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ . لاتبدیل لِکَلِمَاتِ اللہ ذالِکَ ھو الفوذ العظیم. (یونس:62-63)

اِنْ اَوْلِیاءُ ہٗ اِلاَّ الْمُتَّقُوْن (سورہ انفال)

ترجمہ:۔ متقین ہی اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔

نیز فرمایا ہے:اِنَّ اللہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔

نیز فرمایا ہے:یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُو االلہَ وَکُونُوا مَعَ الصَّادِقِیْنَ

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

مذکورہ بالا آیات میں متقین اور مخلصین لہ الدین اور صادقین وغیرہ القابات سے مشرف حضرات ہی اولیاء اللہ ہیں انہی سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے یہ متقی اور صادق لوگ ہی اللہ تعالیٰ کے دوست (اولیا) ہیں انہی کے ساتھ صحبت ہو تو خدا تعالیٰ سے قرب حاصل ہوتا ہے۔یہی اولیاء کرام زمین پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء ہیں اور کار نبوت سرانجام دیتے ہیں لوگوں کو ہدایت رہنمائی کرتے ہیں ان کے دلوں کو پاک کرتے ہیں اور آپ اولیاء و مشائخ کرام کی صحبت ہی وصول اِلیٰ اللہ کا راستہ ہے۔ان کے ساتھ بیٹھنے والا ہرگز بد بخت نہیں ہوتا جیسے کہ حدیث پاک میں آیا ہے لایشقی بھم جلیسھم۔

اولیاء کرام کی صحبت میں رہنے والوں پر اولیاء اللہ والا رنگ چڑھ جاتا ہے اور وہ گمراہی سے بچ جاتے ہیں۔

صحبت کا اثر:۔

مذکورہ آیات میں اولیاء کرام کی صحبت اختیار کرنے کا سبق دیا گیا ہے اور وہ صحبت ان سے بیعت کر کے ہی حاصل ہوتی ہے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست نبوت پر بیعت کر کے آنحضور کی صحبت اختیار کر کے صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم بن گئے اور یہ وہ مرتبہ ہے جو غیر صحابی کو ہرگز نہیں مل سکتا خواہ وہ کتنا ہی صاحب مرتبہ اور نیک و پارسا ہو۔

صحبت آدمی کے اخلاق و سیرت اور شخصیت و عمل پر بہت اثر کرتی ہے۔ آدمی اپنے صاحب سے روحانی اثر لیتا اور اپنے صاحب کی صفات کو خود اپناتا ہے جبکہ اس کے برعکس برے اور بدکردار لوگوں کے ساتھ صحبت رکھنے والا بدکردار ہو جاتا ہے۔

ان اہل اللہ ان اولیاء کرام سے محبت و صحبت کے بغیر اللہ تعالیٰ سے محبت حاصل نہیں ہوتی۔ اولیا اللہ دلوں کی کدورت اور عقل و فکر کی گمراہی کو دور کر دیتے ہیں اور راہ صداقت پر گامزن کر دیتے ہیں۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(اولیاء کے ساتھ گھڑی بھر کی صحبت سو سال کے بے ریا طاعت و عبادت سے بہتر ہے)

صحبت صالح ترا صالح کند   صحبت طالع ترا طالع کند

(نیک کی صحبت تجھے نیک بناتی ہے اور برے آدمی کی صحبت برا بناتی ہے)

حضرت قطب ربانی غوث صمدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

''فرصت بہت تھوڑی ہے اس کو اعلیٰ ترین مقصد میں صرف کرنا ضروری ہے اور وہ ہے ارباب جمعیت کی صحبت کیونکہ صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب صحبت ہی کے باعث انبیاء علیہم السلام کے سوا سب غیر صحابہ پر فضیلت رکھتے تھے اگرچہ اویس قرنی اور عمر مروانی (حضرت عمر بن عبدالعزیز) رحمت اللہ علیہما ہی کیوں نہ ہوں حالانکہ دونوں

حضرات سوائے نبی کریم علیہ السلام کی صحبت کے درجات کی انتہائی بلندیوں اور کمالات کی آخری حد تک پہنچے ہوئے تھے (انوار لاثانی)

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گلِ خوشبوئے درحمام روزے
رسید از دست محبوبے بدستم
از و گفتم کہ مشکی یا عنبری
کہ از بوئے دلآویز تو مستم
گفتا من گل ناچیز بودم
ولاکن مدتے با گل نشستم
جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ترجمہ:۔ ایک دن حمام میں میرے ہاتھ پر کچھ خوشبودار مٹی ایک حسین شخص نے رکھ دی میں نے اس مٹی سے پوچھا کہ کیا تو مشک ہے یا کہ عنبر ہے کہ تیری خوشبواتنی دل لبھاتی ہے کہ میں مست ہوگیا ہوں اس مٹی نے کہا کہ میں نہایت ادنی، اسی ناچیز سی مٹی تھی مگر ایک مدت تک میں گلاب کے پھول کے ساتھ لگی رہی پس میرے ہمنشین (گلاب کے پھول) کے جمال وحسن نے مجھ میں بھی اپنا اثر کردیا ورنہ میں وہی مٹی ہوں)

آخر میں قرآن پاک کے یہ الفاظ بھی نوٹ فرمائیں جو فرمایا گیا ہے ومن یُضلل فلن تجدلهٗ ولیّ مُرشدا (اور جو گمراہ ہوتا ہے اسے کوئی ولی مرشد نہیں ملتا)

محبت وادب

اس کائنات کی تخلیق محبت کی بنیاد پر ہی ہوئی ہے حدیث قدسی شاہد ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

كُنتُ كُنزاً مَخفِياً فَاحَبَبتُ اَن اُعرَفَ فخلقتُ الخلق (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس مجھے محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا فرمایا) حدیث پاک میں لفظ ''فَاحَبَبتُ'' قابل غور ہے کہ محبت ہی تخلیق کائنات کی بنیاد (Foundation) ہے اور مقصد تخلیق معرفت خداوندی ہے جو مخلوق سے مطلوب ہے اسی لیے فرمایا گیا ہے۔ وَمَا خَلَقتُ الجِنَّ وَالانسَ اِلَّا لِيَعبُدُون (اور جنات اور انسانوں کو اس لیے پیدا فرمایا گیا ہے کہ وہ عبادت (کر کے میری معرفت حاصل کریں) جب تک اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے اس کی معرفت حاصل کرتے رہیں گے یہ کائنات قائم رہے گی اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لا کر عبادت کرنے والے حضرات ہی مومن ہیں اور مومنین ہی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں جیسے کہ قرآن پاک میں فرمایا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا اَشَدُّ حُباً لِلّٰهِ (ایمان والوں کی محبت سب سے زیادہ ہوتی ہے) پس جب تک کائنات میں محبت موجود ہے کائنات موجود رہے گی جب دنیا میں فسق وفجور چھا گیا ایماندار لوگ نہ رہے تو قیامت واقع ہو جائیگی۔

محبت ایسی چیز ہے جس سے آسمان عبور ہو سکتا ہے دریا عبور ہو سکتے ہیں، سمندر عبور ہو سکتے ہیں، محبت میں آدمی کڑوی چیز کو بھی حلوا سمجھتا ہے محبت کی کوئی ذات نہیں ہوتی محبت ایک مخفی خزانہ ہے جس کے اندر ہزار طرح کے لعل و جواہر ہیں محبت

اللہ تعالیٰ سے ملاتی ہے محبت زہر کو گلقند بنا دیتی ہے محبت تیغ کو چاند دکھاتی ہے محبت میں لاکھوں اسرار ہیں محبت ایک کیمیا ہے جو تانبے کا سونا بناتی ہے پس انسان کو تانبے کی طرح کیمیا کا طالب ہونا چاہیے۔

محبت کا مخالف غصہ ہے جو نار جہنم کا جزو ہے محبت جنت کا جزو ہے اگر تم جنت کے طالب ہو تو تم جنت کے جزو ہو اگر غصہ کے طالب ہو تو جہنم کے جزو ہو جنت کے جزو انسان کو اپنے کل یعنی جنت کی طرف جانا چاہئے۔

محبت دو طرح کی ہے نفسانی محبت اور رحمانی محبت۔ نفسانی محبت یعنی دوزخ کا طالب نہیں ہونا چاہیے ہمیں رحمانی محبت کا طالب ہونا چاہئے نفس دوزخ کی طرف لے جاتا ہے ہمیں جنت مطلوب ہے نفسانی محبت والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ (لوگوں میں سے وہ لوگ جو اللہ کے سوا شریک پکڑتے ہیں اور اُن سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہیے)

رحمانی محبت اور نفسانی محبت میں یہ فرق ہے کہ رحمانی محبت سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے جبکہ نفسانی محبت سے بے قراری و بے چینی ملتی ہے رحمانی محبت حق ہے نفسانی محبت باطل ہے۔

جیسے کہ بیان کیا گیا ہے کہ کائنات کی تخلیق محبت کی بنیاد پر ہوئی ہے انسان کو اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی معرفت (پہچان) کے لیے پیدا فرمایا گیا ہے لہٰذا انسان کی شدید ترین محبت اللہ تعالیٰ سے ہی ہونی چاہیے جیسے کہ قرآن پاک میں ہے وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًا لِلّٰهِ (مسلمانوں کی شدید ترین محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتی ہے)

جناب نبی کریم روف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ارشادالٰہی ہے۔ النَّبِيُّ اَوْلٰی بِالْمُوْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (نبی پاک مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے مالک ہیں)

ان سطور سے واضح ہے کہ ایک ایماندار مومن شخص کی شدید ترین محبت کا مرکز اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی ہونا چاہیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صفات الٰہیہ کے مظہر ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول سے انتہائی محبت ہونی چاہیے۔ آنحضور کے ساتھ محبت ہی اللہ تعالیٰ سے محبت ہونی چاہیے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبت نہ کرے وہ مسلمان ہی نہیں ہوسکتا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ایمان کی علامت ہے آنحضور سے محبت انسان کے دل سے دیگر ہر قسم کی دنیوی خواہشات کو دور کر دیتی ہے اور یہی محبت آنجناب اللہ سے قرب کا ذریعہ ہوتی ہے جوں جوں اس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے قرب بڑھتا جاتا ہے ایسی محبت کا حامل انسان ہی عاشق رسول ہوتا ہے اس کے دل سے ماسوا کی ہر کشش ختم ہوجاتی ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت، آشنائی

محبت زندگی میں کامیابی کی کنجی ہوتی ہے اور اخرت میں باعث نجات و سرفرازی ہوتی ہے تاریخ گواہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تمام دولت اور گھر کا سارا سامان نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر لا ڈھیر کیا یہاں تک کہ پوچھا گیا گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو تو عرض کیا گھر والوں کے لیے خدا کا رسول ہی کافی ہے۔

پروانے کو چراغ بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

پروانہ چراغ پر جان فدا کر دیتا ہے بلبل گلاب کے پھول پر عاشق ہوتی ہے اسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا سب کچھ محبت رسول میں نثار کئے ہوئے تھے اور ہر مومن مسلمان کو بھی اسی طرح کی محبت رسول دل میں موجزن رکھنی چاہیے۔

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بآموز
کہ آن سوختہ جاں شد و آواز نہ آمد

تمام اولیاء کرام اور سب مومنین محبوب کل حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق ہوتے ہیں:

محبت بخشتی ، روشن ضمیری
بنائے رومیؒ جامی اور نذیری

ایک نویں حدیث کے ابتدائی جملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کا ہونا مومن ہونے کی خاطر شرط ہے غور کریں۔

قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ مَتٰی اکونُ مُؤمِنًا (وَفِیْ رِوَایَۃٍ مؤمناً کامِلاً) قَالَ اِذَا اَحْبَبْتَ اللّٰہَ قِیْلَ مَتٰی اُحِبُّ اللّٰہَ قِیْلُ اِذا اَحْبَبْتَ رَسُوْلَہٗ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا حضور میں مومن (اور ایک حدیث میں ہے مومن کامل) کب ہونگا فرمایا جب تو اللہ کا محبّ ہو جائے گا عرض کیا گیا اللہ کا محبّ کب ہوں گا فرمایا جب تو اس کے رسول کا محبّ ہو جائے گا۔ (دلائل الخیرات)

اسی حدیث پاک سے قرآن پاک کے ان الفاظ کے معانی و مفہوم کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے جو اس مضمون کے شروع میں درج کئے ہیں (یعنی وَالَّذِیْنَ

آمنوا اشد حبا لِلّٰہِ)

اب دیکھیں آ قا و مولیٰ سید الکائنات روف و رحیم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں ارشاد نبوی ہے۔

لَایُؤمِنُ اَحَدُکُم حَتّٰی اَکونَ اَحَبَّ اِلَیه مِنْ وَالِدِہٖ وَ
وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ.

(تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اُس کے نزدیک میں اس کے والدین اور اولاد اور تمام عالم انسانیت سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں)

اس بارے میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا بھی ارشاد قرآن پاک میں دیکھ لیں کہ کس قدر شدت اور تفصیل سے فرمایا ہے کہ

قُلْ اِنْ کَانَ آبَاءُ کُمْ وَاَبْنَاءُ کُمْ وَاِخوَانُکُمْ وَازوَاجُکُمْ
وَعَشِیرَتُکُمْ وَاَموَالُ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَۃٌ تَخشَونَ
کَسَادَهَا وَمَسَاکِنُ تَرضَونَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰہِ
وَرَسُوْلِہٖ وَجِهَادِفِی سَبِیْلِ فَتَرَبَّصُوا حَتّٰی یَاتِیَ اللّٰہُ
بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَایَهْدِیْ الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ

ترجمہ:۔فرمادیں اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا قبیلہ وکنبہ اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس میں مندا ہونے سے ڈرتے ہو اور گھر جو تم پسند رکھتے ہو تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ پیارے ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا)

یہ آیت پاک ہر مسلمان پر اللہ اور اس کے رسول کی محبت واجب ثابت کر

رہی ہے اس سے معلوم ہوا جو لوگ ایماندار ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ ان کی محبت زیادہ نہیں ہے بہ نسبت اپنے آباء واجداد اولاد اور دیگر تمام رشتہ داروں اور دنیوی مال ومتاع اور تجارت کے تو تم فاسقین میں شمار ہو۔

اگر کوئی مسلمان نماز روزہ وزکوٰۃ کی ادائیگی وغیرہ کا پابند ہے مگر اپنی حیات و ممات اور اپنا سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت پر نثار کرنے کو ہمہ وقت تیار نہیں ہوتا تو مسلمان کہلانے والا شخص فاسقین میں سے ہوگا بلکہ اوپر مذکورہ حدیث پاک کی رو سے وہ مومن ہی نہیں۔ اہل اسلام کے لیے یہ خصوصاً توجہ طلب امر ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّم وَبَارِک عَلٰی حَبِیْبِکَ وَرَسُوْلِکَ

سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

ادب و تعظیم

پنجابی شاعر مولانا غلام رسول مرحوم اپنی کتاب احسن القصص میں لکھتے ہیں:

بے ادباں مقصود نہ حاصل وچہ درگاہ نہ ڈھوئی

تے منزل مقصود تے پہنچا بن ادبوں نہ کوئی

اس شعر سے مراد ہے کہ ادب و تعظیم نہ کرنے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں نہیں جا سکتے ادب کا لحاظ رکھے بغیر کوئی شخص اپنی منزل مقصود کو نہیں پا سکتا۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بے ادبی تباہی ہلاکت اور ناکامی کا باعث ہوتی ہے بے ادب دنیا و آخرت میں ناکام اور ذلیل ہو جاتا ہے:

بے ادب تنہا نہ داشت خوئے بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

از ادب پرنور گشت است ایں فلک — از ادب معصوم و پاک آمد ملک

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

نبی کریم رؤف ورحیم سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ادب وتعظیم کوملحوظ نہ رکھنے والوں سے بیزاری کا اظہار فرمایا ہے بلکہ ایسے لوگوں سے آپ حضور بائیکاٹ کا اعلان فرماتے ہیں آپ نے فرمایا ہے۔ **لَیْسَ مِنَّامِنْ لم یرحم صغیرنا وَلَمْ یُؤقیر کبیرنا وَیامُر بالمعروف و ینهُ عنِ المنکر** (ترجمہ:۔ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور نیکی کا حکم نہ دے اور برائی سے منع نہ کرے) معلوم ہوا کہ اسلام میں چھوٹوں پر رحم اُن سے محبت کرنا بڑوں کا ادب کرنا لازم ہے چھوٹوں سے مراد چھوٹے بچے مراد چھوٹے ہی نہیں بلکہ ان میں اپنے ماتحتان اور مقام ومرتبہ میں کمتر لوگ بھی شامل ہیں اسی طرح بڑوں میں والدین مشائخ اساتذہ اور اپنے سے عمر میں بڑے مسلمان سب شامل ہیں صوفیاء کرام تو کہتے ہیں کہ طریقت سراسر ادب ہے مشہور مقولہ ہے ''گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی'' (ترجمہ: اگر تو مراتب کا لحاظ نہ رکھے تو تو زندیق ہوگا)

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

اِنَّـا اَرْسَلْـنٰـکَ شَاهِداً وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا. لِّتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا

ترجمہ:۔ ہم نے تجھے شاہد اور مبشر اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تا کہ تم لوگ اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو پاکی کے ساتھ صبح وشام۔ (فتح)

اس آیت پاک میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وتوقیر

بجالانا واجب کہا گیا ہے اور فرمایا ہے لَاتَرفَعُوا اَصْوَاتَکُمْ فَوقَ صَوتِ النَّبِی ...... اَن تَحبطَ عَمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْن (اے ایمان والو تم اپنی آواز نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور اس سے بات اونچی نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے سے کہتے ہو ورنہ تمہارے تمام اعمال اکارت جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو گی۔

نیز فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلَ اللهِ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ امتَحَنَ اللهَ قُلُوْبُهُمْ لِتَقوىٰ لُهُمْ مغفرةٌ وَّ اَجْرٍ عَظِیْمِ

ترجمہ:۔ بے شک جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیز گاری کے لیے جانچا ہے ان کے لیے معافی اور بڑا اجر ہے۔

نیز فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادونَکَ مِنَ وَرَآءِ الحُجراتِ اَکْثَرُهُمْ لَایَعقِلُوْن

ترجمہ:۔ تحقیق جو لوگ تجھے حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں اُن میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

وَاَنَّهُمْ صَبُرُوا حتّٰی تَخرُجُ اِلَیْهِمْ لَکَانَ خَیرًالَهُمْ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْم

ترجمہ:۔ اور اگر وہ صبر کرتے جب تک کہ تو ان کی طرف نکل آتا تو ان کے حق میں بہتر تھا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیات سورہ حجرات کی ہیں ان میں بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دربار کے آداب تعلیم کئے ہیں یہ وہ بارگاہ ہے جہاں فرشتے بھی بلا اجازت داخل نہیں ہو سکتے یہاں آواز اونچی کرنا تمام سابقہ نیک اعمال اکارت جانے کا باعث ہوتا

ہے آنحضور علیہ السلام کی بارگاہ میں معمولی بے ادبی اور لاپرواہی دونوں جہانوں میں رسوائی اور ہلاکت ہے۔

گزشتہ صفحات میں محبت رسول واجب بتائی گئی ہے اور محبت کے ضمن میں ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔

ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم :۔ حُبُّکَ الشَّیْءُ یُعْمِی وَیُصِم (کس چیز کی محبت تجھے اس کے عیب دیکھنے سے) اندھا اور (اس کے خلاف سننے سے) بہرہ کر دیتی ہے۔

مراد یہ ہے محبّ کو محبوب میں کوئی عیب نظر نہیں آتا اور محبوب کے خلاف سننے سے بھی بہرہ کر دیتی ہے یعنی محبوب مین کوئی عیب محبّ کو نظر نہیں آتا۔

اگر کوئی شخص مسلمان بھی ہو اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نکتہ چینی اور عیب جوئی بھی کرتا ہو وہ محبت رسول کے اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوتا ہے اور فی الحقیقت وہ منافق تو ہو سکتا ہے مومن نہیں ہو سکتا۔

ہمارے اس ملک میں انگریزی دور میں متعدد لوگ انگریز کے آلہ کار بنے اور اہل اسلام میں تفرقہ ڈالنے کے لیے کمربستہ ہو گئے اور آہستہ آہستہ وہ ایک فرقہ بن گئے اور یوں مسلمانوں میں پھوٹ ڈالدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں عیب جوئی کرتے ہیں آنحضرت کی ذات اقدس کی صفات میں کمیاں ڈھونڈتے رہتے ہیں اور بڑی بے حیائی اور ڈھٹائی سے گستاخی رسول کے مرتکب ہوتے ہوئے مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت فرمائے۔

ارکانِ اسلام

اسلام کے بنیادی ارکان پانچ ہیں: کلمۂ توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج

توحید و رسالت پر گزشتہ اوراق میں گذارشات پیش کی جا چکی ہیں ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر پرخلوص ایمان ہو اور زبان اور دل وجان سے اس کا اقراء وتصدیق کرتا ہو۔ اَشْهَدُ اَن لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لاشریک لَهٗ واشهد اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کے الفاظ اس کی زبان ودل پر مرقوم ہوں۔

دوسرا رکن نماز

اقیموا الصَّلٰوۃَ حکم ہے کہ نماز قائم کرو اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کے بعد نماز ادا کرنے کے فرض پر نہایت زیادہ تاکید فرمائی ہے قرآن پاک میں سینکڑوں مرتبہ نماز قائم کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر جو کوئی بیعت کرتا تھا آپ توحید و رسالت کے بعد نماز ادا کرنا شرط قرار دیتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ بندے کو کفر سے ملا دینے والی چیز ترک نماز ہے۔ (بین انعبد و بین الکفر ترک الصلواۃ ......مسلم)

ابتدائے اسلام میں مکہ مکرمہ میں صرف دو رکعت نماز ہی فرض تھی کیونکہ اہل ایمان کے لیے مکہ میں امن نہ تھا مسلمان کھلے بندوں نماز نہ پڑھ سکتے تھے تمام کفار مکہ ان کے دشمن تھے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ میں ہجرت پذیر ہو گئے تو مسلمان آزادی سے احکام اسلام پر عمل کرنے لگے اور مذہبی آزادی سے ہمکنار ہو گئے اب نماز ظہر، عصر اور عشاء کی فرض نماز چار چار رکعت پوری کر دی گئیں

باقی دو اوقات یعنی صبح کی دو اور مغرب کی تین رکعتیں رہیں۔ مدینہ شریف آ کر حضور علیہ السلام نے نماز جمعہ بھی قباء میں مدینہ تشریف لاتے ہوئے راستہ میں پڑھائی جمعہ کی نماز بروز جمعہ نماز ظہر کی بجائے ہوتی ہے۔

شرائط نماز:۔

مندرجہ ذیل سات امور نماز ادا کرنے کے لیے ضروری ہیں۔

(1) بندے کا بدن پاک ہو:۔

اس پر کوئی ظاہری نجاست نہ ہو مثلاً گندگی پیشاب و خون وغیرہ علاوہ ازیں شرعی نجاست بھی نہ ہونی چاہئے مراد یہ کہ غسل فرض نہ ہو اور بے وضوء بھی نہ ہو۔

(2) کپڑے پاک ہوں:۔

نماز جس لباس میں ادا کرنی ہو وہ لباس پاک ہونا چاہیے۔

(3) جگہ پاک ہو:۔

جس جگہ پر نماز ادا کرنی ہے وہ جگہ پاک ہو وہاں پر کوئی گندگی وغیرہ نہ ہو۔

(4) ستر کی پوشیدگی:۔

مرد کے لیے ضروری ہے کہ اُس کا بدن ناف سے لیکر نیچے گھٹنوں تک ڈھکا ہوا ہو جبکہ عورت کے لیے سوائے دونوں ہاتھ اور پاؤں اور چہرہ کے تمام بدن ڈھکا ہوا ہونا فرض ہے۔ سر کے بال بھی چھپے ہوئے ہوں۔

(5) رخ بطرف قبلہ ہو:۔

نماز ادا کرتے ہوئے نماز کا رخ بیت اللہ شریف کی طرف ہو یعنی کعبہ کی طرف جو مکہ مکرمہ میں ہے۔

(6) وقت کی پابندی:۔

نماز پنجگانہ کے مقررہ اوقات پر ہی نماز ادا کی جائے نہ اس سے قبل نہ اس کے بعد۔

(7) نیت نماز:۔

دل میں اُسی وقت کی نماز کی نیت کی جائے جس وقت مقرر کی نماز ادا کرنا ہے۔

وضوء یا غسل کے لیے پانی:۔

نماز کے لیے غسل یا وضوء کرنے کے لیے پانی بھی پاک ہونا چاہیے سمندر یا دریا یا ندی یا تالاب کا پانی ہو یا کنویں کا جو بھی ہو جب تک اس کا نام پانی ہے وہ پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اس میں اگر کوئی چیز مل جائے خواہ وہ چیز پاک ہی ہو اور اسقدر ہو کہ اب اس کو پانی نہ کہیں مثلاً شربت یا عرق وغیرہ تو وہ صرف پاک تو ہوگا مگر پاک کرنے والا نہیں ہوگا پس اس کے ساتھ نہ وضوء جائز ہوگا نہ غسل۔

اگر پانی میں کوئی ناپاک چیز مل جاتی ہے جس کے باعث اس کے رنگ یا بو یا مزے میں فرق آجاتا ہے تو وہ پاک نہیں رہتا البتہ اگر پانی بہتا ہوا ہو یا بڑے حوض کا ہو یا تالاب کا اس قدر کہ اس میں ایک طرف نجاست پڑنے سے دوسری طرف کوئی اثر نہ ہوتا ہو تو وہ پاک ہوگا ٹھہرے ہوئے پانی میں کوئی خشکی کا جانور مر کر سڑ جائے یا پانی تھوڑا ہو اور اس میں کوئی ناپاک جانور یا درندہ منہ ڈال دے تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔

غسل:۔

انسان کے جسم سے پسینہ خارج ہوتا رہتا ہے جس سے بدن پر میل جم جاتا ہے جسم پر باہر سے بھی گرد و غبار پڑتا رہتا ہے اس لیے غسل کرنا بہتر ہوتا ہے اور جمعہ

کے روز قبل از نماز جمعہ غسل کرنا سنت ہے بعض اوقات آدمی اور عورت ملتے ہیں تو
ناپاک ہو جاتے ہیں ان کے لیے اس حالت جنابت میں غسل ضروری ہو جاتا ہے
علاوہ ازیں احتلام بھی بعض اوقات ہو جاتا ہے تو آدمی جنبی ہو جاتا ہے لہٰذا غسل
ضروری ہو جاتا ہے جنبی شخص کے لیے غسل کے بغیر نماز پڑھنا یا قرآن کی تلاوت
ممنوع ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَاِن کُنتم جنبًا فَاطَّھَرُوا

غسل کا طریقہ:۔

پہلے دونوں ہاتھ کلائیوں تک تین مرتبہ دھوئے پھر استنجا کرے جسم پر جہاں
کہیں نجاست ہو اُسے دھوئے اس کے بعد تین مرتبہ کلی کرے پھر تین مرتبہ ناک میں
پانی چڑھائے اور ناک کے اندر کی گندگی چھوڑائے پھر تمام چہرہ تین مرتبہ دھوئے پھر
دونوں بازو کہنیوں سمیت تین تین بار دھوئے پھر تمام بدن پر پانی ڈال کر ملے سر کے
بال بھی دھوئے اس طرح تین بار جسم پر پانی بہائے کوئی ایک بال یا رونگٹ بھی تر
ہونے سے نہ رہ جائے پھر جسم کو صاف کر لے پھر پاؤں دھوئے اگر ندی یا تالاب
وغیرہ میں نہائے تو اچھی طرح غوطہ لگا کر بدن کو صاف کر لے۔ یاد رہے کہ غسل کے
لیے تمام بدن پر اور منہ اور ناک کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے۔

غسل میں تین فرض ہیں کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا یعنی چڑھانا اور ناک
چھوڑانا اور سارے جسم پر پانی بہانا کہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔

وضوء:۔

نماز ادا کرنے کے لیے وضوء کرنا ضروری ہے وضوء کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی
یعنی وضوء کرنا نماز کے لیئے فرض ہے۔

وضوء کا طریقہ:۔

صاف برتن میں پانی لے کر اونچی جگہ پر بیٹھ جائیں تاکہ دوران وضو چھینٹے نہ پڑیں۔

پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھیں پھر دونوں ہاتھ تین مرتبہ کلائیوں تک دھوئیں پھر تین بار کلی کریں بہتر ہے مسواک بھی کر لے پھر دونوں نتھنوں میں تین مرتبہ پانی چڑھائیں اور ہر بار ناک چھوڑائیں پھر چہرہ دھوئیں پیشانی سے لے کر (جہاں سے بال اگے ہیں) نیچے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک تین مرتبہ ازاں بعد دونوں بازو دایاں اور بایاں کہنیوں سمیت تین مرتبہ دھوئیں پہلے دایاں پھر بایاں۔ انگلی میں کوئی انگوٹھی چھلا ہو تو اُس کو پھیر کر اس کے نیچے پانی پہنچائیں پھر ایک مرتبہ سر کا مسح کریں (دونوں ہاتھ بھگو کر پیشانی سے سر پر پھیرتے ہوئے گدی تک لے جائیں اور آخر پر دونوں پاؤں پہلے دایاں پھر بایاں ٹخنوں سمیت تین تین بار دھوئیں۔

یاد رہے کہ وضوء میں چار چیزیں فرض ہیں ایک پورے چہرے کو دھونا دوسرا دونوں بازو کہنیوں سمیت دھونا تیسرا سر کا مسح کرنا چوتھا دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا ایک بار وضوء کر کے جب تک وہ وضوء قائم رہے متعدد نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔

مسح:۔

دوران وضوء اگر سر پر پگڑی ہے یا ٹوپی کہ آسانی سے اتارنا ممکن نہ ہو تو پیشانی پر سے دونوں ہاتھ اس کے اوپر لے جا کر سر پر پھیرنے کی مانند ہی پھیرے۔ اگر دوران وضوء کسی عضو میں زخم پر پٹی بندھی ہوئی ہو یا پھایا لگایا ہوا ہو جسے کھولنے یا نکالنے میں تکلیف

ہے یا اس پر پانی لگنے سے نقصان کا خدشہ ہوتو صرف ہاتھ اس کے اوپر پھیر لے اگر پاؤں میں چمڑے کے موزے پہنے ہوں تو وضوء میں ان پر مسح کر لینا کفایت کرتا ہے۔

موزوں پر مسح گھر میں رہنے والا شخص ایک دن رات تک کر سکتا ہے اور مسافر تین دن رات تک ازاں بعد موزے اتار کر پاؤں دھوئے۔ موزے ٹخنوں تک ہونے چاہئیں۔

تیمّم:۔

اگر پانی دستیاب نہ ہو یا پانی سے بیماری ہو جانے یا بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو پاک مٹی سے تیمّم کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یوں ہے۔

پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے پھر دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر چہرے پر پھیرے پھر دوبارہ دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک پھیر لے بس یہی تیمّم ہے وضوء کا بھی اور غسل کا بھی تیمّم کرتے ہوئے زمین پر ہاتھ مار کر ایک انگوٹھے کی جڑ کو دوسرے انگوٹھے کی جڑ پر مار کر ایک دفعہ جھاڑنا چاہیے مٹی پر مارتے ہوئے انگلیاں کھلی ہوں۔

مندرجہ ذیل چیزوں سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے:۔

(1) پیشاب یا پاخانہ یا ان کے راستے بدن سے کوئی چیز نکلنا

(2) بدن کے کسی مقام سے خون یا مواد بہنا

(3) منہ بھر کرتے ہونا

(4) لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سو جانا

(5) بیہوش ہو جانا

جو چیزیں وضوء ٹوٹنے کا باعث ہیں ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے نیز یہ کہ پانی نہ ملنے سے تیمّم کیا ہوا پانی مل جانے پر وہ تیمّم ٹوٹ جاتا ہے۔

یاد رہے کہ تیمّم کرنے کی لیے تیمّم کی نیت کرنا ضروری ہے کہ مٹی پر ہاتھ مارنے سے قبل نیت تیمّم کی ہو اگر یونہی مٹی پر ہاتھ مار کر منہ ہاتھوں پر پھیر لیا بلا نیت تیمّم تو تیمّم نہ ہوگا۔

تیمّم کن چیزوں سے ہوسکتا ہے:۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ (پاک مٹی سے تیمّم کرو اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرو)

تیمّم اس چیز سے ہوسکتا ہے جو زمین کی جنس سے ہو جو چیز زمین کی جنس سے نہیں اس سے تیمّم نہیں ہوسکتا۔ زمین کی جنس سے وہ چیز ہوتی ہے جو آگ میں جل کر راکھ نہ ہو جاتی ہو نہ پگھلتی ہو نہ نرم ہوتی ہو ایسی چیز سے تیمّم جائز ہے کان سے نکلنے والے نمک سے تیمّم جائز ہے چونا مٹی ریت سرمہ گندھک ہڑتال گیرو پتھر زبرجد عقیق زمرد فیروزہ مرجان یاقوت وغیرہ جواہر سے تیمّم جائز ہے خواہ ان پر گرد وغبار نہ بھی ہو لکڑی گھاس سے تیمّم جائز نہیں چاندی سونا لوہا پیتل تانبہ وغیرہ آگ سے پگل جاتے ہیں ان سے تیمّم جائز نہیں ہے البتہ ان پر اگر مٹی گرد وغبار ہے تو اسی سے تیمّم جائز ہے۔

استنجے کے متعلق آگاہی:۔

پیشاب پاخانہ کرنے کے بعد مٹی کے ڈھیلوں سے استنجا کرنا سنت ہے پانی سے کرلیں تو بھی جائز ہے ڈھیلوں کا استعمال یوں ہو کہ طاق عدد میں ڈھیلے لئے

جائیں کم از کم تین ضروری ہیں گرمی کے موسم میں پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو پھیریں دوسرا پیچھے سے آگے کو اور تیسرا آگے سے پیچھے کو یہ طریقہ گرمی کے موسم میں اور سردی کے موسم میں اس کے برعکس ہو عورت ہر موسم میں ایسے ہی ڈھیلے استعمال کریں جیسے مرد لوگ موسم گرما میں کرتے ہیں۔

اوقات نماز پنجگانہ

ہر روز ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ پنجگانہ نماز ادا کرے روزانہ پانچ اوقات پر نماز فرض ہے اور ہر نماز فرض کی ادائیگی کے لیے وقت مقرر ہے صحیح عقاید کے بعد سب سے اہم واعظم فریضہ نماز ہے قرآن واحادیث میں اس پر بڑی تاکید آئی ہے نماز ترک کرنے پر بڑی وعید آئی ہے۔ اوقات نماز یہ ہیں:

فجر کی نماز: طلوع فجر (پو پھوٹنے کے بعد) نماز فجر کا وقت شروع ہوتا اور طلوع آفتاب سے قبل تک رہتا ہے۔

ظہر: سورج ڈھل جانے پر وقت ظہر شروع ہوتا ہے اور جب ہر چیز کا سایہ اس کا اصل سایہ چھوڑ کر اس کے برابر سایہ ہو جائے یا زیادہ سے زیادہ دوگنا ہو جائے تو وقت ظہر ختم ہو جاتا ہے۔

عصر: نماز ظہر کے بعد نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے عصر کا وقت سورج غروب ہونے سے پہلے تک رہتا ہے لیکن جب دھوپ کا رنگ زرد ہو جائے تو نماز عصر پڑھنا مکروہ ہوتا ہے۔

مغرب: غروب آفتاب کے بعد سے غروب شفق تک نماز مغرب کا وقت ہے غروب شفق شام کی سرخی مٹ جانے کو کہتے ہیں۔

عشاء: شفق کے غائب ہونے کے بعد سے طلوع فجر سے پہلے تک نماز عشاء کا وقت ہوتا ہے۔

جمعہ: جو وقت نماز ظہر کا ہے وہی جمعہ کی نماز کا ہے۔

عیدین کی نماز: عیدین کی نماز واجب ہے لیکن اُن پر جن پر جمعہ کی نماز واجب ہوتی ہے نماز عید ادا کرنے کی وہی شرائط ہیں جو نماز جمعہ کی ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور عید میں خطبہ سنت ہے جمعہ کا خطبہ قبل نماز ہے عیدین کا خطبہ بعد نماز۔ عیدین میں اذان اور اقامت نہیں ہے۔

نماز عید کا وقت: آفتاب ایک نیزہ بلند ہونے پر شروع ہو کر نصف النہار شرعی تک ہے لیکن یہ کہ عید الفطر میں دیر کرنا اور عید الضحیٰ میں جلد کرنا مستحب ہے۔

نماز کی ممانعت: جس وقت سورج نکل رہا ہو یا ڈوب رہا ہو یا ٹھیک سر پر ہو تو نماز پڑھنا منع ہے کیونکہ اس وقت مشرکین آفتاب کی پرستش کرتے ہیں۔

اذان واقامت: مساجد میں پانچوں فرض نمازوں اور جمعہ کے لیے اذان دی جاتی ہے اور جماعت کے وقت اقامت کہی جاتی ہے۔

ارکان نماز

نماز میں چھ چیزیں فرض ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک بھی چھوٹ جائے تو نماز نہیں ہوتی ان چھ فرائض کو ارکان نماز کہا جاتا ہے۔

(1) **تکبیر تحریمہ**: اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ ناف کے ساتھ نیچے باندھ لینا۔ چونکہ اللہ اکبر کہنے کے بعد خلاف نماز سب چیزیں حرام وممنوع ہیں اس لیے اس کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔

(2)**قیام**: کھڑے ہونا

(3)**قرأت**: سورۃ الحمد پڑھ کر کم از کم تین آیات پڑھنا۔ نماز باجماعت میں نماز فجر مغرب اور عشاء میں امام آواز کے ساتھ قرأت کرتا ہے مقتدی اس دوران خاموشی سے سنتے ہیں امام کا آواز کے ساتھ قرأت کرنا واجب ہے امام کے پیچھے مقتدی ہرگز نہ پڑھے وہ صرف سنے۔ ظہر اور عصر کے نمازوں میں امام آہستہ سے قرأت کرلے اور مقتدی بالکل خاموش رہے۔ جمعہ اور عیدین کے نمازوں میں امام بلند آواز سے قرأت کرے اور مقتدی خاموشی سے سنیں۔

(4)**رکوع**: رکوع گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھکنے کو کہتے ہیں۔

(5)**سجدہ**: زمین پر سر رکھنا کہ سات ہڈیاں زمین پر لاگ جائیں دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے دونوں پاؤں کے انگوٹھے اور پیشانی ناک سمیت۔

(6)**قعدہ**: نماز کے آخر میں بیٹھ کر اتحیات پڑھنا۔

جن چیزوں سے نماز ٹوٹی ہے:۔

دوران نماز عجز و انکساری ضروری ہے نماز ٹوٹ جاتی ہے اگر ادھر ادھر دیکھیں۔ کلام کریں، آواز سے ہنس، پڑیں یا ستر کھول دیں یا ایسا کام یا حرکت کریں کہ دیکھنے والا سمجھے کہ یہ نماز میں نہیں ہے۔ وضو یا تیمّم نہ رہے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

نماز فرض ہے:۔

ہر بالغ مسلمان مرد اور عورت پر پنجگانہ نماز فرض ہے۔ نابالغ بچوں اور دیوانوں پر فرض نہیں ہے۔

نماز میں رکعتوں کی تعداد

نماز کا نام	سنت قبل از فرض	فرض	سنت بعد از فرض	نوافل
فجر	2 رکعت (موکدہ)	2 رکعت	....	....
ظہر	4 رکعت (موکدہ)	4 رکعت	2 رکعت (موکدہ)	2 نفل
عصر	4 رکعت (غیر موکدہ)	4 رکعت	....	....
مغرب	....	3 رکعت	2 رکعت (موکدہ)	2 نفل
عشاء	4 رکعت (غیر موکدہ)	4 رکعت	2 رکعت (موکدہ) 3 رکعت وتر واجب	2 نفل 2 نفل

نماز با جماعت:۔

متعدد نمازی لوگ اکٹھے ایک امام کے پیچھے نماز فرض ادا کریں یہ نماز باجماعت ہوتی ہے فرض نماز باجماعت پڑھنے میں 25 گنا ثواب ہوتا ہے فرض نماز مسجد میں باجماعت پڑھنی چاہیے جبکہ سنت و نفل نماز گھر میں پڑھ لینا بہتر ہوتا ہے عورتیں اگر مردوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہوں تو ان کی صفیں مردوں کی صفوں سے پیچھے ہوں اور عورتیں نماز میں خوشبو وغیرہ لگا کر مت آئیں۔

لیٹ شامل ہونے والا مقتدی:۔

جو شخص جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد آئے وہ جماعت میں شامل ہو جائے اور نماز کا جتنا حصہ اسے نہ ملا ہو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد پورا کر لے۔

سجدہ سہو:۔

اگر دوران نماز کوئی بھول ہو جائے جس سے نماز کی ترتیب بگڑ جائے یا سری

نماز آواز سے پڑھنے لگے یا جہری نماز میں قرأت نہ کرے یا کوئی شک پڑ جائے کہ کتنی رکعتیں ہو گئیں اور کتنی باقی ہیں یا دوسری رکعت کا قعدہ چھوٹ جائے تو بھول کا سجدہ سہو ادا کرنا ضروری ہے یعنی نماز کے آخر میں ایک طرف سلام پھیر کر دو سجدے ادا کرے پھر التحیات پڑھ کر سلام پھیرے امام کے ساتھ مقتدی بھی سجدہ سہو کریں۔ اگر دوران نماز امام کچھ بھول جائے تو مقتدی سبحان اللہ آواز سے کہہ کر امام کو آگاہ کر دے۔

نماز قصر:۔

قصر سے مراد کمی کرنا ہے آدمی جب سفر پر ہو تو فاصلہ ۷۸ جانا ہو یا اس سے زیادہ تو دوران سفر ظہر عصر اور عشاء کی نمازیں چار رکعت فرض کی بجائے دو رکعت ہی پڑھی جائے مغرب اور فجر میں قصر نہیں ہے سفر پر روانہ ہو کر اپنے شہر یا بستی سے جب باہر نکل جاتا ہے تو نماز میں قصر شروع ہو جاتی ہے منزل پر پہنچ کر اگر وہاں پندرہ دن یا اس سے کم ٹھہرنے کی نیت ہے تو وہاں پر نماز میں قصر ہی ہو گی اگر پندرہ یوم سے زیادہ ہو جائیں یا پندرہ یوم سے زیادہ قیام کرنے کا ارادہ ہو تو منزل پر نماز میں قصر نہ ہو گی۔

نماز تہجد:۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب عام لوگ رات سوئے ہوتے تھے جاگ کر اندھیرے اور تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے وہ آپ کی نماز تہجد تھی آنحضور پر یہ فرض تھی۔ دیگر لوگوں پر فرض نہیں پھر بھی تہجد کی نماز آنحضرت کی پیروی میں پڑھیں تو ثواب بہت زیادہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نماز تہجد آٹھ یا بارہ رکعت ہوتی تھی۔

نماز تراویح:۔

بیس رکعت ہر غیر معذور مرد وعورت کے لیے سنت موکدہ ہے عورتیں گھر میں پڑھیں اور مردوں کے لیے مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت کفایہ ہے تراویح کا وقت فرض عشاء کے بعد صبح صادق سے قبل تک ہے رات کی نماز وتر تراویح نماز کے بعد پڑھنا ہے۔تراویح ہر چار رکعت کے بعد بیٹھنا مستحب ہے اور اس وقت یہ تسبیح پڑھیں

سُبْحٰنَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحٰنَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ

نماز تراویح صحیح عقیدہ اہل سنت والجماعت خوش الحان صحیح خوان متبع سنت امام کے پیچھے پڑھیں۔غیر مقلد بدعقیدہ یا ریش بریدہ امام نہ ہو بعض مساجد میں نابالغ لڑکے کو امام بنا کر تراویح پڑھتے ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی اس لیے کہ نابالغ لڑکے کی نماز نفل ہوتی ہے جبکہ نماز تراویح سنت موکدہ کفایہ ہے لہٰذا نابالغ لڑکے کے پیچھے نماز سنن موکدہ ادا نہیں ہوتی۔اسی طرح ایک مشت سے کم دھاڑی والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے اس کے پیچھے نماز ادا کرنا بھی مکروہ تحریمہ ہے۔

نماز حاجت:۔

حدیث پاک میں آیا۔ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی مہم پیش آتی تھی تو آنجناب اس کے لیے دو یا چار رکعت نماز ادا کرتے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور تین مرتبہ آیۃ الکرسی اور باقی تین رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور قل ھو اللہ

اورقل اعوذ بر ب الفلق اورقل اعوذ برب الناس ایک ایک بار پڑھتے تھے یہ ایسی ہیں کہ شب قدر میں جیسے چار رکعتیں پڑھے (ابوداؤد) مشائخ نے یہ پڑھیں اور ان کی حاجت پوری ہوئیں۔

ترمذی ابن ماجہ طبرانی ومشکوٰۃ میں روایت درج ہے کہ ایک نابینا حاضر خدمت ہوا عرض کیا یارسول اللہ دعا فرمائیں کہ مجھے عافیت دے فرمایا اگر تو چاہے تو دعا کروں اور چاہے تو صبر کر یہ تیرے لیے بہتر ہے عرض کیا حضور دعا فرمائیں پس اسے حکم فرمایا وضو کرو اور اچھا وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھ کر یوں دعا پڑھو

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَسَّلُ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ
مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحمَةِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّی تَوَجَّهُتُ بِکَ اِلٰی
رَبِّی فِی حَاجَتِی هٰذِهٖ لِتُقضٰی لِی اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں خدا کی قسم ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آئے کہ گویا کبھی اندھے تھے ہی نہیں۔

نماز تسبیح:۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا میں تم کو عطا نہ کروں میں تم کو بخشش نہ کروں کیا میں تم کو نہ دوں کیا میں تم پر احسان نہ کروں۔ دس خصلتیں ہیں کہ جب تم کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا اگلا پچھلا نیا پرانا جو بھول کر کیا یا عملاً چھوٹا اور بڑا پوشیدہ اور ظاہر، بعدہٗ آپ نے نماز تسبیح کی تعلیم فرمائی پھر فرمایا کہ تم سے اگر ہو سکے تو ہر روز ایک مرتبہ پڑھو ورنہ ہر جمعہ میں اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر ماہ میں ایک بار اور پھر ترکیب بیان فرمائی۔ اَللّٰهُ

اَکْبَرُ کہہ کر ثنا پڑھے پھر سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر پندرہ مرتبہ پھر اَعُوْذُ اور بِسْمِ اللّٰہِ اور الحمد لِلّٰہِ اور سورۃ پڑھ کر دس بار یہی تسبیح پڑھے پھر رکوع کرے اور بعد تسبیح رکوع یہ تسبیح دس بار پڑھے پھر سر اٹھا کر سَمِعَ اللّٰہُ کے بعد یہ تسبیح دس مرتبہ پڑھے پھر سجدہ میں سجدہ کے بعد دس مرتبہ یہ تسبیح پڑھے پھر سجدہ سے سر اٹھا کر بیٹھ کر دس مرتبہ یہ تسبیح پڑھے پھر سجدہ کو جائے اور دس مرتبہ تسبیح پہلے سجدہ کی طرح پڑھے یونہی چار رکعت پڑھے ہر رکعت میں 75 مرتبہ اور سب میں تین سو مرتبہ ہو جاتی ہیں۔

نماز جنازہ:۔

اس نماز میں رکوع وسجود نہیں ہے کیونکہ فی الحقیقت نماز نہیں بلکہ مُردے کے لیے دعائے بخشش ہے یہ اس طرح سے پڑھیں:

جنازہ امام کے آگے رکھیں امام اُس کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو مقتدی اگر زیادہ ہوں تو تین پانچ یا سات (طاق عدد) صفیں بنائیں۔

نیت: نماز جنازہ ساتھ چار تکبیروں کے ثناء واسطے اللہ تعالیٰ کے درود واسطے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دعا واسطے حاضر میت پیچھے اس امام کے منہ طرف قبلہ شریف کے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور یہ ثنا پڑھیں

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ
وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَجَلَّ ثَنَاءُ کَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ

پھر اللہ اکبر کہہ کر درود شریف پڑھیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
وَسَلَّمْتَ وَ رَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ
اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

پھر اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَآئِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ

اگر میت لڑکا ہو تو یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا

اگر لڑکی ہو تو اس دعا میں ہٗ کی بجائے ھَا پڑھیں۔

روزہ

عربی زبان میں روزہ کو صوم کہا گیا ہے معنی ہیں کسی فعل سے رک جانا کھانا ہو یا کلام۔ قرآن پاک میں حضرت مریم فرماتی ہیں اِنِّی نذرتُ لِلرَّحمٰن صَوماً. یہاں کلام سے رک جانا مراد ہے شریعت میں صبح کی سفیدی نمودار ہونے سے رات کی سیاہی نمودار ہونے یعنی سورج غروب تک نیت کے ساتھ کھانے پینے اور جماع سے رک جانے کا نام صوم ہے یہی روزہ ہے۔

نماز کے بعد شروع اسلام میں 2ھ میں روزہ رکھنا فرض ہوا تھا اور اس کے لیے رمضان کا مہینہ مقرر ہوا کیونکہ اسی ماہ میں غار حراء میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کی ابتدا ہوئی تھی لہٰذا یہ مہینہ عزت وحرمت والا متعین ہو گیا اس مہینہ کو ایسے ہی گزارنے کا حکم ہو گیا جیسے آنحضرت نے غار حراء میں کھانے پینے سے پرہیز اور عبادت الٰہی میں گزارا تھا۔

روزے کے مقاصد:۔

روزے سے روزہ دار متقی اور پرہیز گار ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصيَامُ كما كتِبَ علىٰ الذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَكُمْ تتَقُوْنَ

ترجمہ:۔اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں تا کہ تم پرہیز گار ہو جاؤ جیسے کہ پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔

روزے میں آدمی کو برائی سے رک جانے کی تربیت ملتی ہے بعض حلال چیزوں کو بھی چھوڑ دیتا ہے اس سے اپنے نفس پر کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔ اسلام ہر چیز کو قاعدے اور ضابطے کے مطابق رکھتا ہے روزہ سے مراد وہ ضابطہ توڑ دینا نہیں بلکہ آدمی میں ایسی صلاحیت پیدا کی جائے کہ وہ ان خواہشات حیوانی کو کنٹرول میں رکھ سکے جو کھانے پینے اور زوج کی طرف متوجہ ہونے سے متعلق ہیں تا کہ انسان ان حیوانی خواہشات کا محکوم بن کر نہ رہ جائے روزہ سے ایسی خواہشات پر قابو حاصل کرنے کی عملی تربیت ملتی ہے اور یوں انسان زندگی کے اعلیٰ مقاصد حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

انسانی زندگی میں روزے کے عملی نتائج:۔

روزہ کے سوا دیگر تمام عبادات میں کسی نہ کسی صورت میں ظاہری عمل ہوتا ہے مگر روزہ سے روزہ دار اور اس کا خدا ہی آگاہ ہوتے ہیں کسی اور کو خبر نہیں ہوتی ہے سخت پیاس میں پانی موجود ہوتے ہوئے خلوت و تنہائی میں نہ پینا کہ خدا سے تو مخفی نہ رہ سکے گا اللہ تعالیٰ پر زبردست ایمان و یقین کی دلیل ہے۔

عالمگیر تندرستی:۔

روزہ دار کو متواتر فاقہ کشی سے گذرنا ہوتا ہے یوں جسم میں موجود متعدد زائد رطوبتیں جل جاتی ہیں معدہ دماغ اور دیگر اعضاء جسمانی مختلف فضلات سے پاک ہو جاتے ہیں اور بد پرہیزی کے باعث متعدد امراض سے چھٹکارہ مل جاتا ہے۔

عالمگیری پرہیز گاری:۔

چائے، سگریٹ، پان، بیڑی کی عادات اور اس طرح کی غیر ضروری فضول عادات سے نجات مل جاتی ہے ہر قسم کے مصنوعی اور غیر فطری تکلفات ختم ہو جاتے ہیں۔

عالمگیر امن عامہ:۔

مسلسل فاقہ کشی اور مسلسل پابندی سے حیوانیت کمزور ہو جاتی ہے جرم و گناہ اور عیاشی کی قوتیں ماند پڑ جاتی ہیں روح کی آزادی میں لایعنی محبتوں اور پیٹ اور شہوت کا جال ٹوٹ جاتا ہے ہر آدمی بغیر کسی نگران کے پرہیز گار نیک چلن امن پسند بنا رہتا ہے زبان دل دماغ آنکھ منہ ہر قسم کی بدنظری و بدخیالی سے بھی پرہیز کرتا ہے یوں عالم انسانیت میں امن و آشتی کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔

رمضان کی میقات:۔

رمضان کا مہینہ چاند نظر آ جانے پر شروع ہو جاتا ہے رمضان کی پہلی تاریخ سے روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے اگر ابر آلودگی یا کسی دیگر صورت میں چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرنے کے بعد رمضان کی پہلے تاریخ تصور ہو گی چاند نظر آنے کی گواہی ایک مسلمان عاقل بالغ عادل شخص کی قبول ہو جائے گی عادل سے مراد ہے کہ وہ کم از کم کبیرہ گناہ سے بچتا ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت غلام ہو یا آزاد۔

روزے کی نیت:۔

روزے کی نیت ضروری ہے ورنہ روزہ نہ ہوگا نیت دل سے کر لی تو کافی ہے اوران درج ذیل الفاظ میں کر لی جائے تو بھی ہو جائے گی

نَوَیْتُ بِصُوْمٍ غَدٍ مِنْ شَھرِ رَمَضَان

میں نے رمضان کے مہینہ سے کل کے روزے کی نیت کی

ہر ایک روزے کی نیت رات کو ہی کر لینی چاہیے اگر رات کو نہ کی تو دوپہر ڈھلنے سے قبل تک ضرور کر لی جائے ورنہ روزہ نہ ہوگا۔روزے کی نیت سے سحری کھالینا بھی نیت ہوجانا شمار ہوتا ہے۔

روزہ توڑ دینے والی چیزیں:۔

قصداً کھانا پینا صحبت کرنا یا قے کرنا، یاد نہ رہا بھول کر کچھ کھا لیا یا پی لیا یا قے کی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔کلی کرتے پانی حلق سے اتر جانا منہ بھر کر قے ہوگئی کان یا ناک میں دوائی ڈال لینا حقہ بیڑی سگریٹ پینا بوسہ لینے سے انزال ہوجانا ان چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے قضا لازم ہو جاتی ہے۔

روزے کا فدیہ:۔

ہر روزے کے بدلے ہر روز دونوں وقت مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا یا صدقہ فطر کے مطابق مقدار مسکین کو دینا ہے۔

روزے کا کفارہ:۔

متواتر (پے درپے) ساٹھ روزے رکھنا اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا۔

صدقہ فطر:۔

ہر وہ مسلمان جو اپنی حاجت اصلیہ سے فاضل نصاب کے برابر مال کا مالک ہو وہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے جن کا نان نفقہ اس کے ذمہ ہو صدقہ فطر دینا واجب ہے۔ فی کس 2 سیر 3 چھٹانک گندم یا اس کے برابر قیمت دے دینا صدقہ فطر ہے۔

افطار روزہ:۔

افطار کا وقت ہو جانے پر روزہ افطار جلدی کرنا سنت ہے اور باعث برکت ہے غروب آفتاب کا گمان غالب ہو جائے تو روزہ افطار کر لیں بادل ہو تو عجلت نہ کریں نماز سے پہلے افطار کریں کھجور چھوہارے یا پانی سے افطار کرنا سنت ہے کھانے میں زیادہ دیر لگا کر نماز میں نہ دیر کریں اور نہ ہی جماعت ترک کریں۔

لیلۃ القدر:۔

سارے سال میں افضل ترین رات لیلۃ القدر ہے یہ رمضان کی ستائیسویں رات ہے اس رات اللہ تعالیٰ کی رحمت خصوصا مائل بہ کرم ہوتی ہے اس لیے اس رات جتنی ہو سکے عبادت کرنی چاہیے تلاوت قرآن درود شریف اور نوافل میں رات گذرے تو بہت ہے یہ ایک رات ایک ہزار مہینہ سے بہتر ہے اس رات کثرت سے پڑھنے کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ وظیفہ بتایا تھا۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ العَفُوَ فاعفُ عَنِّی (ترمذی)

مکروہات روزہ:۔

بلاوجہ کوئی چیز چکھنا۔ کمزوری میں فصد کھلوانا یا پچھنے لگوانا جھوٹ بولنا چغلی

کھانا غیبت کرنا فضول و بے کار باتیں کرنا بات بات پر غصہ کرنا ان باتوں سے روزہ مکرہ ہو جاتا ہے۔

سحری وافطاری:۔

سحری کھانا سنت ہے بھوک نہ بھی ہو تو کچھ تھوڑا کھالیں اسی طرح افطاری ہے سحری میں تاخیر مستحب ہے۔

اعتکاف:۔

ماہ رمضان میں نزول رحمت وافر ہوتا ہے لہذا جتنی ہو سکے عبادت کریں تلاوت قرآن کریں اس ماہ کی آخری دس راتوں میں سے کوئی طاق رات لیلۃ القدر ہے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری دس دن مسجد میں گذارتے تھے اور عبادت کرتے تھے اس کو ہی اعتکاف کہا جاتا ہے۔ آپ کی پیروی میں جو شخص اعتکاف میں بیٹھے وہ بغیر خاص ضرورت کے مسجد سے باہر مت جائے مرد مسجد میں اعتکاف بیٹھیں اور عورت اپنی گھر میں اپنے شوہر کی اجازت کے ساتھ پاک اور صاف جگہ پر۔

زکوٰۃ

لفظ زکوٰۃ کے معنی:۔

لفظ زکوٰۃ کے متعدد معنی ہیں یعنی تراش کے ساتھ کاشت کرنا پودوں کو سیدھا لگانا، پاک کرنا، سرسبز و شاداب کرنا۔

اگر کوئی پودا ناہموار بڑھتا ہے اور زمین پر گرنے لگتا ہے تو اس کی نامطلوبہ شاخیں کاٹ کر یا تراش کر پودے کو ہموار بنایا جاتا ہے یوں وہ پودا خوبصورت اور بہتر ہو جاتا ہے ایسے کوئی صاحب دولت آدمی دولت کو اپنے قبضہ میں کرتا چلا جائے تو اس

شخص میں اخلاق رذیلہ پیدا ہو جاتے ہیں لہٰذا اس کی دولت سے کچھ حصہ لے لینا ہی بہتر ہوتا ہے ورنہ وہ قوم وملک کو نقصان پہنچائے گا وہ دولت لینے والے کی نسبت دینے والے کے حق میں زیادہ مفید ہوتا ہے۔

زکوٰۃ 2ھ میں فرض ہوئی تھی اجمالی طور پر مکی زندگی میں ہی حکم آ چکا تھا مگر تفصیلی احکام مدینہ منورہ میں نازل ہوئے اگر زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے رمضان شریف کا مہینہ مختص کر لیا جائے تو بہتر ہوگا۔

زکوٰۃ ادا کر دینے سے باقیماندہ مال پاک ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے والے کے دل میں تکبر وغرور پیدا نہیں ہوتے ہیں زکوٰۃ ادا کرنے سے ایسی اخلاقی قوت پیدا ہوتی ہے جو حب مال وجاہ کو شفقت ومہربانی پر غالب نہیں آنے دیتی۔ نظام زکوٰۃ اگر ٹھیک ٹھیک قائم ہو تو گداگری ختم ہو جاتی ہے محتاج لوگ خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاتے ہیں معاشرہ خوشحال ہو جاتا ہے اور وہ لوگ بھی معاشرے کے مفید رکن بن جاتے ہیں۔

عملی فوائد:۔

نظام زکوٰۃ کے قیام سے درج ذیل فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں

(1) غلامی کا خاتمہ (2) موجودہ دور کے بنک سسٹم کی نقالی سے چھٹکارہ (3) جہاد اور دینی تبلیغ کی ضروریات کی بہم رسانی (4) غریب مسافروں کے لیے سفر خرچ (5) غرباء اور مساکین کی مدد 6) بیوگان کی دستگیری (7) محتاج خانوں اور یتیم خانوں کا بہتر انتظام (8) قرض سے نجات (9) اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی ورضا کا حصول۔

قرآن پاک اور احادیث مقدسہ میں زکوٰۃ ادا کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے

اورزکوۃ ادانہ کرنے والے کے لیے آخرت میں سخت عذاب کی وعید وارد ہوئی ہے۔

ابن خزیمہ و ابن حبان اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دوزخ میں سب سے پہلے تین شخص جائیں گے ان میں ایک وہ تونگر شخص ہوگا جو اپنے مال میں اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتا۔

امام احمد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس مال کی زکوٰۃ نہیں دی گئی قیامت کے روز گنجا سانپ ہوگا مالک کو ڈرائے گا وہ بھاگے گا حتی کہ پھر کر انگلیاں اس کے منہ میں ڈال دے گا۔اسی طرح دیگر احادیث میں مختلف طرز کے عذاب بیان ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت کی پناہ میں رکھے۔آمین

زکوٰۃ شریعت مین فرض ہے اس کا انکار کفر ہے چھوڑنا فسق اور منکر قتل کا مستحق ہے اور ادائیگی میں تاخیر کا مرتکب گنہ گار مردود الشہادت ہے

شرائط:۔درج ذیل شرائط سے زکوٰۃ واجب ہوجاتی ہے۔

(1) آزاد ہونا (2) مسلمان ہونا (3) عاقل ہونا (4) بالغ ہونا (5) مال زکوٰۃ پر پورا قبضہ ہونا اور قبضہ کے بعد پورا سال گذرنا (6) اصل حاجات سے مال زائد ہونا۔ رہائش کے مکانات، پہننے کے کپڑوں، گھر کا سامان اور استعمال کے ہتھیاروں پر زکوٰۃ نہیں ہوتی (7) وہ مال قرض سے بری ہو ایک شخص ایک ہزار روپے کا مقروض ہو اور اس کے پاس ایک ہزار روپیہ ہو تو زکوٰۃ نہیں ہے (8) اگر زکوٰۃ دونوں اطراف میں پورا ہو اور درمیان میں کم بھی ہو گیا ہو تو زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی۔

جواہرات اور موتیوں پر بھی زکوٰۃ نہیں اگر وہ برائے تجارت نہ ہوں۔

نصاب زکوٰۃ:۔

مختلف اشیاء میں مقررہ مقدار مال جس سے کم پر زکوٰۃ نہیں مختلف ہیں۔

(1) چاندی کا نصاب چالیس روپئے ہے اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں اگر کسی کے پاس چالیس روپئے یا اس قیمت کی چاندی پورا سال موجود رہے وہ سال کے آخر پر ایک روپیہ زکوٰۃ ادا کرے اور اسی حساب سے زائد پر شمار کرلے۔

(2) قیمت کے لحاظ سے سونے کا نصاب بھی یہی ہے یعنی کسی کے پاس چالیس روپے کا سونا سال کے آخر تک محفوظ رہے وہ ایک روپیہ کا سونا یا نقد روپیہ ادا کردے۔

نوٹ: وزن کے لحاظ سے دوسودرہم (یعنی باون تولہ) چاندی پر پانچ درہم اور بیس مثقال (20) سونے یعنی ساڑھے سات تولہ سونے پر آدھا مثقال زکوٰۃ ہو گی عام طور پر علماء وزن کا اعتبار کرتے ہیں قیمت کا نہیں کیونکہ قیمت کم زیادہ ہوتی رہی ہے۔

(3) تجارت کا مال:۔

تجارت کے مال کی قیمت اگر چاندی یا سونے کے نصاب کے برابر ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب ہے اسی مال کا چالیسواں حصہ ادا کرے یا قیمت لگا کر درہم و دینار ادا کردے۔

(4) جانور:۔

چرنے والے جانور میں زکوٰۃ واجب ہے اگر وہ تجارت کے لیے ہیں تو مال تجارت کے مطابق حساب ہوگا ورنہ ان کا نصاب یہ ہے اونٹ پانچ گائے بیل بھینس تمیں بکریاں چالیس۔اس تعداد سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

(5) غلہ:۔

غلہ کا نصاب بیس من ہے اگر کسی کے پاس اس سے کم پیداوار ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔ اگر غلہ بارانی زمین کی پیداوار ہے تو اس میں سے دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اگر نہری یا چاہی زمین کی پیداوار رہے جس میں کسان کو پانی دینا پڑتا ہے تو اس میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ (اسلامی تعلیمات)

زکوٰۃ کے مصارف:۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مصارف زکوٰۃ سے متعلق فرمایا ہے:

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمولفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل فریضة من الله والله علیم حکیم

ترجمہ:۔ صدقات (زکوٰۃ) حق ہے مفلسوں اور محتاجوں کا اور اس کے عاملین کا اور جن کا دل پرچانا ہو اور گردن چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ جاننے والا حکم والا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف آٹھ ہیں یعنی محتاجوں کے لیے اور مسکینوں کے لیے جو کمانے کے قابل نہ ہوں زکوٰۃ کے عاملین کی تنخواہوں کے لیے مولفۃ القلوب کے لیے اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے اور قرضداروں کے لیے برائے نجات از قرضہ جن کو قوت نہ ہو اور اللہ کی راہ میں یعنی مسلمانوں کی مدد کے لیے دشمنوں کے خلاف اور مسلمان مسافروں کے کھانے اور سفر خرچ کے لیے۔

حج

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے اور از روئے قرآن ہر صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے ارشاد ربانی ہے وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا. یعنی جو حج کے مصارف برداشت کرسکتا ہے اس پر حج کرنا فرض ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جس نے حج کیا اور رفث یعنی فحش کلام نہ کیا اور نہ فسق کیا تو وہ ایسا پاک ہوا جیسے آج پیدا ہوا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حج کمزوروں کے لیے جہاد ہے۔ (ابن ماجہ)

بخاری و مسلم میں حج عورتوں کے لیے جہاد کہا گیا ہے۔ (بہار جنت)

حدیث پاک میں ہے کہ جسے کسی صریح حاجت نے نہ روکا ہو نہ کسی ظالم سلطان نے نہ کسی روکنے والے مرض نے اور پھر حج نہ کیا ہو اور (اسی حالت میں) اُسے موت آجائے تو اسے اختیار ہے خواہ یہودی بن کر مرے یا نصرانی بن کر۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفسیر یوں کی ہے کہ جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے میرا جی چاہتا ہے کہ ان پر جزیہ لگادوں وہ مسلمان نہیں ہیں وہ مسلمان نہیں ہیں۔ (اسلامی تعلیمات)

حج کے معنی ومفہوم:۔

حج کے معنی ہیں زیارت کے لیے قصد کرنا عرب ملک میں مشہور ومقدس شہر

مکہ مکرمہ میں کعبہ معظّمہ ہے اس کی زیارت کرنے کے لیے تمام اطراف سے لوگ قصد کر کے آتے ہیں ان کے اس قصد و زیارت کو حج کہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش:۔

آج سے کم وبیش پانچ ہزار سال قبل عراق ملک میں ایک معزز گھرانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے یہ اپنے والدین سے تو بچپن میں ہی محروم ہو چکے تھے جیسے علماء نے بیان کیا تو ان کی پرورش ان کے چچا آزر نامی نے کی اس وقت دنیا اپنے اصل خالق و مالک کو بھول چکی ہوئی تھی بتوں کی پرستش کی جاتی تھی اور لوگ پوجا و پرستش کرنے کے لیے پجاریوں کے محتاج ہوتے تھے اور پجاریوں کو وقت کے حکمران بادشاہ کی مکمل حمایت حاصل ہوتی تھی بلکہ یوں کہیں کہ پجاری اور بادشاہ آپس میں ملے ہوئے ہوتے تھے پجاری لوگوں کو یہ بھی بتاتے تھے ان کے مختلف خداؤں (بتوں) میں اس وقت کا بادشاہ بھی ایک خدا ہوتا ہے لہٰذا بادشاہ کو بھی وہ لوگ اپنا رب مانتے تھے بادشاہ اُس ملک اور اس کے باشندوں کا مالک سمجھا جاتا تھا بادشاہ کی زبان سے نکلا ہوا لفظ قانون ہوتا تھا بادشاہ کو تمام لوگوں کے جان و مال پر ہر قسم کا اختیار حاصل ہوتا تھا بادشاہ کے سامنے بندگی کے مراسم بجالاتے تھے یوں تمام لوگوں کے دلوں پر بادشاہ کی خدائی حیثیت کا خیال مسلط ہوتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاندان معزز پجاری خاندان تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام جوان ہوئے تو انہوں نے اس بت پرستی اور بادشاہ پرستی کے سارے سسٹم کو ناپسند کیا چونکہ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے انہوں نے بڑی دلیری اور جرأت سے اس پورے سسٹم کا انکار کیا اور فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنی اس گمراہ قوم کے خودساختہ باطل خداؤں کی ہرگز پوجا

نہ کریں گے اور قوم کو سیدھی راہ اختیار کر کے اپنے مالک حقیقی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی پرستش کی تلقین کریں گے پس انہوں نے کھلے بندوں اعلان کر دیا کہ میں تمہارے ان خود ساختہ خداؤں سے بیزار ہوں قرآن میں ان کے انکار کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

اِنِّی بَرِیٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ
فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

ترجمہ:۔ میرا ان سے کوئی واسطہ نہ ہے جنہیں تم لوگ پوجتے ہو ان سب سے میں منہ موڑ کر میں اس کی طرف منہ کرتا ہوں جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے خالصتاً اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں۔

اس طرح کے گمراہ اور طاقتور معاشرے کے مذہب اور رسم و رواج سے بغاوت کرنے والے اکیلے شخص پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑنا تو لازم ہوتا ہی ہے لہٰذا ابراہیم علیہ السلام شدید مصائب و آلام میں مبتلا ہوئے گھر والوں نے اپنے گھر سے ان کو نکال دیا اور قوم ان کو پناہ دینے کو ہرگز تیار نہ تھی سب لوگ انہیں اپنا اور اپنے خداؤں کا دشمن سمجھتے تھے وقت کی حکومت نے بھی انہیں باغی قرار دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب تعالیٰ پر بھروسہ کیے ہوئے تھے بڑی جرأت و ڈھٹائی سے وہ سچائی پر ڈھٹے رہے انہوں نے اپنے معزز پجاری چچا کو باطل خداؤں کی پوجا سے منع کیا مگر لاحاصل قوم نے ابراہیم علیہ السلام کی ایک نہ سنی بہتیرا سمجھایا کہ یہ تمہارے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بت تمہارے خدا نہیں اور نہ ہی یہ کچھ تمہارے لیے کر سکتے ہیں حتیٰ کہ آپ نے کلہاڑے سے ان کے بتوں کو توڑ کر بھی دکھایا کہ یہ بے جان کچھ نہیں کر سکتے یہ سب بے بس ہیں اُس وقت نمرود بادشاہ تھا اس کے دربار میں علیٰ الاعلان آپ نے کہہ دیا کہ تو میرا خدا نہیں ہے بلکہ تیرا اور میرا رب تو

وہ ذات ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ہماری سب کی موت وحیات ہے اور آفتاب وغیرہ اجرام فلکی بھی اسی کے حکم کے تابع ہیں۔

بادشاہ اور ساری قوم نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کا فیصلہ کیا ابراہیم علیہ السلام تن تنہا سب کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے تھے آگ میں ڈالے جانے کے لیے تیار ہو گئے آگ میں ڈالے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس پیغمبر مخلص بندے پر آگ ٹھنڈی ہو جانے کا حکم فرمادیا اس کے بعد آپ نے اپنا گھربار اپنے عزیز واقارب اور وطن کو خیرباد کہہ دیا اور دیگر ممالک یعنی مصر فلسطین اور شام وعرب میں پھرتے رہے مگر کہیں بھی آپ کو چین نہ ملا جوانی کا دور اسی طرح گذر گیا بڑھاپا آ گیا تو چھیاسی (86) سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرزند عطا فرمایا اسماعیل علیہ السلام۔ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس اکلوتے بیٹے کی قربانی کا حکم دیا تو آپ نے بیٹے پر چھری چلانے سے بھی گریز نہ کیا اور فرزند ارجمند نے سر تسلیم خم کر کے قربانی کے لیے خود کو پیش کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ فرشتہ کو حکم دیا کہ دنبہ پیش کر دے۔ یوں ابراہیم علیہ السلام ہر امتحان وآزمائش میں پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عوام الناس کا امام ہونے کا انعام عطا فرمایا قرآن پاک میں یوں بیان ہوا ہے۔

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا

ترجمہ:۔ جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے کچھ باتوں میں آزمایا اور وہ ان میں پورے اترے تو فرمایا میں تجھے عوام الناس کا پیشوا بناتا ہوں۔

اب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو عرب میں مکہ مکرمہ والی جگہ پر آباد فرمایا اور خود بھی ان کے ساتھ مل کر عرب میں اسلام کی تبلیغ کی اور

اسلامی تحریک کا مرکز مکہ شہر ہو گیا اسی شہر میں آپ نے کعبہ کی عمارت اللہ کے حکم سے تعمیر کی جو کعبہ کے نام سے آج پوری دنیا میں مشہور ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے اعلان کر دیا کہ ساری دنیا سے لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں یہاں ہر سال جمع ہوا کریں اور مل کر اللہ تعالیٰ وحدہٗ کی عبادت کریں اور یہاں سے اسلام کا پیغام لے کر واپس اپنے ملکوں کو جائیں اس سالانہ اجتماع کا نام حج ہے قرآن پاک میں حج کے نام سے ایک پوری سورۃ موجود ہے۔

حج کے مقاصد

(1) ہدایت کا مرکز:۔

مکہ مکرمہ میں قبلہ شریف کو اللہ تعالیٰ نے عالم انسانیت کے لیے ہدایت کا مرکز بنایا ہے فرمایا ہے:

اِنَّ اوَّلَ بَیْتٍ وَضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکًا
وَھُدًی لِلْعَالَمِیْنَ فِیْہِ آیَاتٌ بَیِّنَاتٌ مَقَامِ اِبْرَاھِیْمَ وَمَن
دَخَلَہٗ کَانَ آمِنًا

ترجمہ:۔ بے سک پہلا گھر لوگوں کے لیے جو بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا گھر سارے جہانوں کے لیے ہدایت کا مرکز اس میں اللہ تعالیٰ واضح علامات ہیں مقام ابراہیم ہے جو کوئی اس میں داخل ہو جائے امن میں ہو جاتا ہے۔

امن کا مرکز:۔

مندرجہ بالا آیت پاک یں ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ بیت اللہ شریف امن کا مرکز ہے تمام دنیا کے لیے جو کوئی بھی اس میں داخل ہو قرآن پاک میں اس کی مزید

وضاحت یوں ہے۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَاَمْنَا

ترجمہ:۔اور جب ہم نے اس گھر کولوگوں کے ٹھہرنے کی جگہ اورمرکز امن بنایا۔

واحد اجتماعی مرکز:۔

پوری دنیا کے مسلمانوں کے اجتماع کا یہ واحد مرکز ہے فرمایا ہے:

وَاِذْ بَوَّانَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَا تُشْرِكْ بِي
شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ
السُّجُوْد وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا
وَعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ لِيَشْهَدُوْا
مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَعْلُوْمَاتٍ عَلٰى
مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا
الْبَائِسَ الْفَقِيْرَ

ترجمہ:۔اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر کی جگہ متعین فرمائی ہدایت کے ساتھ کہ یہاں شرک نہ کرو اور میرے گھر کو پاک صاف رکھو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے اور لوگوں میں حج کا عام اعلان کردو کہ تمہارے پاس آئیں پیدل اور دور دراز سے، دبلی پتلی اونٹنیوں پر تا کہ یہاں آکر وہ اپنے لیے دینی ودنیاوی منافع دیکھیں اور ان چند دنوں میں ان جانوروں پر جو اللہ نے ان کو دے ہوں اللہ کا نام لیں (یعنی قربان کریں) اور اس میں خود بھی کھائیں اور لوگوں کو بھی کھلائیں۔

مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس میں حاجیوں کے لیے

بڑے فوائد ہیں دینی اور دنیوی نیز فرمایا کہ یہاں آ کر وہ اجتماعی قربانی میں جانور قربان کیا کریں۔

ذکرخدا کا اجتماعی مرکز:۔

تمام دنیا سے آنے والے حاجی اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں تو ایک روح پرور نظارہ ہوتا ہے فرمایا ہے:

فَلَارَفَثَ وَلَافُسُوقَ وَلَاجِدالَ فِی الحَجِّ نیز فرمایا ہے

فَاِذَا قَضَیتُم مَنَاسِکَکُم فَاذکُرُوااللہِ

ترجمہ:۔دوران حج شہوانی افعال نہ کریں نہ ہی فسق وفجور ہو نہ لڑائی جھگڑا ہو۔اور جب تم مناسک حج ادا کرلو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔

حصول تقویٰ:۔

دوران حج ہر قسم کی برائی سے ممانعت پر حاجی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے عمل پیرا ہوتا ہے اور یوں تقویٰ کی صلاحیت حاصل کرتا ہے فرمایا ہے

لَنْ ینالَ اللہَ لَحُومُھا وَلادِماؤُھَاوَلاکِن یَنَالُہُ التقویٰ

ترجمہ:ان قربانی کئے گئے جانوروں کا گوشت اور خون،اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتے بلکہ تمہاری پرہیز گاری پہنچتی ہے۔

فوائد حج:۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے حج میں بہت فائدے ہیں۔

(1) حج آخری منزل ہے انسانیت کی تعمیر کی اورانسانی کمال کے جذبہ کی انتہا ہے ادائیگی حج کے دوران انسان اپنی اصل فطری زندگی کی جانب لوٹتا ہے کُلُّ مولُودٍ یُولَدُ عَلٰی الفِطرَۃِ کے مطابق جس بنیاد سے وہ شروع ہوا تھا اسی

معصوم فطرت پر آ کھڑا ہوتا ہے لہذا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حج کرنے والے کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(2) حج میں دنیا کے ہر ملک کے مسلمان جمع ہوتے ہیں اور وہ ایک دوسرے سے دینی، ودنیوی اور علمی وعقلی فوائد حاصل کرتے ہیں۔

(3) حج میں سیر وسیاحت کے علاوہ دیگر ملکوں کے لوگوں سے مل کر طرح طرح کے تجربات حاصل ہوتے ہیں۔

(4) حج انسان کو روحانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچا کر اسلام کے مرکز اول اور مقام نبوت کی برکات سے قلب انسانی کو منور کر دیتا ہے۔

(5) اگر انسان چاہے تو حج میں انسان سامان تجارت لے جا کر منافع بھی کما سکتا ہے۔

حج وعمرہ:۔

حج سال بھر میں ماہ ذوالحجہ کی نویں تاریخ کو میدان عرفات میں ہوتا ہے جو مکہ سے 12 میل کے فاصلہ پر ہے اس تاریخ کو جتنے لوگ حج کو جاتے ہیں سب اسی میدان میں پہنچ کر دعائیں مانگتے ہیں اس دن کے سوا دوسرے دنوں میں جب کوئی چاہے کعبہ کا طواف کر کے صفا مروہ کے درمیان سعی کرے یعنی سات چکر لگا کر چھوٹا حج جسے عمرہ کہتے ہیں کرے اس کے لیے کسی دن کی قید نہیں ہے۔

احرام:۔

ہر چہار طرف سے حج میں جانے والے لوگوں کے لیے احرام باندھنے کے مقام مقرر ہیں جن کو میقات کہتے ہیں ہندو پاک کے لیے میقات یلملم ہے جو سمندر ہی میں جہاز کے سامنے پڑتا ہے جہاز کے ملازم اس موقع پر مسافروں کو اطلاع دے دیتے ہیں حج کرنے والے کو چاہیے کہ اس وقت غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور

سلے ہوئے کپڑے اتار کر احرام پہن لے یعنی تہ بند باندھے اور کندھے پر چادر ڈال لے سر کھلا رہے جو خوشبو وغیرہ نہ لگائے جوتا پہنے مگر ایسا جس سے ٹخنہ اور پاؤں کے اوپر کا حصہ نہ چھپے موزہ یا پائتابہ نہ پہنے یہی لباس بادشاہ اور فقیر سب کے لیے ہے اور اللہ کے دربار میں آقا اور غلام میں کوئی فرق نہیں عورتوں کو سلے ہوئے کپڑے پہننے کی اجازت ہے مگر منہ پر نقاب نہ پہنیں نہ ہاتھوں پر دستانے۔ خوشبو نہ لگائیں احرام کے بعد کھیل کود لڑائی جھگڑا اور گالی گلوچ بالکل منع ہے صحبت شکار مارنا بلکہ کسی شکاری کو شکار کا پتہ دینا بھی حرام ہے جو کوئی خلاف کرے اسے کفارہ ادا کرنا پڑے گا...... ہاں سمندر کا شکار جائز ہے احرام باندھنے کے بعد سے بار بار تلبیہ یعنی یہ دعا پڑھے:

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ

اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ

میں حاضر ہوں اے میرے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں تعریف نعمت اور ملک تیرے لیے ہے کوئی تیرا شریک نہیں۔

طواف وسعی:۔

جب مکہ میں داخل ہو تو سب سے پہلے غسل یا وضوء کر کے بیت اللہ میں جائے کعبہ کا طواف کرے یعنی اس کے گرد سات بار گھومے اور طواف کی دعائیں پڑھتا جائے طواف کر کے ملتزم یعنی کعبہ کے آستانہ کو تھام کر دعائیں مانگے پھر مقام ابراہیم میں جو طواف گاہ کے کنارے پر ہے دو رکعت نماز ادا کرے او ازاں بعد صفا و مروہ دو پہاڑیوں کے درمیان جو مسجد حرام کے قریب ہی ہیں سات بار آہستہ دوڑے...... بس عمرہ ہو گیا۔

اب جس نے خالی عمرہ کی نیت کی ہے وہ احرام اتار دے جب حج کو جائے تو

پھر پہنے مگر اس کے عوض کم از کم ایک بکری کی قربانی کرے اور جس نے حج اور عمرہ دونوں کی نیت کی ہوئی ہے وہ احرام نہ اتارے جب تک حج اور قربانی نہ کر چکے۔

حجر اسود:۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں پیمان عام باندھنے کا دستور یہ تھا کہ ایک پتھر رکھ دیا جاتا تھا اس پر لوگ آ آ کر ہاتھ مارتے تھے کہ ہم نے اس پیمان کو قبول کر لیا جب ابراہیم علیہ السلام نے ایک اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کی خاطر خانہ کعبہ تعمیر کیا تو ایک کالا پتھر جسے حجر اسود کہتے ہیں اس کے ایک کونے میں لگا دیا کہ جو کوئی یہاں داخل ہو پہلے اس پر ہاتھ مارے یا ہجوم ہو تو دور ہی سے اس کی طرف ہاتھ اٹھائے اس کے بعد سات بار کعبہ کے گرد گھومے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس اکیلے اللہ کے لیے یہ گھر بنا ہے میں اسی کی عبادت کروں گا۔

حج کا طریقہ:۔

آٹھویں ذی الحجہ کو حج کے لیے روانگی ہوتی ہے مکہ سے تین میل کے فاصلے پر مقامِ منا ہے وہاں قافلے رات کو ٹھہر جاتے ہیں فجر کی نماز کے بعد وہاں سے چل کر میدان عرفات میں پہنچتے ہیں وہاں ظہر اور عصر دونوں نمازیں ظہر ہی کے وقت پوری پڑھی جاتی ہیں اس کے بعد اس میدان میں جبل عرفات یا جبل رحمت یا جہاں چاہے کھڑا ہو کر اپنے رب کے حضور خلوص دل سے شام تک دعائیں مانگے آفتاب غروب ہونے کے بعد تلبیہ پڑھتا ہوا وہاں سے روانہ ہو کر مقام مزدلفہ میں آئے اور مغرب کی تین اور عشاء کی چار رکعتیں پڑھ کر رات گذارے صبح کی نماز کے بعد ذکر الٰہی اور دعا میں مشغول ہو سورج نکلنے کے قریب منا کی طرف روانہ ہو جائے۔

رمی:۔

منیٰ میں تین مقامات پر نشانات بنے ہوئے ہیں جن کو جمرات کہتے ہیں ہر ایک پر چھوٹی چھوٹی سات کنکریاں مارے یہ شیطان پر لعنت ہے تاکہ آدمی اس کے قریب سے بچا رہے۔

قربانی:۔

منا میں رمی جمرات کے بعد قربانی کرے اسی مقام پر وہ جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو خواب میں اللہ کا اشارہ پا کر قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے مگر ذبح کے لیے جب ان کے گلے پر چھری رکھی تو اللہ نے اپنی مہربانی سے ان کو روک دیا اور فرمایا بس تم اس کڑے امتحان میں پورے اتر گئے اس سنت ابراہیمی کو اللہ تعالیٰ نے قائم رکھا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ یہاں حج کے بعد آ کر قربانیاں کریں۔

قربانی کا گوشت خود بھی کھائیں اور اپنے عزیزوں دوستوں غریبوں اور محتاجوں کو کھلائے قربانی سے فارغ ہو کر احرام اتار دے اور مرد ہو تو اُسے چاہیے کہ سر کے بال منڈوائے یا ترشوائے ازاں بعد کعبہ میں جا کر طواف کرے پھر منا میں واپس آ جائے تین دن نہیں تو کم از کم دو دن منا میں رہے روزانہ رمی جمرات کرے تیسرے دن مکہ میں آئے اور طواف وداع کر کے وہاں سے رخصت ہو مدینہ منورہ کی زیارت جب جی چاہے کرے حج سے پہلے یا حج کے بعد اس کے لیے کسی موسم کی قید نہیں ہے"۔(اسلامی تعلیمات)

فضائل مدینہ منورہ

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سید الانس وجاں سید العالمین سید الکائنات سید المخلوقات ہیں آپ کا مرتبہ ومقام اللہ تعالیٰ کے بعد افضل ترین ہے لہٰذا ہر وہ چیز جس کا تعلق ونسبت اس ذات ستودہ صفات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہے وہ بھی سب سے افضل ہے یہی سبب ہے مدینہ منورہ تمام دیگر شہروں سے زیادہ فضیلت والا شہر مقدس ہے اس کی خاک پاک خاک شفاء ہے جو خاک پاک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے مس شدہ ہے وہ علماء حق کے نزدیک عرش الٰہی سے افضل ہے۔ اسی کلیہ کے مطابق مدینہ پاک شہر اور اس کی فرش زمین کی فضیلت کا تصور کریں جس پر نبی کریم حبیب خدا محبوب کل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چلتے پھرتے رہے۔

باشندگان مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دامن رحمت کی پناہ میں ہیں جو کوئی مدینہ پاک کی تکلیف وشدت پر صبر کرے آنحضور اس کی شفاعت فرمائیں گے اور جو کوئی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے وہ آگ میں یوں پگھلایا جائے گا جیسے آگ میں سیسہ یا پانی میں نمک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ شریف کو حرم بناتے ہوئے مکہ کے لیے دعا فرمائی۔ (مسلم وترمذی) اُسی کا حوالہ دیتے ہوئے آپ نے مدینہ شریف کو حرم بنایا اور اللہ تعالیٰ سے مدینہ کے لیے مکہ مکرمہ سے دگنی برکات کی دعا فرمائی۔ (مسلم وبخاری) جو شخص اہل مدینہ کو ڈرائے گا اللہ تعالیٰ اُسے خوف میں ڈالے گا۔ اس پر اللہ اور تمام آدمیوں کی لعنت اور اس کا کوئی فرض یا نفل قبول نہیں (طبرانی، نسائی، طبرانی کبیر) مدینہ پاک لوگوں کو اس طرح پاک وصاف کرے گا جیسے بھٹی لوہے کی میل کو۔ (بخاری ومسلم)

حضور نبی کریم روف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ فرمایا کہ مکہ ومدینہ کے سوا ایسا کوئی شہر نہیں جس میں دجال نہ آئے گا مدینہ کا کوئی راستہ نہیں جس پر فرشتے پرا باندھے پہرہ نہ دیتے ہوں دجال مدینہ شریف کے قریب شور زمین میں اترے گا اس وقت تین مرتبہ مدینہ میں زلزلہ آئے گا جس سے ہر کافر شخص اور منافق یہاں سے نکل کر دجال کے پاس چلا جائے گا۔ (صحیحین)

جناب سید الانبیاء منبع جود وسخا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری

ادبگاہیست زیر آسماں از عرش نازکتر　　　نفس گم کردہ می آئید جنید و بایزید اینجا

عشاق حقیقت کی آخری منزل اِسی تاجدار ہدایت راز دار ہدایت سراسرار نہایت پیغمبر انس و جاں سرور دو جہاں حاصل کن فکاں راحت خستہ دلاں چارۂ بیچارگاں سید المرسلین رحمت للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ مقدس ہے آپ ہی منبع فیوضات جامع البرکات اور مرجع شش جہات ہیں تمام کائنات ان ہی کے نام سے ہے۔

خیمۂ افلاک استادہ اسی نام سے ہے　　　نبض ہستی تپش آمادہ اِسی نام سے ہے

اِس بارگاہ میں حاضری اجماع امت کی رو سے سنت ہے اور بعض علماء کے نزدیک یہ قریب الواجب ہے۔ بے بسوں بے کسوں اور عصیاں زدوں کے لیے یہی پناہ گاہ ہے جو سارے جہانوں کے لیے رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی آنحضور ہی کے دربار میں حاصر ہو کر اپنی خطائیں معاف کرالینے کی ہدایت فرمائی ہے فرمایا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ .... ترجمہ: ''اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے تمہارے حضور حاضر ہو کر اور متوجہ ہو کر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی سفارش کریں

تو اللہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پائیں گے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جو میری قبر کی زیارت کرے سوا میری زیارت کے اور کسی غرض کے لیے نہ آیا ہو تو مجھ پر حق ہے کہ روز قیامت اس کی شفاعت کروں۔ (طبرانی کبیر، بیہقی)

آپ نے فرمایا ہے کہ جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ ایسا ہے جیسے میری حیات میں زیارت کی جو حرمین میں مرے گا وہ روز قیامت امن والوں میں اٹھے گا۔ (بیہقی و دار قطنی)

فرمایا جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

(ابن عدی کامل)

امام ابن الہمام فرماتے ہیں کہ زیارت روضۂ اقدس کی زیارت ہی کی نیت خالص ہو اس میں اس بار مسجد کی زیارت کی نیت نہ ہونی چاہیے۔ حج کے لیے جاتے ہوئے اگر مدینہ پاک راستہ میں ہو تو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حج کی اجازت لے کر ہی جانا چاہیے ورنہ سخت محرومی ہوگی اور اس حاضری کو قبول حج اور دینی و دنیاوی سعادت جاننا چاہیے۔

تمام راستہ میں درود و سلام پڑھتے جانا چاہیے مدینہ شریف میں داخل ہوں تو ادب سے سر جھکائے دبی آواز میں درود و سلام پڑھتے ہوئے نہایت ہی ادب اور عاجزی سے داخل ہو۔ ہو سکے تو پا پیادہ ننگے پاؤں نہایت ذوق و شوق اور انہماک سے جائے اور بسم اللہ ماشاء اللہ و لاحول و لاقوۃ الا باللہ پڑھتا ہوا جائے آنحضور کی بارگاہ میں نہایت تضرع زاری کرتا ہوا پیش ہو اپنی دلی آرزو اور تمنا دل ہی

دل میں عرض کرے وہاں پر اور آپ کی مسجد میں بھی اپنی آواز ہرگز ہرگز بلند نہ کرے کیونکہ آواز بلند کرنا منع ہے ورنہ زندگی کے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے زائر اپنے خیال و دل میں پختہ یقین رکھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بالکل سچی حقیقی دنیاوی وجسمانی حیات کے ساتھ اُسی طرح زندہ ہیں جس طرح وصال سے قبل تھے آنحضور کی اور دیگر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت صرف اللہ تعالیٰ کے کلام کی تصدیق کے لیے ایک آن کے لیے ہی تھی ان کا انتقال صرف لوگوں کی نظر سے چھپ جانا ہے۔کمال ادب میں ڈوب کر گردن جھکائے لرزتے کانپتے گناہوں کی شرمندگی کے باعث آپ کی خدمت میں شفاعت وبخشش کی دعا کرے اور والدین، اساتذہ اور دوستوں اور اقرباء کی مغفرت کے لیے رورو کر دعا مانگے۔

حاضری کے وقت روضۂ انور سے چار ہاتھ کا فاصلہ رکھے ادب سے جس طرح ظاہری حیات میں ادب ملحوظ ہوتا ہے نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑا رہے آپ کے بعد آپ کے دونوں خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں نہایت ادب سے سلام عرض کرے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں آپ حضور کی بارگاہ میں بار بار حاضر ہونا نصیب فرمائے۔آمین ثم آمین۔

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلَیْکَ یا رسول اللہ
وَعَلٰی آلِکَ وَاصحَابِکَ یَا حَبِیْب اللہ
الصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلَیْکَ یا رسول اللہ
وَعَلٰی آلِکَ وَاصحَابِکَ یا خاتَمَ النَّبِیین
الصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلَیْکَ یا رسول اللہ
وَعَلٰی آلِکَ وَاصحَابِکَ یَا شَفِیعَ المذبین
یَاوَسِیلَتنافی الدّارین یا رَحمَۃً لِلعَالَمِیْ

قبر پر قرآن خوانی

شامی جلد نمبر 1 باب الصلوٰۃ میں ہے کہ آٹھ شخصوں سے سوال قبر نہیں ہوتا (1) شہید (2) جہاد کی تیاری کرنے والا (3) طاعون سے مرنے والا اور طاعون کے زمانہ میں کسی بیماری سے مرنے والا، بشرطیکہ دونوں صبر کریں (4) صدیق (5) نابالغ بچہ (6) جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہونے والا (7) ہر رات سورۃ ملک پڑھنے والا (8) روزانہ سورۃ اخلاص پڑھنے والا مرض موت میں کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو اس کو دفن کر کے لوگ جب لوٹ جاتے ہیں تو دو فرشتے منکر اور نکیر میت کے پاس آتے ہیں کہ اس سے سوالات کریں (وَتَوَلّٰی عنہُ اصحابُہٗ اَتَاہُ مَلَکَانِ) اس سے پتہ چلتا ہے کہ فرشتے اتنی دیر نہیں آتے جب تک لوگ قبر پر موجود ہوتے ہیں اس لیے اگر کوئی شخص جمعہ کے دن کے علاوہ کسی دوسرے روز فوت ہوتا ہے تو اس کی قبر پر حافظ یا ناظرہ قرآن پڑھنے والے بٹھائے جاتے ہیں جب تک وہ قبر پر موجود رہتے ہیں منکر نکیر نہ آئیں گے وہ جمعہ کی رات تک وہاں موجود رہتے ہیں جمعرات کی رات کو وہ اٹھ جاتے ہیں کیونکہ اب منکر نکیر نہیں آئیں گے اور امید ہے کہ کبھی نہیں آئیں گے، قبر پر موجود ہوتے ہوئے قرآن پاک پڑھیں تو میت کو مزید ثواب حاصل ہوگا۔

اس لیے قبر پر حافظ قرآن جمعہ تک بٹھانا بڑی اچھی بات ہے۔ واللہ اعلم

قبر پر اذان دینا جائز ہے

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ دفن کرنے کے بعد تلقین کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس طرح سے کہ اے فلاں ابن فلاں تو اس دین کو یاد کر جس پر تو تھا (شامی جلد نمبر 1 باب الدفن)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے لَقِّنُوا اَمْوَاتِکُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (اپنے مردوں کو) لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرو (مشکوٰۃ)

مسلمان پر موت آ رہی ہو تو اس کو کلمہ شریف پڑھ پڑھ کر سناتے رہیں تا کہ وہ کلمہ شریف پڑھتا سنتا دنیا سے رخصت ہو اور دفن کر کے بھی اسے اس کے رب اس کا دین اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یاد اس کو دلائیں اسی لیے قبر پر اذان دینا جائز ہے اذان اس کے لیے تلقین ہی ہے۔

عرس منانا جائز اور مفید ہے

قبر میں نکیرین کے سوالات کا درست جواب دے کر نیک مسلمان اس امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہی فرشتے اسے کہتے ہیں نَمْ کَنَوْمَۃِ الْعُرُوْسِ الَّذِیْ لَایُوْقِظُہٗ اِلَّا اَحَبُّ اَھْلِہٖ (دلہن کی مانند سو جا جسے اس کے محبت کے سوا کوئی نہیں اٹھا سکتا) اسی حدیث پاک کے لفظ عروس کے باعث وہ روز اس کے لیے روز عرس یعنی شادی خوشی کا دن ہوتا ہے نیز اس روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بھی قبر میں ہوتی ہے دوران سوالات لہٰذا اس سے بڑی شادی عرس خوشی کا دن اور کونسا ہو سکتا ہے۔ عرس منانا از روئے احادیث اور اقوال فقہاء جائز ہے بزرگ کے مزار کی زیارت کی جاتی ہے اس کے قابل تعریف کردار کا بیان ہوتا ہے قرآن خوانی ہوتی ہے خیرات وصدقات کا ثواب دیا جاتا ہے فاتحہ خوانی ہوتی ہے یہ تمام اعمال نیک اور جائز ہیں عرب میں حضرت احمد بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس بڑی دھوم سے منایا جاتا ہے ہر سال حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس بھی مدینہ منورہ کے علماء مناتے رہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شہداء احد کی قبور پر تشریف لے جاتے تھے۔ تقریب عرس میں کوئی برائی ہوتی ہو تو اُسے روکنا چاہیے نہ کہ عرس کو روکیں کعبہ

شریف میں بتوں کے ہوتے ہوئے بھی مسلمان طواف کیا کرتے تھے۔ فافہم بتوں کی موجودگی میں طواف کرنا بند نہیں کیا تھا۔ آخر جب اقتدار حاصل ہوا تو بتوں کو وہاں سے ہٹا دیا گیا حج وطواف ہر دو صورتوں میں جاری رہا۔

فاتحہ و نیاز

نیک اعمال کا ثواب میت کو پہنچتا ہے مسلمان میت کو ثواب ازروئے احادیث پہنچتا ہے اگر اس کے نام پر غلام آزاد کر دیں یا کچھ صدقہ کیا یا حج کیا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں عرض گذار ہوا کہ میری والدہ وفات پا چکی ہے اچانک اس کی خواہش تھی کہ کچھ وصیت کرلے مگر نہ کر سکی اگر میں اس کے نام پر صدقہ کروں تو کیا اُسے ثواب ملے گا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ملے گا (بخاری و مسلم) لہٰذا ثابت ہوا اپنے مردہ عزیزوں کو صدقہ و خیرات وغیرہ اور فاتحہ کا ثواب بھیجتے رہنا نیک اہل اسلام کا شیوا ہے۔

اسی طرح صدقہ و خیرات اور کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر دعا مانگی جائے تو جائز ہے کچھ حرج نہیں۔ ذرا سوچیں اگر کوئی چیز جھولی میں ڈال کر تقسیم وصدقہ کریں تو ثواب پہنچتا ہے پھر سامنے رکھ کر دعا مانگیں اور تقسیم کریں تو بلاشبہ بہتر عمل ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد بار سامنے چیز رکھ کر دعا مانگی ہے۔ ایسی باتوں پر کوئی اعتراض کرے تو اس کی عقل وسمجھ پر افسوس کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے۔

میت کے گھر والے تیجے کے دن یا اس کے بعد میت کے ایصال ثواب کے لیے فقراء ومساکین کو کھانا کھلائیں تو بہتر ہے۔ دوست احباب اور تمام لوگوں کی دعوت کرنا جائز نہیں ہے بدعت قبیحہ ہے دعوت تو خوشی کی موقع پر ہوتی ہے نہ کہ غم کے

وقت۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد نمبر 1)

تیجہ وغیرہ کا کھانا اکثر میت کے ترکہ سے کیا جاتا ہے اس میں ملحوظ رہنا نہایت ضروری ہے کہ ورثہ میں نابالغ نہ ہو ورنہ حرام ہے البتہ بالغ اگر اپنے حصہ سے کرے تو حرج نہیں۔ (بہار شریعت)

اولیاءاللہ کے نام پر جانور پالنا

کسی بزرگ کی فاتحہ کے دن جانور اللہ تعالیٰ کا نام لیکر یعنی بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کر کے کھانا پکا کر فقراء وصلحاء کو کھلانا جائز ہے چونکہ تاریخ فاتحہ سے قبل وہ جانور اس نیت سے پالا جاتا ہے کہ ختم دلایا جائے گا اس لیے کہتے ہیں فلاں بزرگ کا بکرا گیارھویں شریف کا بکرا (یا جانور) یا غوث پاک کا بکرا اس سے وہ جانور حلال ہی رہتا ہے حرام نہیں ہوتا کیونکہ اعتبار ذبح کرنے والے کی نیت پر ہوتا ہے چونکہ وہ جانور اللہ تعالیٰ کے نام پر ہی ذبح کیا جاتا ہے۔ لہٰذا حلال ہوتا ہے۔

حرام وہ جانور ہوتا ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے عرب میں لوگ لات وعزیٰ بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے لہٰذا وہ جانور حرام ہوتا تھا۔ غوث پاک کا بکرا وغیرہ اس لیے کہتے ہیں وہ جانور غوث پاک کے فاتحہ کے لیے مخصوص کرتے تھے مگر ذبح اللہ تعالیٰ کے نام پر ہی کیا جاتا ہے یعنی فی سبیل اللہ۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدہ کی وفات کے بعد والدہ کے نام پر کنواں جاری کرایا حسب ارشاد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کنویں و ام سعد کا کنواں کے نام سے پکارا گیا۔ وہ کنواں اور پانی ایسے پکارنے سے حرام نہیں ہوا حلال ہی رہا اور عوام وخواص نے اس سے فائدہ اٹھایا یہی عقیدہ ہے جمہور مفسرین ومحدثین کا۔

صلی اللہ علیٰ حبیبہٖ سیدنا و مولانا محمد و آلہ وسلم

تبرکات کی تعظیم

بیت المقدس انبیاء کرام کی آرام گاہ ہے قرآن پاک نے فرمایا ہے:
وَادخلوُالبَابَ سُجَّدًا وَّ قُولُوا حِطَّةٌ (اے بنی اسرائیل بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہواور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں) یہ حکم بیت المقدس کی تعظیم میں ہے معلوم ہوا کہ مقدس مقامات پر توبہ قبول ہوتی ہے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

جس منبر پر حضور علیہ السلام خطبہ فرماتے تھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کو ہاتھ لگا کر اپنے منہ پر رکھتے تھے یعنی چومتے تھے۔ (شفاء شریف)

پانی سب کے سب اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہوئے ہیں مگر آب زم زم کی تعظیم اس لیے ہے کہ وہ اسماعیل علیہ السلام کے قدم مبارک سے پیدا ہوا۔ مقام ابراہیم کی تعظیم ابراہیم علیہ السلام سے منسوب ہوئے کے باعث ہوئی کہ حکم فرمایا گیا واتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ ابرَاهِيمَ مُصلًّى.

احادیث و محدثین اور علماء کرام کی تحریروں سے ثابت ہے کہ بزرگان دین کے ہاتھ پاؤں چومنا اوران کے لباس نعلین و بال وغیرہ تمام تبرکات چومنا جائز ہے اور ان کی تعظیم کرنا بھی لازم ہے قرآن پاک میں تابوت سکینہ کی تعظیم کا بیان واضح ثبوت ہے کہ بزرگوں اوران کے تبرکات کی تعظیم جائز ہے۔

والدین کی قبروں کو چومنے میں کوئی حرج نہیں ہے (دیکھو عالمگیری کتاب الکراہت باب زیارت القبور)

عبدالنبی عبدالرسول رکھنا

عبدالنبی عبدالرسول عبدالمصطفیٰ وغیرہ نام رکھنا جائز ہے خود کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عبد یعنی غلام کہنا جائز ہے قرآن پاک میں قل یا عبادی یعنی حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو "اے میرے غلاموں" کہہ کر مخاطب کرلو عبادی ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔ اس طرح حضور علیہ السلام نے تمام عالم کو اپنا بندہ فرمایا۔ لفظ عبد کے معانی عبادت کرنے والا ہے اور غلام بھی۔ جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبد کی نسبت کریں تو معانی عبادت کرنے والا ہوتا ہے اور جب غیر اللہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہوتے معانی غلام ہوں گے۔

بندۂ خود خواند احمد در رشاد جملہ عالم را بخواں قل یا عباد

قل یا عبادی میں مرجع ضمیر متکلم کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔
(ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی)

فاتحہ، تیجا، ساتواں، دسواں وغیرہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ختم قرآن کے وقت اپنے اہل خانہ کو جمع کرکے دعا مانگتے تھے۔ (نووی کتاب الاذکار)

حضرت اعرج سے مروی ہے کہ جو شخص قرآن ختم کرے پھر دعا مانگے تو اس کی دعا پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں پھر اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اور مغفرت مانگتے رہتے ہیں شام یا صبح تک (روح البیان پارہ 7 آیت وھذا کتاب انزلناہ مبارک)

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے تیسرے ساتویں چالیسویں دن اور چھٹے ماہ اور سال بھر بعد صدقہ دیا۔ (انوار ساطعہ ص 145، حاشیہ خزانۃ الروایات، جاء الحق)

بعض راتوں میت کی روح اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے لوگ صدقہ کرتے ہیں کہ نہیں (جاء الحق بحوالہ اشعۃ اللمعات)

حدیث میں ہے جو شخص گیارہ بار سورۃ اخلاص سورۃ اخلاص پڑھے پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اس کو تمام مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔ (جاء الحق بحوالہ در مختار)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا تیجہ بھی ہوا اور بہت بڑا ہجوم ہوا کیا سی ختم کلام اللہ شمار میں آئے اور زیادہ بھی۔ (ملفوظات عبدالعزیز صاحب)

خبردار ہوشیار باش

حق و باطل میں شروع سے ہی کشمکش جاری ہے باطل کی کوشش ہے کہ حق پر غلبہ حاصل کرلے مگر حق ہے کہ نہ پوشیدہ رہ سکتا ہے نہ چھپایا جا سکتا ہے اور نہ ہی باطل کے سامنے سرنگوں ہو سکتا ہے۔ خیر و شر اللہ تعالیٰ ہی کی تخلیق ہیں لہٰذا شر بھی قیامت تک خیر سے برسر پیکار رہے گا۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی رہنمائی کی خاطر انبیاء علیہم السلام کی تخلیق فرمائی وہاں ان کے مقابل ابلیس کو بھی تخلیق کیا پس ابلیس جب سے ہی انبیاء کے مقابل لوگوں کو گمراہ کرنے میں مصروف ہے اور ابلیس کے لشکر کے ارکان میں جنات اور انسانوں میں سے ہیں۔

قرآن پاک میں وضاحت سے بیان شدہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مردود قرار دے دیا تو اُس نے عرض کیا مجھے مہلت دی جائے اس کو مہلت دی

گئی تو اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ہر طرح سے ان کے آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے گویا کہ ہر جانب سے گمراہ کروں گا میرے داؤ فریب سے صرف مخلصین لہ الدین ہی بچ سکیں گے۔ دنیا کے لیل ونہار شاہد ہیں کہ اسی طرح ہی ہو رہا ہے انبیاء کرام کے متبعین ہدایت یافتہ مخلصین لہ الدین موجود ہیں تو کفار و منافقین بدکردار لوگ بھی بہت ہیں اور ہر دور میں رہے ہیں۔

عالم اسلام میں بہت سے دجال و کذاب رونما ہوئے ہیں جو شیطان کے لشکری گمراہ گر ہوئے ہیں۔ ایسے تمام دجالوں کذابوں کے ہونے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی ان دجالوں کذابوں کے پیروکار مختلف گروہ اب بھی موجود ہیں۔

عہد اولین میں تمام صحابہ وتابعین وتبع تابعین اہل سنت والجماعت ہی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ علاقہ نجد سے متعلق فرمایا تھا۔ **هُنَاكَ الزلازِلُ وَالفتن وَبِهَايطلع قرن الشَيْطَان** (یعنی وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں شیطانی گروہ پیدا ہوگا) (مشکوٰۃ جلد نمبر 2 باب الیمن والشام)

آنحضور نے ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ آخر زمانے میں ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا وہ اسلام سے یوں خارج ہو جائیں گے جیسے تیر کمان سے۔ (مشکوٰۃ جلد اول) ہاں آپ نے پھر یہ بھی فرمایا کہ ان کی پہچان سر منڈانا ہے **سيماهم التحليق** .... یہ نکلتے ہی رہیں گے حتی کہ ان کی آخری جماعت دجال کے ساتھ ہوگی اگر تم ان سے ملو تو جان لو کہ وہ تمام مخلوق میں بدترین ہیں۔ (حوالہ مذکور)

آج دیکھیں کہ وہابی اکثر اپنے سر منڈاتے ہیں۔ ''کہیں فرمایا ہے بت

پرستوں کو چھوڑیں گے اور مسلمانوں کو قتل کریں گے دیکھو بخاری جلد اول کتاب الانبیاء متصل قصہ یاجوج ماجوج اور مسلم و مشکوٰۃ باب المعجزات فصل اول۔ وہاں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اگر انہیں ہم پاتے تو قوم عاد کی طرح ان کو قتل فرمادیتے"۔

آج دیوبندی فرقہ کے لوگ یہی کچھ کرتے ہیں مسلمانوں سے یہ نفرت کرتے ہیں اور ہندو بت پرستوں کے ساتھی ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب نجد میں بارہویں صدی میں پیدا ہوا بڑا ہوا تو اپنی جمعیت بنا کر اس نے اور اس کے ساتھیوں نے اہل حرمین (مکہ شریف اور مدینہ منورہ) اور دیگر مسلمانون پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے قتل و غارت کیا مکہ اور مدینہ کے بے گناہ لوگوں کا بلاتمیز قتل عام کیا اہل حرمین کی عورتوں اور لڑکیوں سے زنا کے مرتکب ہوئے عورتوں کو لونڈیاں بنایا مردوں کو غلام بنایا سادات کرام پر نہایت ظلم کیا جملہ صحابہ کرام اور اہل بیت طاہرین کے مقابر کو کھود ڈالا منہدم کر دیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گنبد خضرا کو بھی گرا دینے کا ارادہ کر لیا جہاں دن رات ملائکہ صلوٰۃ وسلام پیں کرتے رہتے ہیں ایک شخص کو یہ کام سونپا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک سانپ بھیج کر اسے ہلاک کر دیا۔ یہ لوگ مسجد نبوی سے قالین اور جھاڑ و غیرہ بھی اٹھا کر نجد لے گئے۔ ان لوگوں کے نہایت تکلیف دہ مظالم ہیں کہ بیان نہیں کر پاتے۔ آج دیکھا ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں کسی صحابی یا اہل بیت کے مزار کا کوئی نشان باقی نہیں چھوڑا کہ کوئی ان پر فاتحہ دعا ہی کر سکے۔

علامہ شامی ردالمحتار جلد سوم باب البغات کے آغاز پر یوں رقمطراز ہیں:

كما وقع في زماننا في اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجد .... (ترجمہ: جیسے کہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے پیروکاروں کا واقعہ

ہوا کہ وہ لوگ نجد سے نکلے مکہ و مدینہ پر غلبہ حاصل کیا خود کو حنبلی مذہب کے پیروکار کہتے تھے مگر انکا ایمان تھا کہ صرف ہم ہی مسلمان ہیں اور ہمارے عقیدے کے خلاف عقیدہ رکھنے والا ہر شخص مشرک ہے لہٰذا انہوں اہل سنت والجماعت کو قتل کرنا جائز قرار دیا اور ان کے علماء کرام کو قتل کیا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے ان وہابیوں کی شوکت کو توڑا اور ان کے شہروں کو ویران کر دیا اور اسلامی لشکروں کو ان پر فتح عطا فرمائی۔ یہ کچھ تو 1233ھ میں ہوا۔

مگر عرصہ بعد پھر انہوں نے غلبہ حاصل کیا اور آج تک عرب پر ان غیر مقلد وہابیوں کا قبضہ ہے۔

برصغیر ہند و پاک میں وہابی تحریک کا اجراء مولوی اسمٰعیل نے کیا اس نے محمد بن عبدالوہاب کی کتاب توحید کا خلاصہ لکھا جس کا نام تقویۃ الایمان رکھا یہ اردو زبان میں ہے اس مولوی اسمٰعیل کو صوبہ سرحد کے پٹھانوں نے اسی تقویۃ الایمان کتاب کے باعث قتل کر دیا تھا لیکن انہوں نے مشہور کیا کہ سکھوں نے قتل کیا سکھوں کا علاقہ مرکزی پنجاب تھا سکھ اس کو مارتے تو یہاں مارتے سرحد میں سکھوں کا کیا کام وہ تو پٹھانوں کے علاقے ہیں۔

مولوی اسمٰعیل اور سید احمد دونوں کو انگریز حکومت مالی امداد دیتی تھی تو اسی بنا پر یہ لوگ جہاد کو نکلے سب سے پہلا جہاد یاغستان کے حکمران یار محمد خاں کے خلاف کیا اسی جہاد میں سید احمد کے ساتھ یہ مولوی اسمٰعیل دہلوی مولوی عبدالحیٔ لکھنوی اور مولوی محمد حسین رامپوری بھی شامل تھے علاوہ ازیں مولوی اسمٰعیل کا میر منشی ہیرالعل ہندو تھا (حیات طیبہ) اور توپچی راجہ رام تھا۔ اس طرح ان وہابی دیوبندیوں کے حملے تلواروں توپوں کے ساتھ اور قلمی زبانی بھی صرف مسلمانوں پر ہی ہوئے یہ لوگ اولیاء کرام کے بھی دشمن ہیں ان کے مزارات کی توہین کرتے ہیں۔

26 دسمبر 1961ء کے اخبارات کوہستان وغیرہ میں آیا کہ عبدالقادر نام کے دیوبندی نے پہلے داتا گنج بخش لاہور کے آستانہ پر قلمی اشتہار لگائے کہ یہاں دعا وغیرہ کرنا شرک ہے یہاں منتیں ماننا شرک ہے پھر رات کے آخری حصہ میں سارے آستانہ اقدس پر مٹی کے تیل میں بھگوئے ہوئے کپڑے رکھ دئے اور جو زائرین لوگ وہاں سوئے ہوئے تھے ان کے کپڑوں پر بھی مٹی کا تیل چھڑک دیا اور دیا سلائی جلا کر آگ لگانے ہی والا تھا کہ وہ پکڑا گیا یہ واقعہ رات کے تین بجے ہوا۔ اگر آگ لگ جاتی تو تمام زائرین بھی سوتے ہوئے جل جاتے۔

مولوی اسماعیل کے معتقدین دو گروہ ہیں ایک تو ننگے چٹے غیر مقلد وہابی ہیں سر ننگے اکثر منڈے ہوئے اور شلوار پاجامے چھوٹے پنڈلیوں سے اوپر اور دوسرا گروہ دیوبندی ہیں عام لوگ وہابیوں سے نفرت کرنے لگے تو پھر یہ دیوبندیوں کے رنگ میں سامنے آ گئے یعنی خود کو اہل سنت والجماعت کہلوانے لگے بظاہر مگر عقاید وہی وہابیوں والے۔ صرف ظاہری طور پر نماز روزہ ہماری طرح اپنا کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں یہ سب سے زیادہ خطرناک گروہ ہے جو سادہ لوح مسلمان ان کو پہچان نہیں سکتے۔ یہ نجدی دیوبندی دین کے رہزن ہیں دیوبند کے معنی ہیں شیطانی گروہ اور یہی معنی ہیں قرن الشیطان کے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ نجد سے قرن الشیطان ظاہر ہوگا۔ دیو کے معنی ہیں شیطان اور بند کے معنی گروہ۔

یہ دونوں گروہ محمد بن عبدالوہاب کو اچھا جانتے ہیں اسماعیل کی کتابیں تقویۃ الایمان وغیرہ پڑھاتے ہیں۔

خبردار ہوشیار

یہ دیوبندی لوگ وہابیوں کی دوسرے لفظوں میں گوریلہ فوج ہے جو اہل سنت والجماعت کے ظاہری لباس میں خود کو تلبیس کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں سادہ لوح

مسلمان ان کے جبے اور دھاڑیاں دیکھ کر انہیں اصل اہل سنت والجماعت جاننے لگتے ہیں اور گمراہ ہو جاتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت ہی مخلصین لہ الدین ہیں انہیں ان دیوبندیوں سے ہوشیار رہنا چاہیے اور اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہیے ان گوریلے وہابیوں سے اپنی حفاظت رکھیں۔ آج کل بھی پاکستان میں یہ جتنے خودکش حملے ہو رہے ہیں اور بم چلا کر لوگوں کو مارا جا رہا ہے یہ سب کام یہی دیوبندی مسلک کے لوگ لشکر جھنگوی وغیرہ ناموں کے ساتھ موسوم لوگ کر رہے ہیں غیر مسلم دشمنوں کے ساتھ ان کا گٹھ جوڑ ہے وہ انہیں پاکستان میں فساد پھیلانے کے لیے مالی اعانت فراہم کرتے ہیں اور اسلحہ وغیرہ بھی اور یہ نام نہاد مسلمان گوریلے وہابی پاکستان میں بے گناہ لوگوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔

پاکستان میں جتنی کالعدم قرار دادہ تنظیمیں ہیں یہ تمام کی تمام دیوبندی وہابی ہیں مختلف ناموں کے پردے میں خود کو چھپائے ہوئے ہیں۔ لشکر طیبہ، لشکر جھنگوی اور الدعوۃ وغیرہ سب کی سب اسلامی معاشرہ میں انتشار اور فساد کا باعث ہیں اور دیوبندی ہیں یہ اہل سنت والجماعت ہرگز ہرگز نہیں ہیں انہوں نے اپنا لبادہ بدلا ہوا ہے ورنہ فی الحقیقت وہابی ہیں اور گلابی وہابی کہلاتے ہیں۔

یہ لوگ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی توہین کرتے تھکتے نہیں اہل بیت کرام کے بھی یہ خلاف ہیں یزید نے اہل بیت پر مظالم ان کی زندگی میں ڈھائے مگر یہ لوگ ہیں کہ وصال یافتہ بزرگوں کو ان کے مقابر میں دکھ دینے سے باز نہیں رہتے سید علی ہجویری داتا گنج بخش لاہور، حضرت عبداللہ شاہ غازی کراچی اور حضرت سخی سرور؟ یہ غازی خاں ان کے مزارات پر بم دھماکے کر کے بے گناہ زائرین کو قتل کرنا ان لوگوں کا مسلک و مذہب ہے یہ سواد اعظم اہل سنت والجماعت ہی صرف نہیں بلکہ انسانیت کے

دشمن ہیں انہیں [illegible] کہتے ہیں۔ [illegible] مسلمان اچھے نہیں نہیں لگتے ان کے بارے میں مفتی احمد یار صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جاء الحق وزھق الباطل کے دیباچہ میں یوں لکھتے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں بمقابلہ غیر مقلدین کے زیادہ خطرناک دیوبندی ہیں کیونکہ عام مسلمان ان کو پہچان نہیں سکتے۔ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں حضور علیہ السلام کی ایسی توہینیں کی ہیں کہ کوئی کھلا مشرک بھی نہیں کرسکتا مگر پھر بھی مسلمانوں کے پیشوا بنتے ہیں اور ٹھیکیدار۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں حضور علیہ السلام کے علم کو جانوروں کے علم کی طرح بتایا، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ بتایا، مولوی اسماعیل دہلوی نے نماز میں حضور علیہ السلام کے خیال کو گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر لکھا، مولوی قاسم نانوتوی نے کتاب تحذیر الناس میں حضور علیہ السلام کو خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ حضور علیہ السلام کے بعد اگر اور بھی نبی آئیں تب بھی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا خاتم کے معنی ہیں اصلی نبی۔ دیگر نبی عارضی ہیں۔ یہ ہی مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ میں بروزی نبی ہوں۔ غرضیکہ مرزا غلام احمد اس مسئلہ میں ان کا شاگرد ہوا۔

ان صاحبوں کے یہاں توحید کے معنی ہیں انبیاء کی توہین جیسے روافض کے یہاں حب علی کے معنی ہیں بغض صحابہ کرام حالانکہ یہ توحید تو شیطانی توحید ہے اس نے حضرت آدم کی عظمت کا انکار کیا نبی کے سامنے نہ جھکا پھر جو اس کا حشر ہوا لوگ دیکھ رہے ہیں کہ ہر جگہ اس کی لاحول سے تواضع کی جاتی ہے۔

بندہ راقم الحروف محمد اشرف اپنے نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ اقدس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان دیوبندیوں کے لیے خلوص قلب سے دعا کرتا ہے وہ ان کو دین کی صحیح سمجھ عطا کر کے ان کو صحیح اہل سنت و جماعت بن جانے کی توفیق عطا فرمائے آمین تاکہ یہ منافقت وتلبیس ترک کر کے صحیح مسلمان ہو جائیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہوں۔

آئیں اب ملاحظہ فرمائیں کہ علماء حق اس بارے میں کیا فرماتے ہیں مثال کے طور پر جناب حضرت مولانا جلال الدین احمد امجدی اپنی کتاب انوار الحدیث میں فرماتے ہیں کہ "جناب شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت" .... (ترجمہ) کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہی ہیں یہی راستہ سیدھا ہے باقی تمام راستے جہنم کو جاتے ہیں یوں تو ہر فرقہ دعوی کرتا ہے کہ وہ راہ راست پر ہے مگر یہ بات صرف دعویٰ کرنے سے ثابت نہیں ہوتی اس کے لیے ٹھوس دلیل چاہیے اہل سنت والجماعت کی حقانیت کی دلیل یہ ہے کہ یہ دین اسلام۔ (سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے) منقول ہو کر (ہم لوگوں تک) پہنچا ہے۔ عقائد اسلام معلوم کرنے کے لیے صرف عقل کا ذریعہ کافی نہیں ہے۔ اخبار متواترہ سے معلوم ہوا اور آثار صحابہ واحادیث کی تلاش وتتبع سے یقین حاصل ہوا کہ سلف صالحین یعنی صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان کے بعد کے تمام بزرگان دین اسی عقیدہ اور اسی طریقہ پر رہے ہیں اقوال و مذاہب میں بدعت و نفسانیت زمانہ اول کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ صحابہ کرام اور سلف متقدمین یعنی تابعین،

تبع تابعین، مجتہدین میں کوئی اس مذہب پر نہیں تھا وہ لوگ اس نئے مذہب سے بیزار تھے بلکہ اس کے پیدا ہو جانے کے بعد محبت اور اٹھنے بیٹھے کا جو لگاؤ اس قوم کے ساتھ تھا توڑ دیا اور (زبان وقلم سے) رد فرمایا۔ صحاح ستہ اور ان کے علاوہ (احادیث کریمہ کی) دوسری مشہور و معتمد کتابیں کہ جن پر احکام اسلام کا مدار و مبنی ہو ان کے محدثین اور حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کے فقہاء وائمہ اور ان کے علاوہ دوسرے علماء جو ان کے طبقہ میں تھے سب اسی مذہب اہلسنت و جماعت پر تھے...... اور اشاعرہ د ماتریدیہ جو اصول کلام کے ائمہ ہیں انہوں نے سلف کے مذہب اہلسنت و جماعت کی تائید وحمایت فرمائی اور دلائل عقلیہ سے اس کا اثبات فرمایا۔ اور جن باتوں پر سنت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور اجماع سلف صالحین جاری رہا ان کو ٹھوس قرار دیا ہے اسی لیے اشاعرہ اور ماتریدیہ کا نام اہلسنت و جماعت پڑا۔ اگرچہ یہ نام نیا ہے۔ لیکن مذہب واعتقاد ان کا پرانا ہے۔ ان کا طریقہ احادیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور سلف صالحین کے اقوال و اعمال کی اقتدار کرنا ہے اور گروہ صوفیہ کے مشائخ متقدمین اور (زمانۂ موجود کے) شیوخ محققین جو طریقت کے استاد، عابد و زاہد، ریاضت کرنے والے، پرہیزگار، خداترس، حق تعالیٰ کی جانب متوجہ رہنے والے اور نفس کی حکومت سے الگ رہنے والے سب اسی مذہب اہلسنت و جماعت پر تھے جیسا کہ ان مشائخ کی معتمد کتابوں سے واضح ہے۔ اور صوفیائے کرام کی نہایت ہی قابل اعتماد کتاب تعرف ہے۔ جس کے بارے میں سیدنا شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر تعرف کتاب نہ ہوتی تو ہم لوگ مسائل تصوف سے ناواقف رہ جاتے۔ اس کتاب میں صوفیائے کرام کے جو اجماعی عقائد بیان کیے گئے ہیں وہ

سب کے سب باہم وکاست اہلسنت ہی کے عقائد ہیں۔ ہمارے اس بیان کی سچائی یہ ہے کہ حدیث، تفسیر، کلام، فقہ، تصوف، سیر اور تواریخ معتبرہ کی کتابیں جو کہ مشرق و مغرب کے علاقہ میں مشہور و معروف ہیں جمع کی جائیں اور ان کی چھان بین کی جائے اور مخالفین بھی کتابوں کو لائیں تاکہ آشکارا ہو جائے کہ حقیقت حال کیا ہے خلاصہ یہ کہ دین اسلام میں سواد اعظم مذہب اہل سنت و جماعت ہے۔

(اشعۃ اللمعات باب الاعتام ج ا ص ۱۴۰)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یَاتُوْنَکُمْ مِنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُم وَلَا اٰبَاءُ کُمْ وَاِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَالَایَفْتِنُوْنَکُمْ. (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں (ایک گروہ) فریب دینے والوں اور جھوٹ بولنے والوں کا ہوگا وہ تمہارے سامنے ایسی باتیں لائیں گے جن کو نہ تم نے کبھی سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے۔ تو ایسے لوگوں سے بچو اور انہیں اپنے قریب نہ آنے دو تاکہ وہ تمہیں گمراہ نہ کریں اور نہ فتنہ میں ڈالیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ ''یعنی جماعہ باشند کہ خود را بہ مکر و تلبیس درصورت علماء و مشائخ وصلحا از اہل نصیحت وصلاح نمایند تا دروغہائے خود را ترویج دہند مردم را بہ

مذہب یا ظلم و آرائے فاسدہ بخوانند۔ یعنی ایک ایسی جماعت پیدا ہوگی جو مکاری و فریب سے علماء مشائخ اور صلحا بن کر اپنے کو مسلمانوں کا خیر خواہ اور مصلح ظاہر کرے گی تاکہ اپنی جھوٹی باتیں پھیلائے اور لوگوں کو اپنے باطل عقیدوں فاسد خیالوں کی طرف راغب کرے۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول ص133)

انتباہ

مخبر صادق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جن دجالوں اور کذابوں کے آخری زمانہ میں پیدا ہونے کی خبر دی تھی زمانہ موجودہ میں ان کے مختلف گروہ پائے جاتے ہیں جو مسلمانوں کے سامنے ایسی باتیں بیان کرتے ہیں کہ ان کے آباء و اجداد نے کبھی نہیں سنا ہے۔

ان میں سے ایک گروہ وہ ہے جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا ہے۔ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو صرف ایلچی سمجھتا ہے اور بس۔ کھلم کھلا سب حدیثوں کا انکار کرتا ہے بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا بھی منکر ہے...... یہ وہ باتیں ہیں جن کو ہمارے باپ دادا نے کبھی نہیں سنا تھا بلکہ انہیں تو خدائے تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے۔ یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (پارہ5رکو5) یعنی اے ایمان والو! خدائے تعالیٰ کی اطاعت کرو اور (اس کے) رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو۔

ان میں سے ایک گروہ مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے۔ یہ گروہ مرزا کو مہدی، مجدد، نبی اور رسول مانتا ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دوسرے نبی کا پیدا ہونا جائز ٹھہراتا ہے...... یہ وہ باتیں ہیں جن کو ہمارے آبا و اجداد نے کبھی نہیں سنا تھا بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بتایا تھا کہ اَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ لَانَبِیَّ

بَعْدِیْ (مشکوٰۃ ص 465) یعنی میں آخر الانبیا ہوں۔ میرے بعد کوئی (نیا) نبی نہیں ہوگا۔ اور قرآن کریم نے انہیں بتایا تا کہ کہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (پارہ22، رکوع2) یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں اور لیکن خدائے تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر نبیوں کی پیدائش کا سلسلہ ختم ہے۔ آپ نے باب نبوت پر مہر لگادی اب آپ کے بعد کوئی نبی ہرگز نہیں آئے گا۔

اور ان سے ایک گروہ وہ ہے جسے وہابی دیوبندی کہا جاتا ہے۔ اس گروہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جیسا علم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے ایسا علم تو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل ہے۔ جیسا کہ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان ص 8 پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے کل علم غیب کا انکار کرتے ہوئے صرف بعض علم غیب کو ثابت کیا پھر بعض علم غیب کے بارے میں یوں لکھا کہ: ''اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ (مَعَاذَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ)

اس گروہ کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آخر الانبیاء نہیں ہیں۔ آپ کے بعد دوسرا نبی ہوسکتا ہے جیسا کہ مولوی قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے اپنی کتاب تحذیر الناس ص 3 پر لکھا ہے کہ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں...... اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ کا یہ مطلب سمجھنا کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ یہ ناسمجھ اور گنواروں کا خیال ہے......

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر لکھا ہے۔ کہ ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا...... اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دوسرا نبی پیدا ہو سکتا ہے۔(العیاذ باللہ تعالیٰ)

اس گروہ کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ شیطان و ملک الموت کے علم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم کم ہے۔ جو شخص شیطان و ملک الموت کے لیے وسیع علم مانے وہ مومن مسلمان ہے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو وسیع اور زائد ماننے والا مشرک بے ایمان ہے، جیسا کہ اس گروہ کے پیشوا مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ ص 51 پر لکھا کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جو سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔(مَعَاذَ اللہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ)

اس گروہ کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ خدائے تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔

(رسالہ یکروزی ص ۱۴۵ مصنفہ مولوی اسمعیل دہلوی)

ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے۔(تقویۃ الایمان ص ۷۹)

(1) مذکورہ بالا عقیدوں کے علاوہ اور بھی اس گروہ کے بہت سے کفری عقیدے ہیں اس لیے مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، ہند، سندھ، بنگال، پنجاب، برما، مدراس، گجرات، کاٹھیاواڑ، بلوچستان، سرحد اور دکن وکوکن کے سینکڑوں علمائے کرام و مفتیان عظام نے ان لوگوں کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ تفصیل کے لیے فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوادم الھندیہ کا مطالعہ کریں۔

(2) مسلمانکو مسلمان اور کافر کو کافر جاننا ضروریات دین میں سے ہے اگر چہ کسی خاص شخص کے بارے میں یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا یا معاذ اللہ تعالیٰ کفر پر، تاوقتیکہ اس کے خاتمہ کا حال دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو مگر اس سے یہ نہیں ہو سکتا کہ جس نے قطعاً کفر کیا ہو اس کے کفر میں شک کیا جائے کہ قطعی کافر کے کفر میں شک کرنا بھی آدمی کو کافر بنا دیتا ہے۔ (نہار شریعت)

(3) بعض ناواقف کہتے ہیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرنا چاہیے خواہ وہ کیسا ہی عقیدہ رکھے اور کچھ بھی کرے۔ یہ خیال غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جب اہل قبلہ میں کفر کی کوئی علامت ونشانی پائے جائے یا اس سے کوئی بات موجب کفر صادر ہو تو اسے کافر کہا جائے گا۔ حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں۔ **ان المرادبعدم تکفیر احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لایکفر مالم یوجد شیء من امارات الکفر وعلاماته ولم یصدرعنه شیء من موجباته** ۔یعنی اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہنے سے مراد یہ ہیکہ اسے کافر نہ کہیں گے جب تک کہ اس میں کفر کی کوئی علامت ونشانی نہ پائی جائے اور کوئی بات موجب کفر اس سے صادر نہ ہو (شرح فقہ اکبر ص 189) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ **لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام و ان کان من اهل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات کمافی شرح التحریر** ۔یعنی ضروریات اسلام میں سے کسی چیز کا انکار کرنے والا بالاجماع کافر ہے اگر چہ اہل قبلہ سے ہو اور عمر بھر طاعت میں بسر کرے۔ جیسا کہ شرح تحریر امام ابن ہمام میں ہے (شامی جلد اول ص 293) اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب الخراج میں فرمایا کہ **ایما د جل**

سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کذبہ ادعابہ و انتقصہ فقد کفر باللہ تعالیٰ وبانت منہ امرأتہ یعنی جو شخص مسلمان (اہل قبلہ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دشنام دے یا حضور کی طرف جھوٹ نسبت کرے یا حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے یا کسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر خدا کا منکر ہو گیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔"

(شامی جلد سوم ص300)

علامہ اقبال کے تاثرات

1934ء میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کی علامہ اقبال سے ملاقات ہوئی، حضرت حجۃ اسلام نے علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات سنائیں، تو علامہ نے بے ساختہ مندرجہ بالا تبصرہ کیا۔ اس واقعہ کے راوی ہیں حضرت استاذ العلماء مفتی تقدس علی خاں مدظلہٗ العالی، جو حضرت حجۃ الاسلام کے شاگرد، خلیفہ اور داماد ہیں اور طویل عرصہ تک دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کے مہتمم رہے ہیں۔ ان دنوں آپ جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ (سندھ) کے شیخ الجامعہ ہیں، ذیل میں ان کا ایک مکتوب پیش کیا جا رہا ہے۔

غالباً یہ 1934ء کا واقعہ ہے جبکہ مسجد وزیر خان میں آخری فیصلہ کن مناظرہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ حضرت حجۃ اسلام قبلہ قدس سرہ بہ نفس نفیس لاہور تشریف لے گئے تھے، اور مولوی اشرف علی تھانوی کو خصوصی دعوت دے کر ان کے لیے ڈبہ ریزرو کر کے ان کی آمد کا انتظام کیا گیا تھا، لیکن باوجود اصرار کے وہ نہیں آئے۔

اسی موقع پر کسی مقام پر حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ اور ڈاکٹر اقبال صاحب مرحوم کی ملاقات ہوئی۔ حضرت موصوف نے واپسی پر بریلی شریف کے چند

احباب کے سامنے یہ تذکرہ فرمایا کہ دیوبندی حضرات کی گستاخانہ عبارتیں ڈاکٹر صاحب موصوف کے سامنے پڑھی گئیں، تو ڈاکٹر صاحب نے بے ساختہ کیا:

"مولانا! یہ ایسی عبارت، گستاخانہ ہیں، ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا۔ ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑ جانا چاہیے"

(علامہ محمد اقبال)

تقدس علی قادری رضوی بریلوی

مورخہ 12/ماہ خاص ربیع الآخر 1402ھ

مکتوب کا عکس ملاحظہ ہو ص 35

(از دعوت فکر محمد منشاء تابش)

☆☆☆

دارالعلوم دیوبند معاون سرکار ہے

(انگریز ایجنٹ کی خفیہ رپورٹ)

مادہ تاریخ تعمیر ''اشرف عمارات'' سے نکالا جس سے 1292ء 1877ھ برآمد ہوتے ہیں چونکہ تعمیر کا سال آئندہ سال ہی شروع ہوا اس لیے 1292ء 1877ھ کو تعمیر قرار دیا گیا۔

اس مدرسہ نے یوماً فیوماً ترقی کی 31 فروری 1877ء بروز یکشنبہ لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں۔

''جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاون سرکار ہے یہاں کے تعلیم یافتہ لوگ ایسے آزاد اور نیک چلن (سلیم الطبع) ہیں کہ ایک کو دوسرے سے کچھ واسطہ نہیں کوئی فن ضروری ایسا نہیں جو یہاں تعلیم نہ ہوتا ہو صاحب مسلمانوں کے لیے تو اس سے بہتر کوئی تعلیم اور تعلیم گاہ نہیں ہو سکتی اور میں تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ غیر مسلمان بھی یہاں ہیں۔''

پروفیسر محمد ایوب قادری

کی تصنیف ''مولانا محمد احسن نانوتوی''

کے ایک صفحہ کا عکس

(عکس از دعوت فکر محمد منشاء تابش)

القاسم

کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

علمی - مذہبی - اخلاقی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۶ بابت ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۱ھ جلد ۳

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

اور

مطبع قاسمی واقع مدرسہ اسلامی عربی دیوبند میں اپنے اہتمام سے چھپوایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہز ایکسیلنسی وائسرائے پر حملہ

یونیورسٹی کی تعلیم جس میں مذہبی علوم کا کوئی حصہ شامل نہو۔ دنیاوی ترقی کے لئے خواہ کسی درجہ تک مفید سمجھی جائے لیکن نارکزم جیسی شامت (جس سے ملک کا امن مخدوش ہو) کا منشا فقط یہی تعلیم قرار دیجاتی ہے۔ زندہ مذاہب میں حقوق شناسی اور وفاء عہد کی وہ بے نظیر روح موجود رہتی ہے جس سے اس قسم کے خیالات پیدا ہونا ممکن ہی نہیں۔

بدقسمتی سے ہند میں مغربی تعلیم کے ساتھ ساتھ بم بازی بھی ترقی پر ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں متعدد واردتیں ہوئیں۔ لیکن ان سب سے زیادہ قابل نفرت اور امن پسند قلوب کو دہلا دینے والا وہ حادثہ ہے جس میں ہز ایکسیلنسی لارڈ ہارڈنگ جیسے مہربان نرم دل وائسرائے پر بوقت شاہی داخلہ دہلی ۲۳ دسمبر ۱۹۱۲ء کو (جو تاریخ ہند کے نئے دور کا پہلا دن تھا) کسی نامعلوم شخص نے بم پھینکا۔ اور ہز ایکسیلنسی وائسرائے سخت زخمی ہوئے۔

دارالعلوم کے اہل شوریٰ۔ اساتذہ۔ موجودہ طلبہ۔ پرانے طلبہ (جمعیۃ الانصار) انتہا کا افسوس کرتے ہیں۔ مولانا محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم نے دارالعلوم کے تمام دوستوں کی طرف سے اظہار ہمدردی اور غصہ و نفرت کا تار دیا۔ جسکا جواب نہایت شکریہ آمیز الفاظ میں آیا۔

الحمد للہ کہ ہز ایکسیلنسی وائسرائے کی جان پر گزند نہیں آیا۔ اور لیڈی ہارڈنگ محفوظ رہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ حضور وائسرائے کی صحت روز بروز کامیابی کے ساتھ روبترقی ہے۔ اور عنقریب ہز ایکسیلنسی بذات خود اپنی کونسل کا افتتاح دہلی میں فرماوینگے۔

پیارے نبی ﷺ کا نام لے کر آگ میں کود گئے

لاڑکانہ کے قریب دو افراد میں نبی کریم رحمۃ للعلمین ﷺ کے علم غیب، حاضر و ناظر اور مختار ہونے پر اختلافی بحث ہوئی اور نتیجۃً دونوں نے اپنے عقیدے کے حق ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ کا ارادہ کر کے جلتی آگ میں جانے کا فیصلہ کیا۔ آگ میں جانے پر عقیدہ علم غیب، حاضر و ناظر کے داعی اور عقیدت مند عاشق رسول ﷺ محمد پناہ نامی کو آگ نے ذرا بھی نقصان نہ پہنچایا اور منکر ہارون نامی کو جلا دیا۔

یہ خبر چند اخبارات میں دی اور باقی قومی و بین الاقوامی ذرائع ابلاغ نے اس عظیم واقعہ کو خاص اہمیت نہ دی۔ جس کی وجہ سے تحقیق کا خیال آتا رہا۔ گزشتہ دنوں گجرانوالہ میں علماء کرام نے جناب محمد پناہ صاحب کو دعوت دی ان سے واقعات سنے اور زیارت کی۔ لاہور میں جماعت اہل سنت کے ایک اجتماع کے موقع پر جامعہ نعیمیہ میں بھی جناب محمد پناہ کے آنے کی خبر تھی وہاں کئی گھنٹے انتظار کیا مگر وہ تشریف نہ لائے۔ پھر معلوم ہوا کہ فیصل آباد میں جناب مولانا پروفیسر محمد سعید اسد صاحب نے ان کو بلا کر ساتھ آئے ہوئے موقعہ کے شرعی گواہوں کی موجودگی میں ایک عظیم اجتماع کے سامنے جناب محمد پناہ صاحب سے کے واقعات سنے ہیں۔ اس پر میں نے ان کا بیان حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کی تو عزیزم برخوردار حافظ عابد اعجاز (فیصل آباد) کی کوششوں سے ان کے بیان کی آڈیو کیسٹ مل گئی۔ اس کیسٹ کو چلا کر ان کا نہایت محبت بھرا بیان اہل ایمان و عالم اسلام کی خوشی اور دولت یقین کی ترقی کے لئے لکھ کر شامل اشاعت کیا ہے اس کیسٹ کی کاپیاں بھی انشاء اللہ کیسٹ میں جلد کروا لی جائیں گی۔ جو خواہش مند حضرات لے سکیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بے ادبوں اور گستاخوں کے عقائد باطلہ سے بچ کر عظمت مصطفیٰ ﷺ شان اولیاء کرام کو صدق دل سے تسلیم کرنے اور عقیدت و محبت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر اس واقعہ سے

ہندوستان کے ہندوؤں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو جو نام کے مسلمان ہیں ان کو بھی چاہئے کہ اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے سچی توبہ کر کے سچے پکے مومن بن جائیں اور عقائد اہل سنت کو خلوص نیت کے ساتھ تسلیم کر کے پڑھا کریں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ
وسلم علیک یا حبیب اللہ

(بیان حاضر ہے)

بھائیو!

سب کو ہمارا سلام ہے۔ یہ اللہ نے کرم کیا۔ بات یہ ہے کہ پہلے تھوڑا سا سلام پڑھیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وسلم علیک یا حبیب اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا سید المرسلین
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعلمین
اللھم صلی علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آل سید نا محمد و بارک وسلم علیہ

بھائیو بات یہ ہے کہ میں ایک گنہگار ناچیز آدمی ہوں۔ میرا نام محمد پناہ ہے میرے باپ کا نام محمد ملوک ہے۔ ہماری ذات ٹوٹانی ہے۔ بات یہ ہے کہ وارہ کے شہر کے مولوی صاحب جو ہمارے ساتھ ہیں سائیں تاج محمد صاحب (ہمارے پیر صاحب کے مرید) اس واقعہ سے پہلے ہم ایک دوسرے کو جانتے بھی نہیں تھے کیونکہ ہمارے علاقے میں ہمارے پیر صاحب کے مرید لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ کچھ دن میں نے وارہ کے شہر میں کام کیا۔ یہ داڑھی اور پٹکا میرے مرشد کامل کی وجہ سے ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے مدینے والے آقا کی محبت ہے' ہمارے مرشد کی کرامت اور آپ ﷺ کی نظر کرم ہے۔ جو اللہ والے کرم کی نظر اٹھاتے ہیں تو تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ اللہ والوں کے پاس بہت کرامتیں ہیں اللہ والے انگلی مبارک اٹھا کر اللہ اللہ کرتے ہیں تو مومن

کے سینے میں اللہ اللہ کا نام آجاتا ہے۔ یہ لوگ آج بھی کہہ رہے ہیں سُنّی کے پاس ، شرک ہے۔ نہیں بلکہ سُنیوں کے پاس شرک نہیں ان کے پاس صدق دل سے اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اور یہ نام اللہ والوں کی نظر کرم ہے۔ میں پڑھا لکھا نہیں ہوں اور قرآن شریف میں نے نیند (خواب) میں پڑھا ہے یہ مجھے اللہ تعالیٰ نے نیند میں ہی عطا فرمایا ہے۔

بات یہ ہے کہ وارہ کے شہر میں بدھ کے دن دوپہر کے وقت وارہ کے قریب ایک قصبہ ہے میں وہاں گاڑی (ٹریکٹر) لے کر جاتا تھا' ٹرالی بھرنے کے لئے۔ تھوڑی دور جانے کے بعد ایک شخص نے (مجھے اشارہ کیا میں نے) گاڑی روکی۔ فقیروں کا کام تو کسی پر رحم کرنا ہے۔ میں نے اسے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے تھوڑی دور جانا ہے آپ مجھے ساتھ لے جائیں۔ میں نے کہا پیچھے ٹرالی میں بیٹھ جائیں' وہ پیچھے ٹرالی میں بیٹھا' میں گاڑی کو گیئر لگا کر آگے چلا۔ پیچھے والے مزدوروں کے ساتھ اس شخص کی بات چیت ہوئی۔ ہمارے مزدوروں نے اس سے پوچھا کہ بھائی جان آپ کس کے غلام (مرید) ہو۔ اس پر اس دیوبندی شخص نے مذاق اڑایا کہ غلام غلام کیسی غلامی۔ میں کسی کا غلام نہیں ہوں۔ تم بتاؤ کہ تم کس کے غلام ہو۔ ہمارے مزدوروں نے بتایا کہ ہم مرشد حسین قمبر والے کے غلام ہیں۔ اس نے مزدوروں سے بہت چھیڑ چھاڑ کی۔ جب اس کا سٹاپ آیا تو پیچھے سے مزدوروں نے مجھ سے کہا کہ بھائی یہ آدمی یہاں اترے گا۔ میں نے گاڑی روکی تو وہ آدمی اتر گیا۔ پھر میرے ساتھیوں نے کہا بھائی بات یہ ہے کہ یہ آدمی مدینے والے سائیں ﷺ کے علم اور حاضر وناظر ہونے کا انکار کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ چھوڑو اس بات کو ایسے لوگ منافق ہوتے ہیں ہمیں ان سے کیا سروکار۔ میں نے گاڑی کو گیئر لگا کر جب کلچ چھوڑا تو گاڑی (ٹریکٹر) چل ہی نہیں سکی۔ میں نے کہا گاڑی کیوں نہیں چل رہا؟ مگر اللہ تعالیٰ کو ایسا ہی منظور تھا۔ کیونکہ حق اور سچ ظاہر کرنا تھا اسی لئے وہ شخص ہماری گاڑی پر سوار ہوا اور اس نے مزدوروں کے ساتھ حضور ﷺ کی بارگاہ میں بے ادبی اور گستاخی کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ مدینے والے سائیں ﷺ کو علم نہیں اور آپ حاضر ناظر نہیں۔ ہمارا ایمان ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ پاک نے فضل و کرم سے مدینے والی سرکار حاضر ناظر بھی ہیں اور حضور ﷺ کا علم بھی ایسا ہے۔
جب گاڑی پہنچا تو میں گاڑی کو بند کر کے نیچے اترا اور اس (منافق) شخص کو میں نے کہا بھائی جان ادھر آؤ نا ادھر آؤ۔ یہ اللہ کا خاص فضل ہے۔ میرے خدا تو نے وہ کرم فرمایا ہے اور ایسا کام دکھایا ہے کہ پہلے ہم لوگ اپنے بزرگوں کا کتاب پڑھ کر سناتے ہیں اور واقعات سنتے ہیں کہ فلاں بزرگ نے مقابلہ کیا حق وصداقت کے سبب اس کو آگ نہ لگی مخالف کو آگ لگ گئی۔ یہ کتابوں کی بات ہی ہمیں معلوم تھی پر آج اس پندرھویں صدی کے دور میں اللہ پاک نے کرم کیا ہے کہ ہمارے مرشد پاک اور مدینے والی سرکار کے صدقے ایسا کام کر کے دکھایا کہ آگ کو گلزار ثابت کردیا ہے۔
میں نے اس شخص کو کہا کہ تو کہتا ہے مدینے والے سائیں ﷺ کو علم غیب نہیں ہے۔ اس نے کہا ہاں (حضور ﷺ کو علم غیب) نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ حضور ﷺ کو علم غیب ہے۔ اس پر اس نے قرآن پاک کی آیات پڑھنی شروع کردیں۔ میں تو اتنا پڑھا ہوا نہیں تھا اور مجھ میں تو کوئی بات نہ تھی بس مدینے والے سائیں کی نظر کرم ہے اور محبت ہے۔ ہمارے مرشد پاک فرماتے ہیں کہ محبت اس جگہ لے جاتی ہے جہاں فرشتے بھی نہیں پہنچ سکتے۔ یہ جو کام ہوا ہے یہ سب محبت کی وجہ سے ہے۔ یہ بات عقل میں آنے والی نہیں بلکہ عشق کو سامنے رکھیں گے تو خوشی ہی خوشی ہے۔ ہمارے سندھی شاعر کہتے ہیں:

عشق جی منزل بھاری آ
سر ڈئی ڈس تہ بھاری آ

عقل تو کہے گی کہ آگ ہے یہ جلائے گی۔ مگر عشق کہتا ہے کہ نہیں یہ گلزار ہے باغ ہے۔ ہمارے اہلسنت وجماعت خدا کی قسم بہت قسمت والے ہیں۔ قیامت کے دن ہاتھ ہمارا ہوگا۔ دامن مدینے والے سائیں ﷺ کا ہوگا۔
جب بات چلی تو اس شخص نے آیات پڑھنا شروع کردیں اور کہنے لگا کہ قرآن سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور ﷺ کو علم غیب نہیں۔ مجھے اتنا علم تو نہ تھا کہ میں آیات

کے ذریعے اس کو جواب دیتا۔ جو آیات اللہ تعالیٰ نے بتوں کے بارے میں نازل کی ہیں وہ آیات اللہ والوں پر لگا کر پڑھنے لگا تھا اور وہ آیات سرکار مدینہ ﷺ پر لگا رہا تھا۔

میں نے کہا کہ تو کہتا ہے کہ مدینے والی سرکار ﷺ کو علم غیب نہیں ہے۔ اور میں اتنا پڑھا لکھا تو نہیں ہوں مگر جو تو نے کھانا کھایا ہے آج یا اس وقت یا اس مہینہ میں میں تجھے بتا دوں؟ اگر چہ میں پڑھا ہوا بھی نہیں ہوں۔ یہ اللہ کی مہربانیاں ہیں اور مدینے والے سائیں کی محبت ہے اور مرشد کامل کی نظر کرم ہے۔ اسی دن بہت سینہ کھل گیا(شرح صدر ہوگیا)

(میرا ٹریکٹر جو آگے چل نہ سکا اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی اس نے کرنا تھا)اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ تم کتنی بھی باتیں کرو قرآن کریم سے حضور ﷺ کا علم ثابت نہیں ہوتا۔ میں نے کہا کہ میں عالم نہیں ہوں کہ تجھے علم غیب نبی کی آیات پڑھ کر سناؤں مگر ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے کہ الحمد سے والناس تک جو بھی قرآن مجید ہے شان رسول ﷺ ہے۔ جو گزر گیا ہے اس کا علم بھی قرآن مجید میں ہے جو اب ہو رہا ہے یہ بھی قرآن مجید میں ہے اور جو آیندہ ہونے والا ہے اس کا علم بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ قرآن مجید میں تمام علوم اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ اور قرآن مجید کس کے سینے میں نازل ہوا ؟ ۔ یہ ہمارے آقا علیہ السلام کے سینے میں ۔ مدینے والے سائیں کے سینے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم قرآن مجید میں ہے وہ قرآن مجید مدینے والی سرکار ﷺ کے سینہ اقدس میں ہے۔ پھر بھی تم کہتے ہو کہ سرکار مدینہ ﷺ کو علم غیب نہیں ۔ اس پر اس (منافق) نے پھر آیات پڑھیں اور کہنے لگا کہ تم ایسے ہی باتیں بناتے رہتے ہو۔ کہ حضور ﷺ کو علم غیب ہے۔ میں نے کہا کہ تم ہماری بات تو سنتے مانتے ہی نہیں ہو..... اللہ کی قدرت کے جہاں ٹریکٹر رکا اور سٹارٹ نہیں ہو رہا تھا وہاں پلال (پرالی۔ بھوسا) بھی موجود تھا۔

میں نے اس کو کہا کہ تم بھی کہتے ہو کہ میں مسلمان ہوں۔ میں بھی کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔ بات یہ ہے کہ ایسے کرو کہ دونوں آگ لگائیں۔ تم بھی آگ میں کو،

پڑے میں بھی آگ میں کود پڑتا ہوں تو جو سچا ہوگا وہ بچ جائے گا اور جو جھوٹا ہوگا وہ جل جائے گا۔ اس پر وہ کہنے لگا بات یہ ہے کہ آگ تو کافروں کے عذاب کے لئے ہے۔ میں نے بولا کہ یہ آگ جو کافروں کے عذاب کے لئے یہ مسلمان کو نہیں جلائے گی۔
ہماری یہ بات چیت جاری تھی کہ اس شخص کا ٹریکٹر ٹرالی بھی آگیا جس میں اس کے اپنے مزدور اور ڈرائیور تھے۔ اس کے ڈرائیور کا نام رانجھو تھا۔ وہ ہماری طرف بھاگ کر آیا کہ کہیں ان کے آدمی کے ساتھ کوئی لڑا تو نہیں۔ گویا وہ ہمارے ساتھ لڑنے کے لئے آئے۔ جب آکر انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے تو ہم نے بتایا کہ تمہارا آدمی ہمارے آدمیوں کے ساتھ مدینے والے سائیں ﷺ کے بارے میں چھیڑ چھاڑ کر رہا ہے اور حضور ﷺ کے علم کا انکار کر رہا ہے۔ اس نے کہا کہ بھائی یہ آدمی تو ہمارا ہے لیکن یہ منافق ہے۔ ہم آپ کے آگے ہاتھ جوڑتے کہ تم اس کو چھوڑ دو اور پھر اس کی منت کی اور اپنے ساتھ اپنی گاڑی میں بٹھا لیا اور چل آئے۔ مجھے منت کر کے کہا کہ آپ رکیں نہیں چلے جائیں۔ میں نے چلتے وقت مولا علی رضی اللہ عنہ کا نعرہ لگایا۔ یاعلی کہا تو وہ شخص پکارا کہ تو نے کیسے شرک کیا۔ اس نعرہ پر نکاح ٹوٹ جاتے ہیں۔ میں نے کہا آپ کے نکاح ٹوٹ جاتے ہیں ہمارے مذہب میں تو نہیں ٹوٹتے بلکہ مضبوط ہوتے ہیں۔ اس پر وہ طیش میں آگیا اور کہنے لگا کہ اب میں تجھے جلاؤں گا۔ آئیے۔
میں یہ سن کر واپس آیا اور تیار ہوگیا۔ مجھے یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ آگ میں جانے کے لئے کیا پڑھتے ہیں اور کیا نہیں پڑھتے۔ خدا کی قسم مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا اور وہ کم بخت پڑھا لکھا ہوا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہیں۔ بات یہ ہے کہ اس کے کندھے پر رومال تھا وہ بچھا کر نفل پڑھنے لگا۔ میں اس کو دیکھ رہا تھا کہ یہ کیا کر رہا ہے پھر میں نے سوچا کہ اگر یہ نفل پڑھتا ہے تو میں بھی پڑھ لیتا ہوں۔ میں نے بھی نفل نماز پڑھی۔ پھر میں نے دل میں سوچا کہ اللہ تعالیٰ کسی کام میں کسی کا شریک نہیں لیکن الصلوۃ والسلام میں ضرور شریک ہے۔ میں وہ کیوں نہ پڑھوں کہ اللہ تعالیٰ بھی پڑھ رہا ہے۔ جو اللہ کا بھی کام ہے۔
میری باتیں جو آپ لوگوں کی سمجھ میں آرہی ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے اس

نے میرے سینے کو کھول دیا ہے۔ ناچیز کو چیز بنانے میں اس نے اسے کوئی دیر نہیں
ہے۔ وہ راستے کھول دیتا ہے میں نے الصلوۃ والسلام شروع کیا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وسلم علیک یا حبیب اللہ
الصلوۃ علیک یا سیدالمرسلین
الصلوۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعلمین

الھم صلی علی سید نا محمد و علی آل سید نا محمد وبارک وسلم

میں نے کہا یا نبی ﷺ اب ہم پر امتحان آگیا ہے آپ حاضر وناظر ہیں تو ہمیں بچانے کے لئے آجاؤ

یارسول اللہ انظر حالنا اسمع قالنا۔ یا سیدی یا حبیبی یا ابی یا امی

میں نے دیکھا کہ آسمان کا کلر سبز ہوگیا۔ ایسا لگا جیسے سبز گنبد دکھائی دے رہا ہے۔ میرا ایمان بہت مضبوط ہوگیا۔ میں نے کہا کہ اللہ نے بہت کرم کر دیا ہے۔

میں نے مدینے والی سرکار کو بلایا اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ میری لاج رکھنا اپنے حبیب ﷺ کے صدقے مدینے والے سائیں کے صدقے گنبد خضریٰ کے صدقے۔ میرے خدا آپ کو مدینے والے سائیں کے آنسوں' سجدہ' دعاؤں کے موافق' جو دعائیں سرکار نے امت کے لئے مانگی ہیں ان کے موافق میرے خدا مجھے بچانا' ہماری مدد کرنا ہمیں عزت دینا۔

پھر میں نے اپنے مرشد پاک کو پکارا مرشد حسین' رہبر حسین میں نے تیرا دامن کس لئے پکڑا ہے۔ مرشد کامل کا دامن کس لئے پکڑا جاتا ہے کہ مرشد کامل اپنے مرید کے دکھ میں کام آسکے۔ میرے مرشد اس کے بعد دکھ کونسا ہے آجانا۔ آج امتحان آگیا ہے۔ بچائیں مجھے۔ فورا ہمارے مرشد کا چہرہ ہمارے سامنے آگیا اور میں نے کہا کہ ہمارے وارث آگئے ادھر گنبد خضریٰ نظر آگیا اب یہ مجھے کیا جلانے گا۔

اہلسنت وجماعت کا منظر ہی کچھ اور ہے۔ ان کی شان پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔
سب گنہگار بخشے جائیں گے۔ لیکن مدینے والے سائیں کا گستاخ نہ بخشا گیا ہے نہ بخشا جائے گا۔

بات یہ ہے کہ شیطان نے چوری نہیں کی' زنا نہیں کی' جھوٹ نہیں بولا' ذرے ذرے پر اللہ پاک کی عبادت کی آدم علیہ السلام کا احترام نہیں کیا۔ اللہ پاک نے اسے قیامت تک لعنتی کردیا۔

جو مدینے والے سائیں کا احترام نہ کرے اس کا کیا حشر ہوگا۔

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

سچ تو پکار رہا ہے اب مرنا ہے تو مرنے دیجئے۔ سچ ظاہر ہوچکا ہے کوئی بات نہیں۔
مرشد بھی کامل ہو اور پھر بھی میں ڈروں میں نے کہا کوئی بات نہیں۔ اگر مر بھی گیا تو جنازہ میرا مرشد پاک پڑھے گا اور مدینے والی سرکا سے ملاقات ضرور ہوگی۔ اور قیامت کے دن میلے ہوں گے۔ یہ دنیا تو ایک منزل ہے اسے تو جانا ہی ہے۔

شیطان وسوسہ ڈالتا کہ یہاں سے چلا جاؤں تو اچھا ہے مگر دنیا والوں نے دیکھ لیا کہ سنی نہیں جلا۔ اور اللہ آگ سے بچائے تو دوسرے کیا کر سکتے ہیں۔

زندگی' موت' عزت' ذلت' سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جو بھی یہ تھوڑی سی آگ والی بات ہے۔

جب میں نے اپنے مرشد کو پکارا ہمارا مرشد سامنے آیا اور مخالف بیٹھ کر قرآن شریف کی تلاوت کر کے اپنے جسم پر پھونکیں مارتا رہا۔ میں الصلوۃ والسلام پڑھ کر انتظار کر رہا ہوں۔

اب اس کے ساتھیوں نے بھی ہمارے ساتھیوں نے بھی اس کو کہا کہ اب اٹھو پہلے تو علی کا نعرہ سن کر بڑے جوش سے کہا تھا کہ میں تجھے جلاتا ہوں۔ اب تو اٹھتا ہی نہیں وہ اٹھا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ بھائی بات یہ ہے کہ اب چلیں۔ اس نے کہا کہ پہلے تم جاؤ۔ میں نے کہا نہیں اکٹھے جائیں گے۔ اس نے کہا نہیں پہلے تم جاؤ

میں نے کہا نہیں اکٹھے جائیں گے۔ تو ہمارے مرشد نے زیارت کرائی اور کہا کہ گھبرانا مت میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مرشد کامل نے یہ بھی کہا کہ اگر تم اکیلے جاؤ گے اور اس کو ساتھ لے کر نہیں جاؤ گے تو وہ آگ میں نہیں جائے گا۔

دیکھنے والوں کا بہت بڑا ہجوم ہوگیا۔آنے جانے والے بہت سے لوگ وہاں جمع ہوگئے۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا چلو آگ میں۔ وہ نہیں جاتا تھا پھر میں اس کا ہاتھ کھینچ کر اس کو کھینچ کر آگ میں لے گیا۔ اب جب آگ میں دونوں چلے گئے اس کے ہاتھ کو میں نے پکڑا ہوا تھا۔ اب آگ دونوں کو نہیں جلا رہی تھی۔ میں حیران تھا کہ نہ اس کو آگ جلا رہی ہے نہ مجھے جلا رہی ہے تو فیصلہ کیسے ہوگا۔ کافی الجھن ہوئی پھر میں نے اس کو اپنے قریب سے ہٹا کر اس سے اپنے ہاتھ الگ کئے اور یاعلی کا نعرہ لگایا تو اس وقت اس پر آگ نے حملہ کر دیا۔ وہ بھاگ کر آگ سے باہر نکلا تھوڑی دیر کے بعد میں بھی باہر نکلا تو اس کے اپنے ہی آدمی کہنے لگے"یار یہ کافر تو جل گیا ہے"۔

میں نے دیکھا کہ وہ جلا ہوا ہے۔ اسے دیکھ کر میں پھر آگ میں آیا۔ وہاں کچھ دیر رہ کر میں باہر آیا۔ مجھے آگ محسوس ہی نہیں ہو رہی تھی بلکہ مجھے آگ ٹھنڈی لگ رہی تھی۔ باہر سے دیکھنے والوں نے کہا کہ جب تم دونوں آگ میں تھے تو تمہارے گرد آگ کا رنگ سبز تھا اور روزہ شریف سبز رنگ کا ہے۔

مدینے والے سائیں کی محبت سینے میں تھی وہ سرکار روضہ مبارک سمیت اگر تشریف لے آئیں تو آگ کیا کر سکتی ہے۔ دیکھنے والوں نے کہا کہ تمہارے گرد آگ سبز رنگ کی تھی ہارون (مخالف) کے گرد آگ سرخ رنگ کی تھی۔

جب ہم گاڑی پر بیٹھ کر شہر چلے گئے دو چکر کام پر لگائے' سورج غروب ہوا' ہم اپنے گاؤں چلے گئے اور وہ ہارون مرہم پٹی کروانے اپنے گھر چلا گیا۔ دوسرے مزدور تو تھے میں پہلے ہی جانتا تھا اپنے' سائیں تاج محمد صاحب' کو۔ جب میں صبح واپس آیا تو ہارون کے آدمیوں نے سائیں تاج محمد صاحب کو بتایا کہ ہمارا ہارون آپ کے سنی کے ساتھ آگ میں داخل ہوا تھا تو آپ کے سنی بھائی کو آگ نے نہیں جلایا اور ہمارا آدمی جل گیا ہے۔ صبح کو سائیں تاج محمد صاحب مجھے اپنے ساتھ لیکر شہر آگئے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۱۱ پر

سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی قدس حق گوئی و بیباکی کی ایسی علامت بن گئی ہے کہ جب اس دنیا میں اہل حق باطل کے خلاف نبرد آزما رہیں گے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا طرز عمل انہیں بصیرت و استقامت اور صبر لازوال جذبہ بخشتا رہے گا۔

تار ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز
تازہ از تکبیر او ایماں ہنوز
اے صبا اے پیک دور افتادگاں
اشک ما بر خاک پاک او رساں

بقیہ آگ گلزار بن گئی

روزنامہ نوائے وقت
DAILY NAWA-I-WAQT
RAWALPINDI
ISLAMABAD
بانی حمید نظامی مرحوم
ایڈیٹر مجید نظامی
راولپنڈی / اسلام آباد
راولپنڈی / اسلام آباد، لاہور، کراچی اور ملتان سے بیک وقت شائع ہوتا ہے
SATURDAY, FEBRUARY, 14, 1998

شمارہ		صفحات	قیمت		جلد
216	003	1,4	7 روپے	ہفتہ 16 شوال 1418 14 فروری 1998، 2 پھاگن 2054 ب فون راولپنڈی 77-562675، اسلام آباد 44-202641	44

نبی کریم کو حاضر و ناظر اور مختار ماننے والا آگ سے بچ نکلا، مخالف جھلس گیا

لاڑکانہ کے دو دیہاتیوں نے ان مسائل پر شرط لگائی، اور پھر دونوں نے آگ میں کودنے کا فیصلہ کیا

محمد پناہ لوٹانی درود و سلام پڑھتا ہوا مخالف شخص کے ساتھ آگ کے اندر چلا گیا

لاڑکانہ (ن ر) وارہ میں بدھ کے روز دو افراد میں اس بات پر مناظرہ ہو گیا کہ حضور اکرم حاضر و ناظر اور نبی مختار ہیں جس پر ایک شخص نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا، دونوں دیہاتیوں میں یہ شرط لگ گئی کہ آگ میں کود جاتے ہیں جو سچا ہو گا وہ آگ سے محفوظ رہے گا۔ چنانچہ محمد پناہ لوٹانی نامی شخص حضور پر درود

بقیہ نمبر 21 صفحہ 7 پر

حاضر و ناظر

اداریہ

آئینہ ء ایام

جناب محمد پناہ نقشبندی اور اسلام کی حقانیت

جناب محمد پناہ نقشبندی مدظلہ العالی کا آگ میں داخل ہو کر جلنے سے محفوظ رہنا ایک ایسا واقعہ ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مختلف اخبارات کے نمائندوں نے چشم دید گواہوں سے بیان لے کر اس کی تصدیق کی اور یہ چشم دید گواہ بھی ایک دو نہیں بیسیوں کی تعداد میں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حق کی تلاش کرنے والوں کے لئے اس واقعے میں بہت کچھ ہے۔ اسے سنیت اور وہابیت کی جنگ تک محدود کرنا خدائے کریم اور حضور ﷺ کے احسان عظیم کی ناقدری ہے۔ سائنس، فلسفہ اور نفسیات کی ترقی کے اس دور میں یہ نصیحتوں اور عبرتوں کا مرقع ہے۔ اسلام کے بہی خواہوں کو چاہئے کہ ساری دنیا میں اس کی تشہیر کریں۔ سعودی حکومت جو ایک خاص فرقے کی اشاعت میں لاکھوں کروڑوں ریال خرچ کرتی ہے تو اسے اسلام کے اس زندہ معجزے کو چار دانگ عالم میں مشتہر کرنا چاہئے تاکہ وہ لوگ جو اسلام و کفر میں امتیاز کرنے سے عاری ہیں، اس سے بصیرت حاصل کریں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت اگر واقعی اپنے مقاصد تشکیل سے مخلص ہے تو اسے ریڈیو اور ٹی وی پر بار بار یہ واقعہ نشر کرنا چاہئے تھا۔ اسلام کی صداقت کا ایسا کھلا اور زندہ ثبوت، مگر ہماری بے حسی دیکھئے کہ چند اخبارات کے سوا ہمارے ذرائع ابلاغ نے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ تذبذب اور تشکیک کا شکار پروفیسروں اور سائنس کے علمبرداروں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلباء کے لئے یقیناً یہ ایک روشنی کا مینار ہے۔

☆ سائنس دانوں کو اس بات کی توجیہ ڈھونڈنی چاہئے کہ دو آدمی بیک وقت

آگ میں چھلانگ لگاتے ہیں' ایک فوراً بھسم ہو جاتا ہے اور دوسرا تا دیر ان میں سکون سے کھڑا رہتا ہے۔ آگ یہی نہیں کہ اس انسان کو کچھ نہیں کہتی' اس کے کپڑوں اور جوتوں تک کو نہیں چھوتی۔

اگر سائنس کا دارومدار تجربے (Experimentation) اور مشاہدے پر (Observation) پر ہے تو یہ واقعہ دن کی پوری روشنی میں کھلی آنکھوں کے سامنے ہوا ہے۔ آخر سائنس کی رو سے اس کی کیا توجیہ کی جائے گی۔ کیا یہاں سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ یہ سائنس جو کالجوں' یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی ہے اور جس کے کلیات و نظریات کو تجربے اور مشاہدے سے ثابت کیا جاتا ہے' ایک دنیا اس کے ماورا بھی ہے اور وہی دنیا مذہب کی دنیا ہے۔ سائنس اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ پرواز بھی کرے تو اس دنیا کے خد و خال تک نہیں پہنچ سکتی۔ دونوں انسانوں میں سے جو بھسم ہو گیا وہ تو ہو گیا' اس کے بھسم ہونے پر کسی کو حیرت نہیں۔ البتہ جو آگ میں کھڑا مسکرا رہا ہے' کیا وہ دنیائے سائنس کے علت و معلوم (Cause And Effect) کا مذاق تو نہیں اڑا رہا۔

☆ جو سوال اہل سائنس کے ذمے ہے' وہی فلسفہ والوں کو دعوت فکر دے رہا ہے۔ یعنی جس عقل کو کون و مکاں کے مسائل کے حل کے لئے کافی و شافی ٹھہرایا جاتا ہے' کیا وہ اس عقدے کو حل کر سکتی ہے' گوشت پوست کے دو انسان آگ میں داخل ہوں تو ایک جلے اور دوسرا بچ جائے' آخر کیوں؟ کیا واضح نہیں ہو گیا کہ جس طرح انسانی تجربہ و مشاہدہ نا تمام ہے اسی طرح انسانی عقل بھی کوتاہ دست ہے۔ لہٰذا اسی کو آخری فیصلہ کن قوت قرار دینا درست نہیں۔ اس پس منظر میں ان لوگوں کو خصوصاً غور کرنا چاہئے جنہوں نے جنت' دوزخ' حور و فرشتہ جیسے حقائق کو محض اس لئے جھٹلا دیا کہ ان کی عقل ان کو جان نہیں سکتی۔ خوب یاد رکھئے کہ مرد مومن کو مومن اس لئے نہیں کہتے کہ وہ بندہ عقل ہے یا عقل پر اعتماد رکھتا ہے بلکہ اسے مومن کہنے کی

وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ جل جلالہ اور اس کے انبیاء علیہم السلام کے ارشادات و تعلیمات پر ایمان رکھتا ہے۔ جب وہ ایمان کے دائرے میں آجاتا ہے تو عقل، دانش و حکمت کے نئے دروازے کھلتے ہیں اور عالم غیب سے وہ متعارف ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے جو نصیحت فرمائی ہے، غور و فکر کرنے والے انسان کے مدنظر رہنی چاہئے۔

چند خوانی حکمت یونانیاں
حکمت ایمانیاں راہم بخواں

ترجمہ۔ (اے عقل کے پرستار!) تو کب تک یونانی فلسفیوں کی حکمت پڑھتا رہے گا، کبھی ایمان والوں کی حکمت کا بھی مطالعہ کر۔

اسی پس منظر میں حکیم الامت علامہ اقبال نے فرمایا

مرا درسِ حکیماں دردِ سر داد
کہ من پروردۂ فیضِ نگاہم!

ترجمہ۔ فلسفیوں کے درس نے مجھے دردِ سر ہی دیا کیونکہ میں فیض نگاہ کا پروردہ ہوں۔

☆ انہی عقل پرستوں میں دور حاضر کے نیچری، پرویزی اور منکرین حدیث شامل ہیں۔ یہ خدا کو مانتے ہیں، مگر جہاں انسان کو بے بس پاتے ہیں، وہیں خدا کو بھی معاذ اللہ بے بس سمجھتے ہیں۔ انہوں نے معجزات سے انکار اسی لئے کیا کہ ایک لاٹھی مارنے سے دریا میں بارہ بلکہ ایک راستہ بھی نہیں بن سکتا، اور نہ ایک ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ سکتے ہیں۔ قرآن کو بظاہر ماننے کے باوجود اس قسم کے قرآنی معجزات کی توجیہ کرتے ہیں۔ آپ اس بارے میں ان کی ہرزہ سرائی سنیں تو نتیجہ یہی نکالیں گے کہ خدا کے کچھ قوانین ہیں جو نظام کائنات چلا رہے ہیں۔ اور خدا انہیں تبدیل نہیں کر سکتا (کہتے یوں ہیں مگر سمجھتے یہ ہیں کہ خدا خود ان قوانین کا پابند ہے، معاذ اللہ) ان کے نزدیک آگ ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی بلکہ آپ کے خلاف جو بغض

و حسد کی آگ تھی وہ ٹھنڈی ہوئی تھی۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ اس صورت میں ان کے سب مخلفین کو مسلمان ہو جانا چاہئے تھا۔

یہ نیچری اور پرویزی ابراہیم علیہ السلام کے واقعے میں تو یہ توجیہ پیش کرتے ہیں، فرمایئے محمد پناہ کے بارے میں ان کی رائے کیا ہونی چاہئے۔ یہ ہزاروں سال پہلے کا واقعہ نہیں۔ یہ تو ہمارے دور کا واقعہ ہے اور ایک ہجوم اسے دیکھنے والا ہے۔ اور اگر یہ واقعہ ہو سکتا ہے تو ابراہیم علیہ السلام پر آگ گلزار کیوں نہیں ہو سکتی۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے جو فرمایا تھا، کتنا حق ہے۔

آج بھی ہو جو براھیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

☆ دنیا بھر کے مختلف نظریات اور دینوں سے تعلق رکھنے والے ہندو، دہرئے، عیسائی، یہودی، مجوسی وغیرہ دنیا میں موجود ہیں۔ کیا یہ واقعہ کہ کوئی انسان آگ میں پڑ کر بھی محفوظ رہے، کسی غیر مسلم کے بارے میں ہوا ہے۔ یقیناً یہ اسلام کی حقانیت کی روشن دلیل ہے، اسی لئے اس واقعے کی بناء پر علاقے کے ساٹھ ہندو مسلمان ہو گئے۔

☆ جو شخص آگ سے محفوظ رہا ہے، اس کا عقیدہ وہی ہے جو بزرگان و عمائد اہل سنت و جماعت کا ہے۔ گویا جس طرح یہ واقعہ اسلام کی حقانیت کا ثبوت ہے یونہی یہ اہل سنت کی صداقت کی دلیل بھی ہے۔ جو لوگ اس بارے میں اب تک گومگو کی کیفیت میں تھے، اب انہیں ٹھنڈے دل سے غلط عقائد سے توبہ کر کے، اہل سنت و جماعت کا عقیدہ اپنانا چاہئے۔ یقیناً یہ خدائی فیصلہ ہے اور اس فیصلے کے بعد منکرین کے پاس کیا حجت رہے گی۔

☆ غور کیجئے حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کا حاضر و ناظر اور مختار ہونا اگر یہ دونوں عقیدے مان لئے جائیں تو پھر کسی اور عقیدے کے تسلیم کرنے میں کوئی دقت نہیں رہتی۔

☆ فرمائیے آگ میں جلنے والا' بزم خویش توحید کا بھی قائل تھا' آیات کی تلاوت بھی کرتا تھا اور نقل بھی عین موقعے پر پڑھے مگر پھر بھی جل گیا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف فیصلہ کر کے جلا دیا۔ کیا یہ بات واضح نہیں ہوئی کہ توحید' تلاوت اور نماز بلکہ ساری عباوات اسی کی قابل قبول ہیں جو حضور سرور عالم ﷺ سے بغض نہیں رکھتا اور آپ کی خداداد عظمتوں کا انکار نہیں کرتا۔ گویا یہ واقعہ اعلان کر رہا ہے کہ۔

شفیع و حاکم و مختار ان کو مان دنیا میں
قیامت میں یہ سب کچھ دیکھ کر مانا تو کیا مانا

☆ ایسے لوگوں کو بھی اس واقعے سے سبق سیکھنا چاہئے جن کے نزدیک یہ سب کلمہ خوان برابر ہیں۔ جو جل گیا وہ بھی کلمہ خوان ہے اور جو بچ گیا وہ بھی کلمہ خوان ہے۔ کیا یہ واقعہ اس حدیث پاک کی تفسیر نہیں بن گیا جس میں فرمایا میری امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے' سب دوزخی سوا ایک کے۔ (مشکوۃ شریف) حقیقت میں اس واقعے نے دوزخی اور جنتی کا فیصلہ کر دیا ہے۔

☆ ایک اور حدیث پاک کا مضمون بھی واضح ہو گیا۔ ارشاد یہ ہے کہ مومن پل صراط سے گزرے گا تو دوزخ کہے گی' اے مومن جلد سے گزر جا' کہ تیرا نور میری آگ بجھائے دیتا ہے۔

کیا اس کا ظہور اس واقعے سے نہیں ہوا۔

☆ آج لوگ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے عجیب قسم کی کدورت رکھتے ہیں (جس کی تفصیل کسی آئندہ مضمون میں دیکھئے) محمد پناہ کی نقشبندیت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے فیض کی طرف بھی اشارہ کر رہی ہے' کاش لوگ سمجھیں۔!

نائب مدیر

214 کم از کم تاریخ نگاری کے تلخ فریضہ کے قطعاً خلاف، سنانے سے پہلو بچا لیا۔

دارالعلوم دیوبند معاون سرکار ہے
(انگریز ایجنٹ کی خفیہ رپورٹ)

پروفیسر محمد ایوب قادری
کی تصنیف "مولانا محمد احسن نانوتوی"
کے ایک صفحہ کا عکس

مادہ تاریخ تعمیر "اشرف عمارات" سے نکالا ہے جس سے [illegible] برآمد ہوتے ہیں چونکہ تعمیر کا سال آئندہ سال ہی شروع ہوا اس لئے [illegible] کو آغاز تعمیر قرار دیا گیا۔[1]

اس مدرسہ نے روز افزوں ترقی کی ۳۱ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لفٹنٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں۔[2]

"جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاون سرکار ہے یہاں کے تعلیم یافتہ لوگ ایسے آزاد اور نیک چلن (و سلیم الطبع) ہیں کہ ایک کو دوسرے سے کچھ واسطہ نہیں کوئی فن ضروری ایسا نہیں جو یہاں تعلیم نہ ہوتا ہو صاحب مسلمانوں کے لئے تو اس سے بہتر کوئی تعلیم اور تعلیم گاہ نہیں ہو سکتی اور میں تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ غیر مسلمان بھی یہاں

---

[1] اس سلسلہ میں راقم کا ایک مقالہ "تحریک دیوبند" مطبوعہ روزنامہ "جنگ" کراچی ۲ مارچ ۱۹۶۸ء [illegible]

[2] اخبار "انجمن پنجاب" لاہور مجریہ ۱۹ فروری ۱۸۷۵ء بحوالہ تاریخ صحافت اردو، جلد دوم

گھیرے میں لے لیا۔ لغزشیں بظاہر بغلیں بھی بجائی جاسکتی تھیں۔ لیکن رسوائی۔ ۔ مہتمم کی ہو یا مفتی کی وہ ہماری ہی رسوائی ہے ہماری عزت و ذلت کا مدار ہمارے بزرگوں پہ ہے۔ دونوں ہی معظم حضرات ہمارے بزرگ تھے۔ راہنما تھے۔ قوم کی ناک اور ملت کے مقتدا تھے۔ ان کی لغزشوں اور بے احتیاطیوں پر بھی کے چراغ علانا خود اپنی قبر پر چراغاں کرنے کے سوا کیا تھا۔ بھلا بھنگے حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کی خدمت میں پہنچے اور راہنمائی چاہی کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ بار بار کی حاضری میں کیا کیا باتیں ہوئیں یہ کہانی تو طویل ہے بس حاصل کچھ لیجئے کہ فی الوقت سکوت کو اولیٰ قرار دیا گیا۔ "انتظار کرو اور دیکھو" کا موقف اس وقت اس لئے بھی بہتر تھا کہ بعض اکابر کی ملاقاتیں حضرت مفتی صاحب سے جاری تھیں اور نہیں معلوم تھا کہ ۔۔۔ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین! دوسری طرف مہتمم صاحب مطلب تھے اور ان سے گفتگو کا حاصل بھی یہی نکلا کہ فوری طور پر کچھ لکھنا قبل از وقت ہوگا۔ اس ڈرامائی ساعت میں اس صورت حال نے اور بھی ڈرامائیت پیدا کر دی تھی کہ باوجود بعض بزرگوں کی تفہیم کے حضرت مفتی صاحب رجوع پر آمادہ نہیں ہو رہے تھے اور ان کی سنگین استقامت سے عاجز آ کر ذیلی علماء ایک نیا فتویٰ مرتب کرنے کی زمین ہموار کر رہے تھے جس کے ذریعہ حضرت مہتمم صاحب کے دامن سے کفر و زندقہ کی اُس سیاہی کو دھو یا جائے جو حضرت مفتی صاحب کی لگائی ہوئی تھی۔

ہم کان دبا کر بیٹھ گئے اور فروری کا تجلی اس کہانی سے خالی رہا۔ سین اعلان اکیں بھی آ ہی گیا تھا وہ بھی استاذ مکرم مولانا محمد ابراہیم صاحب کی اس اجازت کے بعد ہی آیا تھا کہ اب آپ لکھ سکتے ہیں۔

پھر جو کچھ اب لکھا جا رہا ہے یہ بھی اذن کے بعد ہی ہے خود مہتمم صاحب دام ظلہ سے کافی طویل گفتگو کرنے اور ایما لینے کے بعد ہی قلم پکڑا گیا ہے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ قلم پکڑنے کے بعد ہم ذوات وشخصیات کی نیازمندیوں سے بالاتر ہو کر صرف وہی لکھنے کے عادی ہیں جس پر ہمارا ضمیر اور

ایمان و دیانت صاد کر دیں۔ حق وصداقت ہر شے سے بلند ہیں۔ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ۔

اب آپ استفتاء ملاحظہ فرمائیں جو ضلع بھاگلپور سے دارالعلوم ہی کے ایک فاضل جناب انیس الرحمان قاسمی نے دارالافتاء کو بھیجا تھا۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی عالم دین فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا کی تشریح اور اس سے درج ذیل نتائج اخذ کرتے ہوئے اس طرح لکھے:-

اقتباس ۱:- "یہ دعویٰ تمثیل یا وجدان کشف کی حد سے گذر کر ایک شرعی دعویٰ کی حیثیت میں آجاتا ہے کہ مریم عذراء کے سامنے جس شبیہہ مبارک اور بشر سوی نے نمایاں ہو کر پھونک ماری وہ شبیہہ محمدیؐ تھی۔

اس ثابت شدہ دعویٰ سے بین طریق پر خود بخود کھل جاتا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس شبیہہ مبارک کے سامنے بمنزلہ زوجہ کے تھیں جب کہ اس تصرف سے حاملہ ہوئیں۔"

اقتباس ۲:- "پس حضرت مسیح کی ابنیت کے دعویدار ایک حد تک ہم بھی ہیں مگر ابن اللہ مان کر نہیں بلکہ ابن احمد کہہ کر خواہ وہ ابنیت تمثالی ہی ہو۔"

اقتباس ۳:- "حضورؐ تو بنی اسمٰعیل میں ۔۔ خاتم قرار پائے اور عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل ہو کر اسرائیلی انبیاء کے خاتم کئے گئے جس سے ختم نبوت کے منصب میں ایک گونہ مشابہت پیدا ہو گئی الولد سر لابیہ۔"

اقتباس ۴:- بہر حال اگر خاتمیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو

حضورؐ سے کامل مناسبت دی گئی تھی تو اخلاقِ خاتمیت اور مقاماتِ خاتمیت میں بھی مخصوص مشابہت و مناسبت دی گئی جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسوی کی بارگاہِ محمدی سے خِلقاً و خُلقاً رتبتاً و مقاماً ایسی ہی مناسبت ہے جیسی کہ ایک چیز کے دو شریکوں میں یا باپ و بیٹوں میں ہونی چاہیئے۔"

براہِ کرم مندرجہ بالا اقتباسات کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھتے ہوئے اس کی صحت و عدمِ صحت کو ظاہر کرکے بتائیں کہ ایسا "شرعی دعویٰ" کرنیوالا اہلسنت والجماعت کے نزدیک کیا ہے؟ المستفتی

الجواب:-

جو اقتباسات سوال میں نقل کئے ہیں ان کا قائل قرآن عزیز کی آیات میں تحریف کر رہا ہے، بلکہ در پردہ قرآنی آیات کی تکذیب اور ان کا انکار کر رہا ہے۔ جملہ مفسرینؒ نے تفاسیر میں تصریح کی کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجے گئے وہ شبیہِ محمدی نہ تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ السلام اور صحابۂ کرامؓ نے کبھی یہ نہ سمجھا بلکہ "مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون) کلمۃ القاھا الی مریم وروح منہ" فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا (الی قولہ تعالیٰ) وقال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیاً۔" قال ربک ھو علی ھین ولنجعلہ آیۃ للناس الی آخر الآیات "ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" کے قائل رہے اور اس پر اجماعِ امت ہے کہ وہ فرشتہ تھا جو حضرت مریم کو خوش خبری سنانے آیا تھا۔ شخص مذکور ملحد و بے دین ہے، عیسائیت کی تائید کی روح اس کے جسم میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ وہ اس ضمن میں عیسائیت کے عقیدے عیسیٰ ابن اللہ کو صحیح و ثابت کرنا چاہتا ہے جس کی تردید علی رؤس الاشہاد قرآن عزیز نے کی ہے۔ نیز لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ بن مریم الحدیث۔ بانگِ دہل شخص مذکور کی تردید کرتی ہے۔ الحاصل یہ اقتباسات قرآن و احادیث اور جملہ مفسرین اور اجماعِ امت کے خلاف ہیں۔ مسلمانوں کو ہرگز اسطرف کان نہ لگانا چاہیئے، بلکہ ایسے عقیدے والے کا بائیکاٹ کرنا چاہیئے جب تک کہ توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند

یہ استفتاء اور جواب روزنامہ دعوت دہلی میں شائع ہوا اور ساتھ ہی یہ زلزلہ افگن راز بھی اسی میں بے نقاب کیا گیا کہ استفتاء کے اقتباسات حضرت مہتمم صاحب کی کتاب "اسلام اور مغربی تہذیب" کے ہیں۔

ویسے ہمارے لئے تو یہ راز راز نہ تھا، کیونکہ یہی استفتاء چند ماہ قبل قاسمی صاحب نے ہمیں بھی بھیجا تھا اور اس میں مہتمم صاحب کے نام کی پردہ داری نہیں کی گئی تھی۔ تجلی میں کسی سوال و جواب کی فوری اشاعت تو یوں بھی آسان نہیں ہوتی پھر اس استفتاء کے بارے میں ہم نے خیال کیا کہ خود حضرت مہتمم صاحب سے گفتگو کر لینے کے بعد جواب لکھیں۔ مگر ان دنوں موصوف زیادہ تر سفر میں رہے اور جن دنوں دیوبند قیام رہا راقم الحروف باہر چلا گیا۔ اس طرح یہ معاملہ ملتوی رہا اور ملنا بھی فی الحقیقت ایک تقدیری امر تھا۔ تقدیر ساز ہی نے جب یہ طے فرما دیا ہو کہ مفتی مہدی حسن صاحب کا قلم مہتمم صاحب کی تکفیر کرے اور اولوا الالباب کے لئے عبرت کا سامان فراہم ہو تو ہمارے قلم سے فوری جواب کیونکر نکل جاتا۔

قدرت کے کھیل نرالے ہیں۔ مشہور کہاوت ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ کو بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔

ابھی زیادہ مدت نہیں گذری کہ ذمہ دارانہ تحقیق کے بغیر فتویٰ دینے کی خراب عادت نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو وادیِ کفر تک پہنچایا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ آئندہ ایسے عاجلانہ فتوے نہ صادر کئے جائیں لیکن عبرت پذیری کم ہی لوگوں کے حصے میں آئی ہے۔ اپنی عظیم ذمہ داریوں کا پورا احساس کئے بغیر حضرت مفتی صاحب آج بھی بے احتیاطی پر قائم ہیں۔ ایک ایسی فتوے کا معاملہ

اپریل ۱۹۸۸ء کراچی

چٹان پندرہ روزہ پاک ——— انجم لاشاری

ریشمی رومال تحریک ——— راز کس نے فاش کیا تھا؟

تھانوی صاحب کو انگریز حکومت ماہانہ چھ سو روپے کیوں دیتی تھی؟ سبب کیا تھا؟

تفصیلے ملاحظہ ہو

مولانا محمد شاہ امروٹی مرحوم کا دم مرگ انکشاف

ستمبر ۱۹۸۷ء کے آخری ایام تھے ایک دن میں 'مہران کلینک' میں زیر علاج ایک عظیم المرتبت ہستی کی عیادت کرنے گیا جو نہ صرف خود انسانی و شہری حقوق کی جدوجہد میں شریک رہی بلکہ ان کے والد محترم بھی مسلمانان عالم کی یکجہتی اور مسلمانان برصغیر کی آزادی کی جدوجہد میں پیش پیش رہے..... شخصیت تھی مولانا تاج محمود امروٹی کے فرزند ارجمند اور جمعیت العلمائے اسلام صوبہ سندھ کے سربراہ مولانا محمد شاہ امروٹی۔

یہ ان کی زندگی کے آخری ایام تھے 'یوں لگتے کہ اس وقت وہ بستر مرگ پر تھے۔ ان سے بیٹھا بھی نہ جاتا تھا لیکن روحانی و قلبی طور پر وہ ہمیشہ کی طرح ہشاش بشاش تھے۔ عیادت کیلئے آنے والے تمام احباب سے نہایت خندہ پیشانی سے مل رہے تھے۔ اس وقت ان کے کمرے میں جمعیت العلمائے اسلام سندھ کے سیکرٹری جنرل قاری شیر افضل' مرکزی آرگنائزنگ سیکرٹری مولانا عبدالرزاق عزیز' جے یو آئی کے انٹلیجنٹ کا سرکردہ رہنما مولانا جاوید نعمانی' مولانا امروٹی کے صاحبزادے' ذاتی ملازمین اور جمعیت کے کئی دوسرے رہنماؤں کے علاوہ بعض دیگر صحافی بھی موجود تھے۔ جو مولانا سے انٹرویو کر رہے تھے۔ سو یہ انٹرویو ہوا اور مولانا محمد شاہ امروٹی بڑی روانی سے مختلف سوالوں کے جوابات دیتے رہے تاہم کئی مواقع پر مولانا عبدالرزاق عزیز نے بھی مولانا امروٹی کی طرف سے جوابات دیئے جن پر مولانا نے صاد کیا۔

انٹرویو کے دوران تحریک خلافت کے پروگرام اور ریشمی رومال کا ذکر چلا تو مولانا نے بتایا کہ ریشمی رومال دراصل ایک طرح کا خفیہ تحریک کے تمام بڑے عہدیداروں اور جنود ربانیہ کے کمانداروں تک پہنچایا تھا۔ اس خط میں تحریک کے صدر حضرت مولانا عبیداللہ سندھی اور جنود ربانیہ کے لیفٹیننٹ جنرل مولانا تاج محمود امروٹی کی طرف سے ایک تاریخ مقرر کی گئی تھی۔ اس تاریخ سے یک وقت تمام کیمپوں سے انگریزوں کے خلاف انقلابی کارروائیوں کا آغاز ہونا تھا۔ مگر کچھ لوگوں نے انگریزوں کو اس کی خبر کر دی اور یہ پروگرام ناکام ہو گیا۔

ابتدا میں مولانا محمد شاہ امروٹی نے ریشمی رومال کا راز افشا کرنے والے لوگوں کے نام بتانے سے گریز کیا اور صرف اتنا کہا کہ "وہ ہمارے بزرگ ہی تھے" مگر صحافیوں کے اصرار پر آخر انہوں نے یہ راز افشا کر ہی دیا اور ان بزرگوں کے نام بھی بتا دیئے۔ لیکن بعد میں جب مولانا کا یہ انٹرویو شائع ہوا تو اس میں یہ نام ظاہر نہیں کئے گئے تھے۔ مولانا کی جانب سے ان ناموں کا انکشاف یقیناً ضبط تحریر میں لانے کا متقاضی ہے تاکہ تاریخ کا ریکارڈ درست ہو سکے۔ لیکن اس سے پہلے تحریک خلافت اور ریشمی رومال کا کچھ تذکرہ ضروری ہے۔

برصغیر ہند و پاک میں مسلمانوں کی جدوجہد آزادی اور دنیا بھر کے مسلمانوں میں اتحاد و یکجہتی کی جدوجہد میں دارالعلوم دیوبند کے علماء کا کردار نہایت اہم ہے۔ جن میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن' مولانا ابوالکلام آزاد' مولانا حسین احمد مدنی' مولانا عبیداللہ سندھی' مولانا تاج محمود امروٹی' میاں غلام محمد اور شیخ عبدالرحیم کے ساتھ تھانوی خانوادے کے اکابرین بھی شامل ہیں۔ تحریک احیائے خلافت عثمانیہ ہو یا ترک موالات کی تحریک' شدھی تحریک کی مذاحمت ہو یا کوٹ انڈیا کی جدوجہد' آزادی کی تاریخ کا ہر باب ان کے تذکرے کے بغیر بے معنی ہے۔

مسلمانوں نے جب یہ محسوس کیا کہ انگریز حکمران ہندوؤں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے مسلمانوں کو زندگی کے ہر میدان میں پسماندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ خلافت ترکیہ (عثمانیہ) کے حصے بخرے ہونے لگے ہیں اور مسلمان اپنے سیاسی مرکز سے محروم ہو [illegible] تو [illegible] ہندوؤں نے جن میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن قائد

انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی اور مولانا تاج محمود امروٹی پیش پیش تھے۔ افغانستان کے حکمران امان اللہ خان سے رابطہ کر کے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ سرزمین ہند کے حریت پسند مسلمانوں کو حربی امداد بہم پہنچائے اور ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کو افغانستان میں قبول کرے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن کی ہدایات پر کام کرنے والی اس تحریک کے صدر مولانا سندھی نے انگریز سامراج سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے روسی رہنما لینن سے بھی ملاقات کی اور تعاون طلب کیا۔ تحریک خلافت کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے ایک فوج بھی تشکیل دی گئی جسے جنود ربانیہ کا نام دیا گیا اور مولانا تاج محمود امروٹی اس کے لیفٹیننٹ جنرل کمانڈر انچیف مقرر ہوئے۔ دوسری طرف سیاسی سطح پر ہندوستان بھر میں خلافت کانفرنسیں منعقد کی گئیں جو حکمرانوں کی معاندانہ کارروائیوں اور طرح طرح کی پابندیوں کے باوجود بہت کامیاب رہیں۔ بمبئی، حیدر آباد، لاڑکانہ اور جیکب آباد کی خلافت کانفرنسیں خصوصاً تاریخی اہمیت کی حامل تھیں۔

اس دوران انگریزوں نے سعودی عرب کے حکمران کو اپنے ساتھ ملا لیا اور مختلف دوسرے ہتھکنڈوں سے خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن ہندوستان میں خلافت تحریک جاری رہی اور اس کا مقصد ملک کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلانا قرار پایا۔ جنود ربانیہ کی تشکیل کے بعد مولانا عبید اللہ سندھی نے دین پور، امروٹ اور حیدر آباد کے چند دیگر ساتھیوں کے ساتھ افغانستان تک سروے کیا۔ کیمپوں کیلئے مختلف مقامات مقرر کئے گئے۔ جنود ربانیہ کو رسد کی فراہمی اور مہاجرین کو افغانستان تک پہنچانے کیلئے راستے متعین کئے گئے۔ کابل میں مہاجرین کی آباد کاری اور سندھ سے ان کی روانگی وغیرہ کے تمام تر انتظامات مولانا تاج محمود امروٹی کے ہاتھ میں تھے۔ سو سندھ سے مسلمانوں کا پہلا قافلہ جان محمد جونیجو کی قیادت میں کابل گیا جس میں کیبول بلوچوں کا تقریباً پورا قبیلہ اور بعض دیگر قبائل اور برادریوں کے افراد شامل تھے۔ بعد سے مہاجرین کے واسطے پشاور کیلئے ایک خصوصی ٹرین کا انتظام کیا گیا لیکن انگریز حکومت کو اس ہجرت کے اصل مقاصد کا پتہ چل گیا اور یہ اسپیشل ٹرین نہ چلنے دی گئی۔ اس طرح دوسرا قافلہ کابل نہ جا سکا۔ اس سلسلے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ افغان حکمران امان اللہ خان اندر سے انگریزوں کا خیر خواہ تھا اور اس نے الف سے ی تک تمام معاملہ انگریزوں کو بتا دیا تھا۔

اس تحریک کے دوران تمام تر خفیہ پیغام رسانی کاغذ کی بجائے ریشمی رومالوں کے ذریعے ہوتی تھی۔ پیغام کو خفیہ اشاروں میں رومال پر ریشم سے کاڑھ دیا جاتا تھا اور پھر پیغام رساں کی صدری کے اندر سی دیا جاتا تھا تاکہ تلاشی ہو تو پکڑا نہ جا سکے۔ اسی باعث یہ تحریک "ریشمی رومال کی تحریک" کے نام سے معروف ہوئی۔ بہرحال انقلاب لانے کیلئے انتظامات مکمل کرنے کے بعد تحریک کے بڑوں کی طرف سے ایک تاریخ مقرر کر دی گئی اور اسی تاریخ سے ملک کے اندر اور باہر سے انگریزوں کے خلاف بیک وقت مسلح کارروائیوں کا آغاز ہونا تھا۔ یہ تاریخ کوڈ الفاظ میں ایک ریشمی رومال پر کاڑھ دی گئی اور اس رومال کو دین پور شریف پہنچایا گیا۔ یہی وہ وقت تھا جب انگریزوں کو اس پروگرام کی خبر ہو گئی اور انہوں نے ثبوت کی برآمدگی کیلئے دین پور میں مولانا عبید اللہ سندھی کی اقامت گاہ پر چھاپہ مارا۔ مولانا سندھی نے رومال برتنوں کے ٹوکرے میں ڈال دیا اور چھاپہ مار پارٹی کی اس طرف توجہ ہی نہیں گئی۔ پھر امروٹ شریف میں مولانا تاج محمود امروٹی کے ہاں چھاپہ پڑا مگر رومال یہاں سے نکل چکا تھا۔ لیکن تیسرے چھاپے میں انگریزوں کو ناکام نہیں لوٹنا پڑا اور ریشمی رومال جو اس وقت حیدر آباد میں بھارت کے پہلے مسلمان صدر جناب ذاکر حسین کے بھائی شیخ عبد الرحیم کے پاس پہنچ چکا تھا۔ پکڑا گیا۔ پھر گرفتاریاں شروع ہوئیں اور انقلاب کیلئے جنود ربانیہ کا پروگرام سبوتاژ ہو گیا۔

اپنے انٹرویو میں مولانا محمد شاہ امروٹی نے دل گرفتہ ہو کر بتایا کہ انگریزوں کو ریشمی رومال کے اس سفر کی اطلاعات لمحہ بہ لمحہ مل رہی تھیں اور یہ لنکا گھر کے ایک بھیدی نے ڈھائی تھی۔ اور یہ تھے مولانا اشرف علی تھانوی۔ مولانا امروٹی کے بقول مولانا تھانوی کہتے تھے کہ انگریزوں کے خلاف کچھ نہ کیا جائے بلکہ ان کی سرپرستی میں رہ کر مسلمانوں کیلئے فوائد حاصل کئے جائیں۔ وہ چونکہ دار العلوم دیوبند کے اکابرین میں سے تھے اس لئے انہیں تحریک خلافت اور جنود ربانیہ کے تمام پروگراموں سے آگاہی رہتی تھی۔ انہوں نے ریشمی رومال کی حقیقت اور انقلابی کارروائیوں کیلئے طے کردہ تاریخ سے اپنے گھر والوں کو آگاہ کر دیا اور ان کے بھائی نے جو اسپیشل برانچ کے ایک اعلیٰ افسر تھے پورے قصے سے انتظامیہ کو خبردار کر دیا۔

مولانا محمد شاہ امروٹی کو پیری اور ضعف کے سبب مولانا اشرف علی تھانوی کے اس بھائی کا نام یاد نہیں رہا تھا اس لئے ہم نے مولانا ارشاد الحق تھانوی سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا اور مولانا اشرف علی تھانوی کے "برادران" کے بارے میں معلومات چاہیں۔ جس پر انہوں نے بتایا کہ مولانا کے صرف ایک بھائی تھے جن کا نام مظہر علی تھا اور وہ ہند میں برطانوی سرکار کے ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ یعنی سی آئی ڈی کے افسر اعلیٰ تھے۔ انہوں نے تقسیم ہند سے پہلے ہی ریٹائرمنٹ لے لی تھی اور حج پر چلے گئے تھے جہاں سے واپس آنے کے بعد ۱۹۵۰ء میں انتقال کر گئے۔ مولانا اشرف علی تھانوی اور مظہر علی کی مائیں الگ الگ تھیں۔ مظہر علی کی والدہ کے بطن سے ایک بیٹی بھی تھی جن کی شادی مولانا ظہور الحق تھانوی سے ہوئی۔ اور انکے بطن سے مولانا ارشاد الحق تھانوی اور مولانا احتشام الحق تھانوی پیدا ہوئے۔

اگرچہ ہندوستان میں وقتاً فوقتاً اٹھنے والی آزادی کی تحریکوں

نے آخر کار انگریزوں کو واپسی پر مجبور کر دیا لیکن اگر خلافت تحریک اور جنود ربانیہ کا پروگرام اس طرح فاش نہ ہوتا تو آج اس خطے کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

تعلیمات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز

ظاہری شریعت کی پابندی، اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بدعات سے اجتناب، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کی تعلیمات کا نہ صرف طرۂ امتیاز تھا بلکہ آپ کی حیات قدسیہ کا نصب العین تھا۔

اصلاح و ارشاد کا مجددانہ طرز عمل یہ ہے کہ آپ ہر قسم کی بدعات کی تردید کے بعد اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید فرماتے ہیں اور صرف اسی کو فلاح و سعادت کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ ایک مثال آپ بھی ملاحظہ کریں۔

"وظائف بندگی کو ادا کرنا اور حضرت حق جل مجدہٗ کی جانب ہمیشہ اور ہر لحہ متوجہ رہنا، پیدائش انسان کا مقصود ہے۔ یہ بات صرف اسی وقت پیدا ہوتی ہے کہ سنت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہراً و باطناً ہر طرح سے پوری پوری اتباع کی جائے۔" (مکتوب ۱۰ دفتر اوّل)

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے درستیٔ عقاید پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ بندۂ ناچیز نے عقاید سے متعلقہ حضور امام ربانی قدس سرہ العزیز کے مکتوبات شریف سے چند اہم عقائد کو چن کر ہدیۂ قارئین کرنے کی جسارت کی ہے تاکہ برادرانِ طریقت بالخصوص اور عامۃ المسلمین بالعموم اس سے استفادہ کر کے حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے سینوں کو معمور فرمائیں۔ آپ کی تعلیمات کے چند جواہر ریزے حسب ذیل ہیں۔

مطالعۂ مکتوبات

مکتوبات کا مطالعہ اپنے اوپر لازم جانیں کہ یہ بہت مفید ہے

(مکتوب نمبر ۲۳۷ دفتر اوّل)

عبادت سے مراد

عبادت سے مراد عاجزی و انکساری ہے۔ پس انسان کی پیدائش سے مقصود (خالق کائنات کے سامنے) عاجزی و انکساری کرنا ہے، خاص طور پر مسلمانوں اور دیندار لوگوں کے لئے کیونکہ دنیا ان کے لئے قید خانہ ہے۔ قید خانے میں عیش و عشرت ڈھونڈنا عقل سے دور ہے۔ (مکتوب ۶۴ دفتر اوّل)

اہل سنت و جماعت

اس میں شک نہیں کہ وہ فرقہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی تابعداری کو لازم پکڑا ہے، اہلِ سنت و جماعت ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے، پس یہی لوگ فرقہ ناجیہ ہیں۔ (مکتوب ۸۰ دفتر اوّل)

اہل بیت کی محبت اہلسنت و جماعت کا سرمایہ ہے، مخالف لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ ان متوسط محبت سے جاہل ہیں۔ مخالفوں نے اپنی افراط کی جانب کو اختیار کیا ہے اور افراط کے سوا کو تفریط خیال کر کے خروج کا حکم کیا ہے اور خوارج کا مذہب سمجھا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ افراط و تفریط کے درمیان حد وسط ہے جو حق کا مرکز اور صدق کا موطن ہے اور اہل سنت و جماعت شکر اللہ سعیہم کو نصیب ہوا ہے۔ (مکتوب ۳۶ دفتر دوم)

علمائے اہلِ سنت و جماعت تمام احکامِ شرعیہ کا اثبات کرتے ہیں، خواہ ان احکام کی عقلی دلیل معلوم ہو یا نہ ہو، ان کی کیفیت معلوم نہ ہونے کے باعث ان احکام کی نفی نہیں کرتے مثلاً عذابِ قبر، و سوالِ منکر نکیر، و پل صراط اور اعمال کا وزن کیا جانا وغیرہ، جن کے ادراک سے ہماری ناقص عقلیں عاجز ہیں۔ ان بزرگوں نے کتاب و سنت کو اپنا مقتدا اور پیشوا بنایا ہے اور اپنی عقلوں کو اس کے تابع کر دیا ہے۔ اگر وہ ادراک کر سکتے ہیں تو بہتر، ورنہ احکامِ شرعی کو (بے چون و چرا) قبول کر لیتے ہیں اور اپنے عدمِ ادراک کو اپنے قصورِ فہم پر محمول کرتے ہیں۔ (مکتوب ۴۴ دفتر سوم)

اہلِ سنت کا طرزِ عمل

یہ اہل سنت کی خوبی ہے کہ کسی معین شخص کو جو طرح طرح کے کفر میں مبتلا ہو، اسلام اور توبہ کے احتمال پر جہنمی نہیں کہتے اور لعن کا اطلاق اس پر تجویز نہیں کرتے، مطلق طور پر کافروں پر لعنت کرتے ہیں، لیکن کافر معین پر لعنت پسند نہیں کرتے جب تک کہ اس کے خاتمے کی کفر پر برائی قطعی دلیل سے معلوم نہ ہو۔ (مکتوب ۳۶ دفتر دوم)

فرقۂ ناجیہ

تہتر فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ شریعت کی تابعداری کا مدعی ہے۔

آیتِ کریمہ

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ

(ہر گروہ اس چیز سے خوش ہے جو اس کے پاس ہے)

ان کے حال کی خبر دیتی ہے، لیکن پیغمبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو دلیل ان متعدد فرقوں میں سے ایک فرقۂ ناجیہ کی تمیز کے لئے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے!

اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ

یعنی فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو اس طریق پر ہیں جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔

(مکتوب ۸۰ دفتر اول)

عقائد کی درستگی

اہلِ سنت و جماعت کے علمائے ظاہر اگرچہ بعض اعمال میں قاصر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق ان کے درست عقائد کا جمال اس قدر نورانیت رکھتا ہے کہ وہ کوتاہی وکمی اس کے مقابلے میں ہیچ و ناچیز دکھائی دیتی ہے، اور بعض صوفی ریاضتوں اور مجاہدوں کے باوجود چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق اس قدر درست عقیدہ نہیں رکھتے اس لئے وہ جمال ان میں نہیں پایا جاتا۔ (مکتوب ۸ دفتر اوّل)

عقائد کی اہمیت

آدمی کے لئے ضروری ہے کہ اپنے عقائد کو فرقۂ ناجیہ اہلِ سنت و جماعت کے عقائد کے موافق درست کرے تاکہ آخرت کی نجات اور خلاصی متصور ہو سکے، خبثِ اعتقاد یعنی بداعتقادی جو اہلِ سنت و جماعت کے مخالف ہے زہر قاتل ہے جو دائمی موت اور ہمیشہ کے عذاب وعتاب تک پہنچا دیتی ہے، عمل کی خرابی اور غفلت پر مغفرت کی امید ہے لیکن اعتقادی خرابی میں مغفرت کی گنجائش نہیں۔ (مکتوب ۶۷ دفتر دوم)

فقہا کی اہمیت

صوفیا کا عمل حل وحرمت میں سند نہیں ہے۔ ان کے لئے یہی کافی ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں، ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں، یہاں تو امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ و امام ابویوسف و امام محمد رحمہم اللہ کا قول معتبر ہے۔ نہ کہ ابوبکر شبلی و ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہما کا عمل۔ (مکتوب ۲۶۶ دفتر اوّل)

عظمت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ

حضرت امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ کی مثال حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی سی ہے جنہوں نے ورع و تقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی بدولت اجتہاد و استنباط میں وہ بلند درجہ حاصل کیا ہے کہ جس کو دوسرے لوگ نہیں سمجھ سکے اور ان اجتہادات کو دقت معانی کے باعث کتاب وسنت کے مخالف جانتے ہیں اور ان کو اور ان کے اصحاب کو اصحابِ رائے خیال کرتے ہیں، یہ سب کچھ ان کے علم کی حقیقت و درایت تک نہ پہنچنے اور ان کے فہم وفراست پر اطلاع نہ پانے کا نتیجہ ہے۔ (مکتوب ۵۵ دفتر دوم)

علماء کا حق پر ہونا

ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلے میں جن میں کہ علما اور صوفیا میں باہم اختلاف ہے جب اچھی طرح غور اور ملاحظہ کیا جاتا ہے تو حق علما کی جانب معلوم ہوتا ہے۔ اس کا راز یہ ہے کہ علما کی نظر نے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث نبوت کے کمالات اور اس کے علوم میں نفوذ کیا ہے اور صوفیا کی نظر ولایت کے کمالات اور اس کے معارف تک محدود رہتی ہے۔ (مکتوب ۲۶۶ دفتر اوّل)

علمائے حق کے عقائد پر عمل کرنا

علمائے اہلِ حق کے عقائد کے موافق عمل کرنا چاہئے اور صوفیا کی کشفیہ باتوں سے حسنِ ظن کے

ساتھ سکوت اختیار کرنا چاہئے اور لا و نعم پر جرأت نہ کرنی چاہئے۔ (مکتوب ۲۷۲ دفتر اول)

شریعت کے اجزا

شریعت کے تین جزو ہیں، ۱۔علم، ۲۔عمل، ۳۔اخلاص، جب تک یہ تینوں جز متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی اور جب شریعت حاصل ہوگئی تو گویا حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوگئی جو دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔ (مکتوب ۳۶ دفتر اوّل)

سب سے ضروری کام

جو کچھ انسان کے لئے ضروری ہے اور جس کے ساتھ یہ مکلف ہے وہ اوامر کا بجالانا اور منہیات سے باز رہنا ہے۔ آیہ کریمہ

مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

جو کچھ رسول تمہیں دیں اس کو اختیار کرو اور جس چیز سے تمہیں منع کریں اس سے باز آجاؤ

اس مطلب پر شاہد ہے۔ (مکتوب ۲۴۳ دفتر اوّل)

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سب کے سب بزرگ ہیں اور سب کا ذکر احترام سے کرنا چاہئے۔ (مکتوب ۲۵۱ دفتر اوّل)

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام اصحاب کو بزرگ جاننا چاہئے اور سب کو نیکی سے یاد کرنا چاہئے۔ ان میں سے کسی کے حق میں بدگمان نہ ہونا چاہئے اور ان کے لڑائی جھگڑوں کو دوسروں کی صلح سے بہتر جاننا چاہئے۔ فلاح و نجات کا طریق یہی ہے۔ کیونکہ اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دوستی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوستی کے باعث ہے۔ (مکتوب ۶۷ دفتر دوم)

مقام صحابہؓ

بدنوں کے قرب کو دلوں میں بڑی تاثیر ہے، یہی وجہ ہے کہ کوئی ولی صحابہؓ کے مرتبے کو نہیں پہنچتا۔ خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ اس قدر بلند مرتبہ ہونے کے باوجود چونکہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں حاضر نہیں ہوئے کسی ادنیٰ صحابی رضی اللہ عنہ کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکے۔ (مکتوب ۲۰۷ دفتر اوّل)

صحابۂ کرامؓ کی اتباع

اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریقے کی پیروی کئے بغیر آں سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع کا دعویٰ کرنا باطل اور جھوٹ ہے بلکہ حقیقت میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عین نافرمانی ہے۔ پس اس (صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ہے) مخالفت کے طریقے میں نجات کی کیا گنجائش ہے؟ (مکتوب ۸۰ دفتر اوّل)